

مکتبہ ادرق

ایک اسلام

غلام جیلانی برق

شیخ غلام علی آئیڈیٹنگ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

ISBN - 969 - 31 - 0067 - 0

(C) Copy Right by Sh Ghulam Ali and Sons (Pvt)Ltd

All Rights Reserved.

(C) بلا حق بنی شیخ غلام علی اینڈ سونز (پرائیویٹ) لمیٹڈ محفوظ

طابع : شیخ نیاز احمد

مطبع : غلام علی پرنٹرز

اشرف پارک، لاہور

محمد عیسیٰ

مقدم شامت :

شیخ غلام علی اینڈ سونز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز،

۱۹۹-سرگودھا روڈ، چک انارک، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حرف اقل	۵	۱۳۸	شور کا گوشت	۱۳۸
۲	اسلام کی سیاست خارجہ	۹	۱۳۹	شراب	۱۳۹
۳	جہا اعمال	۶۷	۱۴۰	شور	۱۴۰
۴	صوائف مقدسہ	۷۷	۱۵۰	کثرت ازدواج	۱۵۰
۵	باہل	۸۱	۱۵۱	تشریح قرآن کا فیصلہ	۱۵۱
۶	عہد نامہ قدیم	۸۹	۱۵۵	صوائف اولیٰ کی تعظیم	۱۵۵
۷	تخریب	۹۰	۱۶۳	ہندوستانی انبیاء و صوفیاء	۱۶۳
۸	انا جیل	۱۰۹	۱۶۳	حضرت کرشن	۱۶۳
۹	قرآنی حکیم کا فیصلہ	۱۱۷	۱۶۴	گیتا	۱۶۴
۱۰	رسول الہی بنی اسرائیل	۱۲۵	۱۶۵	یوگا	۱۶۵
	کی تشریح		۱۶۷	عقیدہ حلول (اولاد)	۱۶۷
۱۱	آیات تخریب	۱۳۹	۱۶۸	کرشن میں خدائی صفات	۱۶۸
۱۲	باطل عیسائیت	۱۴۲	۱۷۱	دیوالی کی پرستش	۱۷۱
۱۳	تلبیث		۱۷۲	تعلیم گیتا	۱۷۲

صفحہ	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار
۲۷۱	عمل	۲۷	۱۷۶	دیدہ	۲۸
۲۷۷	صفائی	۲۸	۱۸۳	حالتا بندہ	۲۹
۲۸۰	محنت	۲۹		بڑھ کا پیغام	۳۰
۲۸۳	راستی	۵۰	۱۸۷	بابا گرو نانک	۳۱
۲۸۸	تالیفِ قلوب	۵۱	۱۹۴	رسولِ عربیؐ	۳۲
۲۸۹	صلوٰۃ	۵۲	۲۱۰	رسولِ عربیؐ کے متعلق بیانات	۳۳
۲۹۰	صلوٰۃ کی تحقیق	۵۳	۲۲۱	تعلیماتِ قرآن	۳۴
۲۹۸	دعا کی ضرورت	۵۴	۲۲۴	ایمان	۳۵
۳۰۱	زکوٰۃ	۵۵		ایمان باللہ	۳۶
۳۰۲	شخصی اعمال	۵۶	۲۳۲	توحید	۳۷
۳۰۴	شخصی ملاقت	۵۷	۲۳۴	شرک	۳۸
۳۱۰	اصلاح، غیبت، ظلم، تجسس	۵۸	۲۴۵	ایمان بالآخرت	۳۹
۳۱۶	ہمارے دکان دار	۵۹	۲۴۹	ایمان بالمالک	۴۰
۳۱۹	چند مسخ شدہ نظریں	۶۰	۲۵۷	ایمان بالمالک	۴۱
۳۲۱	نعمت و لعنت کی تشریح	۶۱	۲۶۰	اجتماعی اعمال	۴۲
۳۲۳	نعمت ۳۲۹، لعنت	۶۲	۲۶۱	علم	۴۳
۳۲۴	صحابہ اہل بیت کی شہادت	۶۳	۲۶۴	تفسیر کائنات	۴۴
۳۲۴	نیکی کی جزا	۶۴	۲۶۴	اشجاد	۴۵
۳۲۶	بیکاری کی سزا	۶۵	۲۶۷	ارشاد	۴۶

حرفِ اقل

انقلابِ فرانس کوئی ناگہانی حادثہ نہ تھا۔ بلکہ لو بڑے بڑے مفکر ہی کیسے
 پناہ تحریروں نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ مائیکسگورسکی (۱۷۹۹ء - ۱۸۵۹ء) کی مشہور
 تصنیف ”مکتوباتِ ایران“ کوئی چہار دہم کے اعلان پر نہ ہر دست نکتہ چینی تھی
 اسی مفکر کی ایک اور کتاب ”روحِ قانون“ نے قدیم نظامِ حکومت کی دو جہتیں بکیر دی
 تھیں۔ یہی وہ انقلاب انگیز تحریرات تھیں جن سے بعد میں والیٹر اور روسو متاثر
 ہوئے۔

والیٹر (۱۶۹۴ء - ۱۷۶۵ء) کے دس ہزار خطوط اور ایک سوتصانیف نے
 کلیسا کے بننے اور چڑھنے والیٹر کہا کرتا تھا۔
 کلیسا کے بدترین دشمن وہ ہیں جو اس کی آغوش میں پرورش پائے ہیں۔ اور
 یہی صورت حال آج ہمارے سامنے ہے۔

اس مفکر کے عہد میں شاہی دربار پر اہل کلیسا قابض تھے۔ ایک مرتبہ جب
 شاہی اصطبل کے ناظم نے کفایت کے لیے چند گھوڑے بیچ ڈالے تو والیٹر نے کہا
 ”اس سے کہیں بہتر ہتھاکہ شاہی دربار سے چند گھوڑوں کو نکال دیا جاتا؟“

واپسرو (۱۷۱۷ء - ۱۷۹۳ء) فرسودہ مذہبی و سیاسی نظام کا سخت مخالف تھا
 اور زندگی بھر تقلید اور قدامت پرستی کے خلاف مصروفِ جہاد رہا۔

ڈال لیش کی مشہور تصنیف ”ایٹین فطرت“ نظامِ مذہب و حکومت کے
 خلاف اعلانِ بغاوت تھی۔ وہ گھونا کہا کرتا تھا۔

”اجارہ دارانہ مذہب و حکومت نے دنیا کو آفسوں کی وادی بنا رکھا ہے۔“
 مارسلے نے اپنی معرکہ آرا تصنیف ”آئین فطرت“ میں عمرانیات کا وہ الٹا
 فلسفہ پیش کیا کہ انکار میں ایک زبردست انقلاب آگیا اور ذہنوں میں اشتراکیت
 کے جراثیم پرورش پانے لگے۔

مرد سو (سلاکندہ - سلاکندہ) جدید فرانسیسی ادب کا بانی اور قدیم معاشرتی نظریات
 کا دشمن تھا۔ اس کی مشہور تصنیف ”عروضی“ ”قبلہ جرم“ اور ”ایلی“ ہیں۔ جن سے
 بعد میں طاسطالی اور گدک بھی متاثر ہوئے۔

اب منکرین کے علاوہ چند اور محققین بھی تھے۔ جو انقلابِ فرانس کے بانی
 سمجھے جاتے ہیں۔

قرآن میں اللہ کی عبادت یا آئین فطرت کی تفصیل درج ہے۔ اور میں آج
 اس آئین فطرت کی تفسیر پیش کرنے لگا ہوں۔ ہاں امید کی شاید یہ تصور مستقبل
 مجھے بھی اس ذہنی انقلاب کے ہانیوں میں شمار کر لے جس کی عشتاد اول حکیم مشرق
 نے رکھی تھی۔ اور جس کی رفتار بعض مصری اور پاکستانی مفکرین کی ہر دولت تیز سے
 تیز تر ہو رہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ بہت دور معلوم نہیں ہے۔ جب کاروانِ انسانیت
 ایک ایسی منزل میں داخل ہو جائے گا۔ جہاں کی طبع فضائل میں انسانیت کبریٰ کی
 خصمیں فروزاں ہوں گی اور جہاں گیر اخوت کی تہلیل و رقصاں۔

ملاوہ برہن کی شہدہ کاریوں کی وجہ سے آج مذہب کا ثبات کا سب سے بڑا
 راز ہی چکا ہے۔ آج انسان انسان سے اتنا قدر چا چکا ہے جتنا زمین سے آفتاب۔
 آج انسان انسان کو مٹانے کے لیے بڑے بڑے ہتھیاروں کا ایجاد کر رہا ہے۔
 آج مجھے اطمینان انسانی میں جو جہت کی ایک کرن تک نظر نہیں آتی۔ آج نسبتاً آدم
 میں حجاب و حجابِ ظلمتیں ہیں اور تر برتر تیر گیاں۔ جسی الحق سے نبوت کے آفتاب

اُجرا کرتے تھے۔ وہ عقیم ہو چکا اور جو دینے ہمارے ٹھکر تین نے جلائے تھے وہ
 بچ گئے۔ آج کا عالی آدم اور ام وطنوں کی تارکیوں میں جھٹک رہا ہے اور اس
 سے ضرورت محسوس ہوئی کہ پھر ایک چراغ شاہراہ آدم پر جلا یا جائے کہ شاید
 کوئی در ماندہ راہی منزل کو پالے۔

چراغِ غولیش برافروغتم کہ دستِ کلیم
 در پی زمانہ نہاں زیر آستینیں کروند۔ اقبال

برق

کیبل پور۔ اتوار، ۱۳ ستمبر ۱۹۵۲ء

1. 1000

2. 1000

3. 1000

4. 1000

5. 1000

6. 1000

7. 1000

8. 1000

9. 1000

10. 1000

11. 1000

12. 1000

13. 1000

14. 1000

15. 1000

16. 1000

17. 1000

18. 1000

19. 1000

20. 1000

21. 1000

22. 1000

23. 1000

24. 1000

25. 1000

26. 1000

27. 1000

28. 1000

29. 1000

30. 1000

اسلام کی سیاستِ خارجہ نو

آج سے اڑھائی برس پہلے جب حکومت اسرائیل وجود میں آئی اور تمام عرب طاقتوں نے مل کر اس پر حملہ کر دیا، تو روس اور امریکہ اور چین کا شدید اختلاف تیسری عالم گیر جنگ کی صورت اختیار کر چکا ہے، ہر دو نے اپنے پیسے حربہ وصال سے اسرائیل کی امداد کی کچھ عرصہ پیشتر جب ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہوا تو لندن سے دو ہی ملک اسلامیان ہند کے خلاف سازشوں کا ایک جال بچھ گیا۔ اور انگریز ہندو سکھ سب ہماری تباہی کے لیے میدان میں اتر آئے۔ ۱۹۱۹ء کی بغاوت اور اگست ۱۹۴۷ء کے ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم تھے۔ پائیلٹ کہنے کہ کانگریس کے عدم تعاون، فسادات، قتل و غارت اور مسلسل جدوجہد کی وجہ سے انگریز کو ہندوستان سے نکلنا پڑا اور دوسری طرف مسلمانوں نے لاکھوں نوجوانوں کی قربانی دے کر دوڑا میوں میں انگریز کے تاج و تخت کو بچایا، لیکن جب تقسیم شدہ طاقت آیا، تو لارڈ مونت پیٹن، ریڈ کلف سٹاک اور مشرا سٹاک نے ہمیں وہ چمکے دیے کہ صدیاں گزر جانے پر بھی یہ زخم مندمل نہیں ہوں گے۔ دس لاکھ مسلمان مشرقی پنجاب میں کٹوائے اسی لاکھ کو پاکستان میں دھکیل دیا۔ تمام خزانہ واسطہ مچاوت کے حوالے کر دیا اور کشمیر کی

۱۔ تقسیم کے وقت پاکستان نے ہندوستان سے تقسیم ہند کے متنازعہ علاقوں پر قبضہ دینے کے لیے آیا اور ریڈ کلف لوارڈ کے نام سے ایک نہایت غیر منصفانہ اور ظالمانہ فیصلہ دیا۔
۲۔ تقسیم ہند کے وقت وزیر اعظم برطانیہ

اسلامی ریاست ہندوستان کے سپرد کر دی۔ تاریخ کے چند ورق اور آئیے اور دیکھئے کہ
 ۱۹۴۷ء میں تمام عربی ممالک کو ذبح کر دیا گیا ہے۔ چند صدیاں پیشتر سارا
 صلاحتہ عربی آجوبی کے خلاف صرف آرا ہے اور ہندو رہیں صدی کے آخر میں سپین
 فرانس اور چند دیگر عیسائی طاقتیں مل کر سرزمین یورپ کو خونِ مسلم سے لالہ زار بنا رہی
 ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کو اسلام سے کیوں عداوت ہے؟ مسلمان کو ہر جگہ
 کیوں پتیا جا رہا ہے؟ اور کیوں اس کی بربادی و ہلاکت ہے تمام اقوام عالم اُدھار
 کھائے بیٹھی ہیں۔ اس کا جواب صرف ایک ہے کہ ہم قرآن حکیم کی عظیم و جلیل سیاست
 خارجہ (فدین پالیسی) کو بھول گئے اور اس کی جگہ ایک ایسی ناقص، غلط اور خانہ بر
 انداز حکمت خارجہ وضع کر لی کہ ہم دنیا کے بغض و عناد کا نشانہ بن کر رہ گئے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کو ارضی پر اللہ کا نائب ہے۔ نائب کا
 کام اللہ کے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنی مرضی نہیں چلاتا بلکہ اپنے
 کارفرما کی مشیت و خواہش کو عملکھ کا آئین بناتا ہے۔ اللہ کی مشیت کی تفصیل ان
 تمام صفات میں ملتی ہے جو حضرت آدم سے لے کر محمد عربی صلعم تک لاتعداد انبیاء
 پر نازل ہوئے تھے۔ اللہ ایک تھا، نسل انسانی ایک تھی، لطیف انسانی ایک تھی۔
 اس لیے ایک اللہ کا پیغام، ایک نسل انسانی کی اصلاح کے لیے ایک ہی ہو سکتا تھا۔
 دس یا دس ہزار نہیں ہو سکتے تھے۔ سچائی ہر زمانے میں ایک تھی، اگر مذہب بھی کسی سچائی
 کا نام ہے تو اُسے ہر زمانے میں ایک ہونا چاہیے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ ایک
 زمانے میں تو کہے کہ انسانی فطرت کی اصلاح دار تقا کے لیے صداقت و دیانت اللہی
 میں۔ اور چند صدیوں بعد فرمائے کہ انسانی اصلاح صرف بددیانتی اور ہکاری سے
 ہو سکتی ہے۔

حصہ حاضر کا انسان دل و دماغ کی جلا کے لیے چند چیزوں کو ضروری قرار دیتا ہے۔

یعنی علم۔ سوسائٹی میں قابل تفریق مدیہ پاکیزہ اخلاق، شہتہ، گفتگو، فرائض سے اجتناب اور رذائل سے احتراز وغیرہ۔ یہ عصر یا ضروری کی تخصیص نہیں، بلکہ بڑانے میں یہ اوصاف ہمارے شمار ہوتے رہے۔ نسل آدم پر کوئی ایسا فائدہ نہیں گذرا، جب تمام سوسائٹی نے بل کرنا، چوری، فحش گوئی، رذالت، سزاہت، غلطی، جہالت اور عداوت کو اپنی اسلاف کے لیے زندگی بھرا ہوا اور ایسا ہوا، لیکن میں تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً تقویٰ کا علم انسانی فطرت میں رکھ دیا تھا۔

فَاظْهَرْنَا بِجُودِهَا وَتَقْوَاهَا
 (اللہ نے غیر و شر کا علم انسانی فطرت میں رکھ دیا ہے)

اگر بالمرض انبیاء نہ بھی آتے، تب بھی انسان خیر و شر کی ایسی راہیں سمجھ کر لیتا، جو اکثر و بیشتر الہامی ہدایات کے مطابق ہوں۔ یہ تو خدا نے جلیل کی خاص خواہش تھی کہ اس بچے چوڑے کے کبوتر سے بھی سچا لیا اور خیر و شر کا مکمل دستور العمل ہر زمانے میں اپنے منتخب انبیاء کی معرفت ہمیں عنایت کرتا رہا، ہر چند کہ یہ ہدایات مختلف مذہبوں میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن پیغام ایک تھا۔ حقیقت ایک تھی۔ سچ جلیل ایک تھا اور عظیم ایک تھا۔ جو پیغام حضرت جلیل نے بابتی زبان میں دیا تھا، اسی کو حضرت کبوتر سے نے عمرانی میں اور حضور علیہ السلام نے عربی میں دہرایا تھا۔

شَرَّ عَمَلِكُمْ قَوْلُ الَّذِي نَسَى مَا وَعَدَ رَبَّهُ	دھم کے اسے رسول، تمہیں وہی دین
لَوْ عَادَ الْكَلْبُ الَّذِي أَطْعَمْتُمُ الْبَلْغَمَ وَمَا	دیا ہے جو تم سے پہلے حضرت ابراہیم
نَضَيْتُمْ لَهُ أَجْرًا هَيْدَمًا وَمَوْسَى	مولا اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا
وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَابْنُ مَرْيَمَ وَابْنُ مَرْيَمَ	گیا تھا۔ اس دین کو تمام کرتے تھے ہاؤ
تَشْفَعُونَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	اور اختلاف سے ہیں
وَلَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ عَدْوًا	یہ قرآن اللہ کے نازل کیا۔ جسے

نَزَّلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ مَبَشِّرًا بِبَشَائِرِ اللَّهِ وَأُنذِرًا بِالْعَذَابِ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ اللَّهُ وَهُوَ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ

نزل الایمان نے تیرے دل میں مجھ پر کیا تاکہ تو دنیا کو بدکاری کے نتائج سے آگاہ کرے۔ یہ قرآن لیصح عربی زبان میں ہے جو گذشتہ انبیاء کے صحائف میں بھی موجود ہے (الضحیٰ)

کس تصدیف اعلان ہے۔ اس حقیقت کا کہ اللہ کا دین برزخانی ہے۔ اس حقیقت کو پھر زبہ کیا اور فرمایا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں۔ بلکہ یہ تمہارے اسلاف کی وہی قدیم راہ ہے۔ جسے تم ترک کر چکے تھے۔ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا اسی صراط مستقیم اور اسی شاہراہ عظمت کی طرف واپس آؤ۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي يَتْلُونَ وَيُنَظِّقَ لَكُمْ مِنْ نَحْوِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ السِّرِّ

نزل قرآن سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم تمہاری کج راہیوں کو واضح کریں۔ اور ان اسلاف کی راہوں پر چھوڑ ڈال دیں۔ جنہیں تم چھوڑ چکے ہو۔

رَبِّ هَذِهِ الْقُرْآنُ الْعَرَبِيّ ۚ وَذُو الْقُرْآنِ الْعَرَبِيّ حَسْبُ الْوَعْدِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَمُجِيبُ الدَّعْوَى ۚ

ایہ قرآن پہلی کتابوں میں سے ہے۔ ابراہیم دوسری میں بھی موجود ہے۔

قرآنی سیاست کی تعمیر اقتدار و آرام کی بنیادوں پر اٹھائی گئی تھی۔ اس لیے اللہ نے بار بار اختلاف و افتراق کے نتائج سے ڈرایا اور مختلف عبارتوں اور طریقوں سے واضح کیا کہ ہمارا مقصد صلح و امان ہے۔ کسی نئی جماعت یا فرقے کا بانی نہیں ہو گا۔ کوئی نئی گدی چمانے کے لیے نہیں آیا۔ وہ کسی نئی تحریک کا علمبردار نہیں۔ وہ خود صراط مستقیم ہے۔ چاہتا ہوں کہ اللہ کی

ہیں مانگتا۔ وہ کسی قسم کا حزب اختلاف نہیں بنانا چاہتا۔ بلکہ قسمت سے ملنے والے ہونے
 بندوں کو اللہ کا طرف بلانا چاہتا ہے۔ وہ کبھی کبھی پتھروں سے ایک حسین جگہ تیار
 کرنا چاہتا ہے۔ وہ منتشر بندوں کو منہ منہ کا جلال اور فطرت پریشاں کو بھراؤں
 کی پہنائیاں عطا کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد ایٹلاف سے التراق نہیں۔ احماد ہے
 انتشار نہیں۔ وہ گزشتہ صحائف کی نقیصہ نہیں کرتا۔ وہ پہلے انبیاء کی تعمیر نہیں کرتا بلکہ
 ایک عجیب انداز احترام سے کہتا ہے۔

کَلَّا لَأَقْبِلَ نَذْرَ كَبْرًا - فَصْنَفٌ
 شَاءَ ذَکْرًا - فَنِي فَصْنَفٌ فَكَلَّرَتْ
 قَمْرٌ قَوْعًا مَطْرًا - رَجَبٌ نِي
 مَسْمُومٌ قَا كَسْرًا مَ ذَرَّةً - قَتْلٌ
 أَدْنَسَانٌ مَا أَلْفَرٌ

یہ قرآن طالبِ شد و ہدایت کے لیے
 نکتوں دستوں سے ہے۔ اس کی تعلیمات
 اُن مقدس، عظیم اور بلند صحیفوں میں
 موجود ہیں۔ جن میں جلیل المرتبہ اور
 مطہر انفس انبیاء اپنے ہمراہ لائے
 تھے۔ مرجعے انسان۔ اس حقیقت
 کو تسلیم کیوں نہیں کرتا۔

سبح و بھراؤ فہم و خود۔ پد سے پڑ چکے ہیں۔ اس لیے تسلیم نہیں کرتا۔ صرف اس
 لفظ تصد سے کہ۔ لی تو اس کے صحائف تعلق ہیں یا ناقص ہیں اور میری کتب بہترین
 میں خود بہترین اور میرا دین بہترین ہے۔ زمین و آسمان فساد سے بھر گئے۔ انسان نے
 آج کل آج کل کر اور ہری اور کے فہرے لگا لگا کر اپنے جس کے سینے چاک کے بھڑوم
 بچوں کو دیواروں کے ساتھ نہیں لگا کر دکھا دیا۔ عورتوں کے مٹا مارا، خواتین میں چلتے
 بہنے ان گناہی بھڑومے اور سینوں کو بھڑومے کو بھڑومے میں دیکھیں کہ فیضانی تھے
 لگائے۔

قَتْلٌ أَلْفَسَانٌ مَا أَلْفَرٌ
 رَأْسَانٌ كَلَّا كَلَّرٌ

ملاحظہ کیا آپ نے کہ اس ایک غلط تصور کے نتائج کس قدر بھیانک نکلے۔
 اللہ تعالیٰ عالمین قرآن کو اس فتوے سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے بار بار اعلان
 فرمایا کہ تم انبیاء کو تعظیم ایک معنی۔ دستور العمل ایک تھا۔ پیام ایک تھا۔ بلکہ کتاب
 بھی ایک ہی تھی جو ہم مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں بار بار نازل کرتے
 رہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّتًا وَاحِدًا قَدْ
 نَبَعَتْ اللَّهَ النَّبِيُّنَ مُبَشِّرِينَ
 وَمُنذِرِينَ وَأُنزِلَ مَعَهُمُ
 الْكِتَابَ .

(ابن آدم ایک ہی امت ہے۔ جس
 کی طرف ہم مختلف انبیاء بھیجتے رہے
 ہیں۔ لیکن انہیں جو کتاب دی تھی وہ
 ایک تھی)

الکتب (مفرد) کہا ہے ذکر کتب (جمع) بلکہ ایک مقام پر تو یہاں تک فرما
 دیا کہ قرآن میں باقی انہما کے صحائف بھی موجود ہیں۔

سَمِعْنَاكَ يَا اللَّهُ يَا مَلَكُوتِ
 قَسْفًا مَّطْفَرًا لَا فِيهَا كُتُبٌ
 قَبِيْرًا .

(محمد (علیہ السلام) وہ مقدس دستور
 پیش کر رہے ہیں۔ جس میں گذشتہ انبیاء
 کی تمام کتابیں موجود ہیں۔)

چونکہ قرآن میں پہلے صحائف بھی موجود تھے۔ اس لیے قرآن کے لیے جمع کا صیغہ
 (مصحفًا) استعمال فرمایا۔ بذکر الفاظ قرآن کیا ہے۔ تو رات، انجیل، تلمود زبور
 و غیرہ اور صحائف گذشتہ کا ایک نام ہے۔ قرآن دیکھا آپ نے کہ نسل آدم کو ایک
 کتبہ اور ایک امت بنا نے کے لیے اللہ سبحانہ نے کیا شاندار تدبیریں فرمائی کہ
 صحائف انبیاء کو ایک کتاب سمجھو۔ ان کی تعلیم ہر لحاظ سے ایک تھی انسان کا مذہب
 ہر زمانے میں ایک تھا اور ایک ہے۔ اس لیے آؤ، اختلاف کی دیواریں گرا دو۔ اخلاف
 کی غلیبیں پاٹ دو اور مختلف مذاہب کے مصنوعی اور گھٹاؤ نے چہرے اتار پیسکیو۔

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان کر گئے مل جاؤ۔

اللہ نے قرآن میں جہاں جہاں حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کا حکم دیا
وہیں ہمیں یہ ہدایت بھی کی کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات ہائے مقدسہ کا بھی
مطالعہ کرو اور ان کے نقوش قدم پر چلو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ
أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ
يُرَىٰ جَوَادِثَهُمْ يَوْمَ
الْآخِرَةِ
اور انبیائے کرام کی زندگی ان
لوگوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے جو
اللہ اور قیامت سے امیدیں
باندھے ہوئے ہیں۔

تغصب ایک بڑا نامراد مرض ہے۔ جو انسان کو دُخوش و بہائم سے بدتر بنا دیتا
ہے۔ یہ لغصب ہی ہے جو ہمیں گذشتہ اہلیا کے سواخ حیات میں پڑھنے دیتا۔ اور نہ
ان کے اوصاف کو اوصاف سمجھنے دیتا ہے۔ ہم میں کتنے ایسے مسلمان موجود ہیں۔
جنہوں نے تورات و زبور کی صورت میں کبھی دیکھی ہو۔ جنہوں نے انجیل میں حضرت
مسیح علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کیا ہو اور ان کی رعایت و صداقت سے
لہر پر موعظ سے فائدہ اٹھایا ہو۔

ایک مرتبوں نے ایک نیا مسلمان سے کہا کہ انجیل شریف میں حضرت مسیح
کا پہاڑی خطبہ بے حد مؤثر، دلکش اور سبق آموز ہے۔ اسے ایک نظر دیکھ لیجئے گا۔
کہنے لگا۔ میں اکثر صاحب امر نے سے پہلے میرا ایمان تو خراب نہ کرو۔ کیا کہنا اس
دلچسپ ایمان کا۔ وہ نئے اسلام ایسے مسلمانوں سے بھری پڑی ہے جن کا ایمان
نہ خبیثہ پیر پڑھنے سے خراب ہوتا ہے اور نہ اسطوری ہفتوں سے اور نہ کوئی شامتر
کے مطالعہ سے۔ لیکن اللہ کے مقدس کلام کو جو حضرت مسیح جیسے اولوالعزم رسول
کی وساطت سے ہم تک پہنچا تھا، چھو بھی لیں تو ان کا ایمان تباہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے

ملاہ بین۔ کج فکری اسکی جہی کی انتہا۔

تَا تَكْتُمُهُمُ اللّٰهُ اَلَّذِي يَخْتَصِمُونَ
لاشک انہیں قتل کرے، یہ کہیں جیشک

رہے ہیں ۱۰

آج سے بارہ برس پہلے راولپنڈی میں صرف ایک ہی کالج تھا۔ یعنی گارڈن کالج۔ جس کی عنوان نظم و نسق امریکی مشن کے ہاتھ میں ہے۔ میرے ایک متدین اور نپتہ قسم کے مسلمان دوست نے مجلس سونے کے باوجود اپنا بچہ لاہور کے ایک کالج میں داخل کرادیا۔ اور گھر کے کالج سے فائدہ نہ اٹھایا۔ میں نے وجہ پوچھی، تو فرمایا: گارڈن کالج میں انجیل پڑھائی جاتی ہے۔ جس سے متابع ایمان کے فارت ہو جانے کا خطرہ ہے۔ میں نے عرض کر لی۔ اسے کے نصاب میں فارسی، اردو اور انگریز شعرا کا عشقیہ کلام بھی شامل ہے۔ جس میں عشق بازی کی تعلیم اور عیاشی کی ترغیب دہی جاتی ہے۔ ایرانی شاعری عربی اور پرسی کا سبق دیتی ہے۔ رومی و میخواری کی مقلین کرتے ہے۔ خدا و رسول کا سنسوز اڑاتی ہے۔ نہیں، بلکہ صریحاً توہین کرتی ہے۔ مثلاً

زاد بہ طغز گفت، حرام است سے کور
گلتم کہ چشم و گوش بہ ہر خرمی گتم

(صافا شیرازی)

ابرتی منے مرا فکستی ربتی
بر خاک بر سکن منے لعلی برا
بر من در عیش را بہ بستی رہتی
خاکم بدین، مگر تو سعی ربتی
(عمر خیام)

ان خرافات سے تو آپ کے لائے کا ایمان غراب نہیں ہوتا۔ بلکہ تازہ دتا ہے، لیکن اگر حضرت مسیح علیہ السلام کے یہ ارشادات سن پائیں۔

مبارک میں وہ جو عظیم میں لکھ کر وہ زمین کے دارلخبر ہوں گے۔
 مبارک میں وہ جو پہاڑ کے ٹھوکے اور پانی سے ہی کھڑے آسمانوں سے ملے گے۔
 مبارک میں وہ جو رحم دل میں کر اٹھ کر رحم کیا جائے گا۔
 مبارک میں وہ جو کھجور کی جالی کی وجہ سے ستائے گئے کر آسمان کی اور زمین سے انہیں
 کو کھلے گا۔
 تو اسی مبارک میں اس کی سفید اس صدا لکھی گئی ہے کہ انہوں نے نبی سے بڑے
 میں بھی کر گئے۔ اس سے میں انہیں ہاری کیا بات ہے کہ تمہارے اللہ کا چہرہ تو
 سارے بندوں میں پسند کیا ہے۔ یہی کیوں عرق کرنے لگے ہو؟
 بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کا ایمان ہے ہی بڑا نازک۔ فدا سی نہیں لگ جائے
 تو لاشیں کے شیشے کی طرح پورے ہو جاتا ہے۔ چند روز کے بعد میں ایک دراصل اللہ
 قسم کے بزرگ کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ ایک مقام پر پڑھی تھا۔
 "اگر کوئی شخص تلاوت کے وقت ذکر اور استغفار اور اللہ تعالیٰ اور وعظی
 آدمی کے قدموں پر چلے جائے۔ یعنی پہلی آیت میں سنا لیا کہ جا کر ملتوں اور دوسری
 میں منہ موم بنا رہے تو وہ فوراً فرس ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو ہمیشہ
 میں جلازمہ ہے۔ انہیں کب کب لکھتا ہے کہ وہ فرس ہو جائے۔"
 چند دو سو سے بھی کالج کے چند طلبہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ کہ ایک شخص سے
 ایک شخص نے کہا کہ میں مولانا سمار سے تو سب میں گھس آنے اور فرمائے گئے کہ تم
 لوگوں کو لایا۔ اور کہتا ہے کہ میں نے غیر شریعہ میں اور غیر قرآنی ہے۔ ایک شخص
 کان میں جیسے کہ ہم تینوں پہنیں تو کافر۔ اگر کسی کو کافر سے مانس پر نہیں
 تو وہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کافر۔ خالصتاً ہوں کہ سجدے نہ کریں تو کافر۔ مولانا کو ملو
 نہ لکھیں تو کافر اور بیٹھیں تو کافر۔ خدا را تہیت ہم مولانا کی کافر لکھیں

سنگباری سے اپنے ایمان کو بچائیں تو کیونکر۔

ان اتوبین مرض یہ کرنا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی پیغام اور ایک ہی کتاب دی گئی تھی۔

مَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَّا مَقَاتِلَ لَهُ (اسجدة)
 اسے رسول ہم تمہیں کوئی پیغام نہ دے
 رہے میں جو گذشتہ انبیاء کو دیا گیا تھا۔

پیغام لانے والے سب کے سب جلیل المرتبت انبیاء تھے اور پیغام دینے والا وہی ذی الجبروت رب تھا جس کی صفائی و خلالتی کے حد رنگ کر تھے تم ارض و سما میں عیاں و نہاں دیکھ رہے ہو۔ اُس عظیم و حکیم کی طبعی سطح انزل سے ایک ہے اور ابد تک ایک رہے گی۔ اُس نے آج تک جو کچھ کیا وہ سراسر پا حیرت تھا اور جو کچھ کہا وہ سراسر اعجاز تھا۔

اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آغاز میں جب اللہ تعالیٰ نے آدم کا وجود پیدا کیا تھا، تو اُس کے ساتھ تین لڑکے آسمان سے گئے۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ کا فی تمیز کار ہو گیا، تو توہمی آدم لڑکی پاکر والدہ - منقرضہ اور دو بہری بن گئے۔ تو مولانا جنت کہیں گے لَقَدْ كَفَرْنَا رَحْمَةً كَافِرًا اور اگر توہمی شخص یہ کہہ دے کہ آغاز میں وحی صوف ایک قوم اور ایک قطعہ زمین تک محدود تھا اور کئی تھی۔ وہ تمام نسلی انسانی کی جدیسا کے لیے ناکافی تھی۔ اور اس میں قرآن کی فصاحت و بلاغت نہیں تھی تو آپ جنت لڑکیں گے۔ اَحْسَنُف (بہت خوب کہا) مولانا سے کون بچے کہ حضرت! جب اللہ کی تمام صفات بر لحاظ سے مکمل ہیں۔ اور کلام بھی اس کا ایک وصف ہے۔ تو پھر آپ تو رات کی زبان کو بلحاظ فصاحت قرآن کی زبان سے گفتگو کیوں مجھ رہے ہیں۔ کیا نزل تو نجات کے وقت اللہ کو صوائف آواز کا پڑھا تمہارے نہیں تھا؟

اس لیے یہ تسلیم کیے جانے چاہئے کہ نصاب میں کونسا صنف و بلاغت ہے۔ ہاکیڑگی مضامین اور
 اجماع زمانہ کے لحاظ سے اللہ کا کلام ہر زمانے میں بے مثال و عظیم انسان تھا۔ اگر
 قرآن ہدایت و نور ہے تو کورسٹ بھی یقیناً شفا و فرقان تھی۔ انسانی کلام میں نشیب و
 فراز ممکن ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ تو اکثر انہیں رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی نظم و مدحی
 سے کمتر ڈرتے کی ہو۔ لیکن خدائی کلام کے متعلق ایسا فرض کرنا اللہ کی صریح
 تعریف ہے۔

ترکمانی سیاست خارجی کی تعبیر چار سطحوں پر استوار کی گئی ہے۔ انہیں میں سے ایک
 یہ اعلان ہے کہ دنیا کے انسانی کا مذہب ایک ہے۔ آپ ان بیانات سے آگاہ ہیں
 جو اختلاف مذاہب کا بنا پر دنیا میں ہوتے رہے۔ اگر آج ہم شرک و اقسامت کے
 تمام مسائل کو استعمال میں لاکر حقیقت دنیا کے ذہن نشین کر دیں۔ مگر اسے آدم
 کے بیٹو! تمہارا مذہب ایک ہے۔ تم کیوں حماقت و جہالت کا مظاہرہ کر رہے
 ہو اور لوگوں کو راہ کیوں گمراہ کر رہے ہو تو انقلاب انگریز اعلان کے دو حقیقی نتائج برآمد
 ہوں گے۔ اول: دنیا میں مذہبی حرائیماں ختم ہو جائیں گی۔ دوم: دنیا میں اپنا
 ضمن سمجھ کر پہلی طرف نائل ہو جائے گی۔ اور یہ سب دو گورہ مقاصد ہیں۔ جنہیں
 اسلام حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اللہ نے حضور کو عربوں کی طرف نکالنا ہی مقصود تھا۔ سوال پیدا ہونا
 قوسرا استیلا ہے کہ کیوں؟ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ جس طرح سمندوں،
 ہواؤں اور بادلوں کا نامک پینے سے کیشوں کو سیراب کرنے کے لئے گندوں کے فاصلے
 سمیٹتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ کی آیتا شدت تشکی سے مضطرب ہو جاتی ہے تو
 اس کی رحمت آجبتیا کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ حضرت کرشن علیہ السلام
 فرماتے ہیں۔

چونچا دین سست مردوبے نہا نیم خود را بہ قسمل کے

رگیتا ترجمہ فیضی

چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں اہل عرب کی دنیا کے دل احتراق و التہاب کا وہ المناک منظر پیش کر رہی تھی کہ رحمت بے قرار ہو گئی، اور کوہِ فاران کے دامن سے سیلاب بن کر پھوٹ نکلی۔ یہ امتیاز صرف عربوں کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ہر ملک، ہر قوم اور ہر خطہ زمین بارانِ الہام سے فیض یاب ہوتا رہا۔ سطح زمین کے ہر حصے میں انسان آباد تھے۔ ہر مقام پر اللہ نے ان کی روحانی و جسمانی تربیت کا انتظام کیا۔ ہر جگہ بائیس برسائیں، کیتیاں اگائیں۔ پھل پھول پیدا کئے۔ زمین کے بلن سے تمدن سے اور پشمے پانی کے چشمے نکالے۔ ہر جگہ سورج، چاند اور ستاروں کی کرنیں نورِ دقوت کے خزان امدیئے کے بے پیمیں۔ ہر مقام پر انسان کو سمیع و بصر کی نعمت سے نوازا۔ ایک حکم اور مکمل جسمانی نظام عطا کیا۔ اور تولدے فکر و نظریے بہرہ ور بنایا۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ جسی اللہ نے انسان کا جسمانی غور و پروخت کے ایسے گستاؤں، ہواؤں، پہاڑوں، آنتوں اور متابوں کا پر شکوہ نظام قائم کیا تھا۔ وہ انسان کی روحانی تربیت سے بالکل غافل تھا، کہیں نہیں جسمانی و روحانی تکمیل کی راہوں پر ڈالتا میں تقاضے رہو نیست تھا۔

رگیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم نے انسان

الذی جعل لہ عینین ولسان

کو دوا ہمیں، وہ ہونٹ اور ایک زبان

و شفتین وھذیناۃ الضدین

دینے کے بعد راہیں بھی دکھادیں

(ابجد)

میں اس حقیقت پر حکم ایمان رکھتا ہوں کہ تمام حیوانوں کے جس نے تمام

ملکوں اور قوموں کی عرف انبیا جیسے تھے۔

تیسرے اور چوتھے کی طرح ہندو اقدار میں بھی قوم تہمتا ہے۔ ان کی تعداد کو دیکھنے سے متاثر ہے۔ یہ لوگ ازمنہ قبل از تاریخ سے اپنے ممالک میں آباد ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں اللہ نے صرف چند لاکھ عربوں کی طرف یہ سکڑوں انبیاء و مشائخ نوح، ابراہیم، موسیٰ اور محمد علیہ السلام بھیجے تھے۔ کیا اسی کے پانچ سائے گزرتے چینیوں اور تیس کروڑ ہندوؤں کے لیے کوئی بھی نہیں تھا۔ یقیناً تھا۔ ستوا اللہ کا فیصلہ:

وَسَيُكْفِيهِمْ مَا يَشَاءُونَ
 رجم نے ہر قوم کی طرف ہادی و رہبر بھیجے

سورہ فاطر میں اس مضمون کو عربوں اور انبیاء
 وَ اِنْ يَنْتَهِبُوا الْاَرْضَ
 رجم تو اس میں کوئی نہ کوئی خدا سے ڈرتے
 فَيَنْهَئُوهُمْ عَنْهَا
 (والو آیت)

ایک سو روپی صاحب نے آیات کے متعلق گفتگو ہوئی تو فرماتے گئے :
 ہادی و نذیر کے لیے نبی ہونا ضروری نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہندوستان و چین میں سرسید جلال الدین الفانی بابا ابوالکلام جیسے رہنما گزرتے ہوں اور نبی کوئی نہ آیا ہو جب میں نے قرآن کی یہ آیت پیش کی

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا
 رجم نے یقیناً ہر قوم کی طرف کوئی
 رسول بھیجا تھا۔

تو آپ لا حول پڑتے تھے کہ شریف بے گئے۔

آیات بالا سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ کے انبیا تمام اقوام کی طرف آئے تھے۔ جو ایک رب کا نفاذ ہے ایک نسل انسانی کی طرف ایک ہی پیغام لانے کے لیے۔ اس پیغام کو عربی میں اسلام، آریہ میں تہذیب، فارسی میں مژدراہ ہندوؤں میں ہندوؤں میں آپ کو اللہ کے ہوائے کو دینا اور انگریزی میں مسیجر اور NOD (NOR) یا مفسر

(KURAN 291: 292) یعنی خدائی احکام کے سامنے جھکتا کھینچے ہوئے تاکہ ان مخالف کا پیغام ایک تھا۔ بالکل وہی جو قرآن میں موجود ہے۔ اس لیے ہم یہ اعلان کرنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کا اجارہ صرف ہمارے پاس ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم اس نعمت سے بہرہ ور ہے اور ظاہر ہے کہ جو فریاد یا قوم ان اسلامی مخالف پر عمل پیرا ہوگی۔ وہی مسلم کہلائے گی۔ حضرت نوح اور ان کے پیرو مسلم تھے حضرت نوح فرماتے ہیں۔

وَأَمِلْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (مجھے اللہ نے مسلم بننے کا حکم دیا ہے)

حضرت ابراہیمؑ اپنی اولاد کو ہدایت کرتے ہوئے
فَلَا تَكُونُوا أَقْوَامًا مُّشْرِكِينَ (تم مرتے دم تک مسلم رہنا)

حضرت موسیٰؑ یہودیوں کو یوں مخاطب کرتے ہیں:
فَعَلَيْكُمْ تَوَكَّلُوا أَنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِينَ (اگر تم مسلمان ہو تو صرف اللہ پر تکیہ کرو)

جب ساحرین (جمن) حضرت موسیٰؑ پر ایمان لاتے ہیں تو کہتے ہیں:
مَرَبَّنَا أَنْتَ عَلَّمْتَنَا مَهْنًا وَتَوْفَانَا (اے رب ہمیں استقلال دے اور
مُّسْلِمِينَ (آخری دم تک اسلام پر قائم رکھ)

حضرت یوسفؑ نے کہا کرتے ہیں ا
تَوَكَّلْ عَلَىٰ مُّسْلِمِينَ (اللہ تعالیٰ پر توکل کر)

حضرت مسیحؑ کے حواری ایمان لانے کے بعد کہتے ہیں ا
مَرَبَّنَا أَنْتَ عَلَّمْتَنَا مَهْنًا وَتَوْفَانَا (اے اللہ ہم ایمان لے آئے تو
ہمارے مسلمان ہونے پر گواہ رہنا)

یہ تو ان اقوام کا ذکر تھا جن کے انبیاء کا تذکرہ قرآن میں ملتا ہے۔ بیسیوں

اقوام ایسا بھی ہیں جن کے انبیاء کا ذکر قرآن میں موجود نہیں۔

رسول تم سے پہلے دنیا میں اپنے انبیاء
بھیجتے رہے جن میں سے بعض کا ذکر
قرآن میں موجود ہے اور بعض کا
نہیں۔

لَقَدْ آتَيْنَا نُوْحًا سُلٰتٰنًا
فَبَيَّنَّا مِنْهُمُ الْمَقٰلِمَ
وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ فَكُفِرْنَا
عَنْهُمَا

چونکہ یہ تمام انبیاء صرف ایک مذہب یعنی اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اس لیے ان کے پیروں کو مسلم کہلاتے تھے۔ مجھے یوں نظر آتا ہے کہ آقا زین صرف ایک اہمیت تھی جس کا مذہب اسلام تھا۔ بعد میں آگے ہادی، پیر میں اٹلا، پیر دست گیلی، پوپ، اعلیٰ اور قاضی۔ ان لوگوں نے انسانی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اسلام کی دو جہاں اُتر آئی اور ابھی آدم کو یہود و نصاریٰ، ہندو، جینی کئی و شیعہ اور دہلی و احمدی میں بانٹ کر رکھ دیا۔

نسل آدم ایک ہی امت تھی۔ لیکن گزیر
میں بٹ گئی۔ ہر جگہ می نکلتیں حال نہ
ہوئیں۔ کونہ اس اختلاف کا پہر
تیسرہ کر دیتے۔

مَا كَانَ الْاِنْسَانُ اِلَّا اُمَّةً وَّاحِدَةً
فَاخْتَلَفْنَا لَادُلُوْا لَكُم مِّنْ سَبَقَاتِ
مِّنْ عَمَلِكُمْ لَتَقْبُوْا فِيْهَا
رِيْوًا يَّخْتَلِفُوْنَ ۝

بہر حال یہ حقائق کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں کہ خدائی مذہب کا نام اسلام تھا۔ اور اس کے پیروں کو مسلم کہلاتے تھے۔ بعد میں یہ لوگ یہود و ہندو بن گئے اور ہم سنی و شیعہ کہلانے لے۔ آج کہ ہم میں اور ان میں دیکھائیں ہمیں بلکہ طویل و درمیان میں ہمارے حال سے گئے ہیں۔ ہمارا یہ قرآنی و خدائی فرض ہے کہ ہم کو اللہ کی بلند یوں پر چڑھ کر اعلان کریں کہ اسے آدم کے بیٹو! تمہارا مذہب ایک ہے۔ تم اپنی کتابوں پر غور کرو۔ تم اپنی پر غور کرتے ہیں۔ تم اپنی تعلیم کا جھنڈا تیار کر لو، تم اپنی کا

پہرل کر پیشیں اور سوچیں کہ کیا ہم دونوں کی تعلیمات میں کوئی چیز متضاد موجود ہے۔ اگر نہ ہو اور یقیناً نہیں، تو پھر کیوں نہ ہم مل کر کام کریں۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلیں۔ جمالیوں کی طرح آگے بڑھیں۔ امن و سلام قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ بنائیں اور اس زمین کو راحت و اخوت کی نعمت بنا دیں۔

قلت یا اهل الکتاب تعالوا الی
 ربنا نسوّم بکتابنا و بینکمْ
 (اسے صحائف والو، اور مشترک احکام
 پہرل کر عمل کریں)۔

یہی وہ عالم گیر اخوت، اجماع عالم محبت اور جمعیت آدم تھی۔ جس کا خواب
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا۔ یاد رہے کہ تفسیر حکیم مشرق نے ان الفاظ
 میں پیش کی تھی۔

کہنے دیا خاک، بیوا کہ یہ پیغام
 جمعیت اقوام، کہ جمعیت آدم؛

(۲۴)

اور یہ تھا اسلامی سیاست و حکمت خارجہ کا وہ سراغ کہ ستون

تیسرا ستون
 اسلامی چوہانہائی کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا اور ترقی اور ترقی کو
 دانا سلام بنانا ہے۔

وَاللّٰہُ یَدْعُو الی دَابِحِ
 (ابھد تمہیں دعوت دیتا ہے۔ کہ
 دنیا کو وار السلام بناؤ)

اور اس مقصد کا حصوں اس وقت تک ناممکن ہے۔ جب تک اقوام عالم
 جبر و ستم، نصب حقوق اور حق و توجہ سے دست بردار نہ ہو جائیں جب تک برطانیہ
 کی چشم آزا ایران و بحرین کے تیل پہلی ہوئی ہے۔ جب تک فرانس مراکش الجزائر
 اور انڈوچائنا کی دولت سے دست کش نہیں ہوتا۔ جب تک امریکہ کی ٹولف
 کھسوت عربستان میں اور ہالینڈ کی جزائر شرق الہند میں غم نہیں ہوتی۔ تو کیا میں

قیام امن کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ غضب حقوق، ظلم، اور کجسوت اور فسق و فجور کا لازمی نتیجہ برائمنی ہے۔ اگر کسی علاقے میں دن رات بے ڈانگے بڑے بڑے بوں اور لوگ مکلم کلمہ تو احسن کے شکر تکب ہوتے ہوں۔ تو وہاں امن نہیں ہو سکتا۔ بد امنی ایک لعنت ہے، جو بدکاری یعنی کفر کا نتیجہ ہے۔ اور امن ایک نعمت ہے جو عدل و انصاف، بلند کردار اور خیر و معروف یعنی اسلام سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ یمن ایہ یکنانہ ہم فی الامس عن
 آقا صوا الصدوة والکالتہ کوہ و
 آمان ذابا عن عرف و نسوا
 عن السکک

اگر ہم اپنے نیک بندوں کو دنیا کی
 آقا کی عطا کر دیں تو وہ شب و روز
 ہمارے سامنے جھکیں (آقا مصلوق)
 ہمارے غیب بندوں کی بہتری پر اپنی

دولت خرچ کریں۔ (الذوالکوۃ، وہ عادل و احسان، رحمت، خدمت خلق اور نیکی کا حکم دیں، معروف، اور بہ قسم کی بدکاری دستم کاری دستگیر، کا استیصال کریں۔)

ارض و سما پر ایک چمپائی سی نگاہ ڈالو تمہیں بہ بیچ مومن و ساجد نظر آئے گی۔ سورج و قمر، پہاڑ اور ڈوب رہا ہے۔ ستاروں کے قافلے نہایت باقاعدگی کے ساتھ اپنی شناہا ہونا پر رواہ ہیں۔ یہ ایسے کندھوں پر گمشاؤں کے گول یے اپنی منزل کی طرف جا رہی ہیں۔ شعل ہر جگہ شہد بنا رہی ہے۔ دریا بہر مقام پر نشیب کی طرف بہ رہے ہیں۔ اور نورم جگہ اپنے مرکز کی طرف مائل پڑوا رہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ کائنات کا ہر منظر اپنے دستور کو بنا رہا ہے۔ اپنے ضابطے پر چارونما جا رہا ہے اور از عرش تا عرش منیت الہی کی تعمیل میں مرفوعا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ارض و سما میں کبھی کوئی بد نظمی نہیں رہی نہیں ناقص نہیں، فتور نہیں۔

فَأَمْرٌ جَمِيعٌ الْبَصِيرَ هَلْ تَسْرِي
 مِنْ قُلُوبِهِمْ . (اس کائنات کو بار بار دیکھو کیا
 تمہیں کوئی فتور نظر آتا ہے ؟)

کیے نظر آنے جب تمام کائنات ساجد و راجع ہے۔ مومن و مسلم ہے اور
 اپنے قرآن (دستور العمل) کی تعمیل میں میرے تھے۔ اسی تعمیل، اسی تسلیم اور
 اسی رکوع و سجود کا دوسرا نام دین یا اسلام ہے۔ جسے حامل قرآن سطح زمین
 پر نافذ کرنا چاہتا ہے۔ کیا کوئی ایسا انسان موجود ہے۔ جو تسلیم و سجود کی عظمت
 و افادیت سے منکر ہو۔ کوئی ہے جو کفر و عصیان کو باعثِ حلال و عظمت سمجھتا
 ہو۔ اگر ہے تو اُسے کہو کہ کائنات کے ایمان و اسلام پر نظر ڈالو اور اپنے نقطہ
 نگاہ کی اصلاح کرو۔

أَفَلَيْتَرَوُنَا اللَّهُ بِمَا نُنْفِئُونَ وَآلِهَةً
 مِمَّنْ فِي السَّمَوَاتِ
 وَإِنَّا لَنَرَاهُمْ فِي طُغْيَانٍ كَثِيرٍ مِّنْهُمَا
 قِافًا مَّوَدَّعِينَ (آل عمران)

کیا یہ لوگ اسلام کے بغیر کسی اور دین
 کی تلاش میں ہیں؟ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ
 زمین و آسمان کی کل کائنات مسلم ہونے
 پر مجبور ہے اور ہر چیز منازل ارتقا طے
 کرتے ہوئے دایہ یوجہوں (اللہ کی
 طرف جا رہی ہے)

اگر فضائے آسمانی کا کوئی کرہ ایک لمحے کے لیے آئینہ تسلیم (اسلام) کو
 چھوڑ دے، تو ربِّ السموات اُسے کسی ٹیپ ستارے پر وہ چٹپٹی دے کہ اُس
 کی حیات کا فرد کا نشان تک باقی نہ رہے۔ آقائے کائنات شجر و حجر،
 جن و بشر اور شمس و قمر سے مکمل اطاعت، تسلیم، انقیاد اور اسلام چاہتا
 ہے۔ اور کیوں نہ چاہے ہے کوئی ایسا حاکم جو نافرمانی کو پسند کرتا ہو۔ کوئی نہیں
 اس لیے۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ
 دینا فَاِنَّ يَفْعَلَ مِنْهُ

اسلام کے بغیر کوئی اور دین چاہے

سارے نئے کر آذگے تو پھر اسے

(آل عمران)

کائنات بڑی عظیم ہے، اس کے سمندر میں جلال ہے۔ پہاڑوں میں جلال ہے۔ کوہ ساروں میں عظمت ہے۔ فضاؤں میں برکت ہے۔ طوفانوں میں عظمت ہے۔ سلاہوں میں سلطنت ہے کیوں؟ اسی لیے کہ یہاں بندہ تسلیم نہیں۔ اگر انسان جس کائنات کا دین اختیار کرے تو وہ کائنات کا ہم آہنگ و ہم قدم ہی جائے۔ وہ چلے تو تاروں کا ہم سفر ہو کر۔ گائے تو بشاروں کا ہم نوا بن کر۔ جسے تو لاکھ پھلیاں شکرا دیں۔ روئے تو گھاٹی برس پڑیں۔ اٹھے تو لاکھوں مشر اٹھ پڑیں۔ بیٹھے تو کائنات کا دل بیٹھ جائے اور تیر چلائے تو نندا آئے۔

مَا تَمَيَّنَتْ اِذْ تَمَيَّنَتْ
 یہ تیر تم نے نہیں چلایا۔ بلکہ ہم

رَبِّكَتَ اللّٰہَا سَمَّحٰی
 نے چلایا ہے۔)

قطرہ سمند سے باہر کتنا حقیر ہے۔ اور سمند میں کتنا عظیم۔ یہ کائنات تسلیم و انقیاد کا ایک سمند ہے۔ ہم تو گر تسلیم بن کر اسی کائنات کا ایک جزو بن جاتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ پوری کائنات بن جاتے ہیں۔ چھکارا تسلیم ہی وہ نہیں ہے جو انسان کو انسانیت کبرئے کے اُفقِ اعلیٰ پہ پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے۔ جو امنِ عالم کا محافظ اور عظمتِ آدم کا ضامن ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام کا مقصد قیامِ امن ہے۔ جو اقوامِ عالم کے تعاون کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ آخر دنیا کے دو ارب و پچاس کھرب انسانوں کی اکثری سبوتی گردنوں کو امر الہی کے سامنے جھکا دینا کوئی کھیل نہیں۔ دوسری طرف بین المللی تعاون کا حصول بھی کوہکن کے حصے شیر سے کم نہیں۔ مذہبِ انسان کی

ذو دقتی ہونی رک ہے کہ زما ہاتھ لگ جائے تو ساری فضا تالہ و شیون سے
 بھر جاتی ہے۔ ایک انسان ذالی تو ہیں، گایاں، مار پیٹ چوری اور حواشی مرگ
 و فراق برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اپنے خدا مذہب و کتاب، رسول اور
 مفید کے خلاف ایک منگلا حکمت نہیں سن سکتا۔ اگر ان میں سے کسی ایک کی تعریف
 کی جائے تو وہ بے حد خوش ہوتا ہے۔ ظہور پاکستان سے پہلے راولپنڈی کے
 ایک نامداری مکہ مسلمانوں کے ہاں میر تقی کے جلسوں میں رسول کریم صلعم کی
 حیات مطبوعہ پر تقریریں کیا کرتے تھے۔ ہر تقریر کے بعد دو چار روز تک مسروانہ
 موصوف کی دستخط نظر می پک نگاهی کا چرچا ہا کرتا تھا۔ دوسری طرف ایک منتر
 ایک مسلمان اور فیصلہ ایک کالج کے احاطہ میں کہیں کہہ دیا کہ شرط، کرشن اور محمد
 علیہم السلام کے اقوال پاکیزگی و حقیقت کے لحاظ سے ہم سب سے ہیں
 یہ کیا نما۔ مٹائی و بنیت نے اس کی وہ خبر لی کہ تو بھی جی ملی، دوسری اقوام کے انہما
 یہ ایسا لانا۔ ان کے اسوہ حسنہ پر چلنا۔ ان کے مناقب بیان کرنا۔ انہیں سب لحاظ
 سے محمد صلعم کا ہم مرتبہ ثابت کرنا اور ان کی تعلیمات کو تعلیمات قرآن کہنا ہمارا
 سہوتا۔ لیکن اسے کر رہے ہیں بعض غیر مسلم اور ہم اپنا سارا زور قلم اور صحیفوں
 کی سارے طاقت انہما نے سلف کی تو ہیں و حقہ ہر حرف کر رہے ہیں کیا ہر جمعہ کو
 ہمارے خطبات میں یہ جملہ نہیں ہوا کرنا۔

والسلام علی خیرہ۔ الا نبیہا
 (اللہ کے بہترین پیغمبر یعنی محمد صلعم
 پہ سلام ہو)

اور کیا اس کا مطلب حصر یہاں نہیں کہ ہائی انہما ہمارے رسول سے گشتا ہیں
 کیا ان شیطیوں کی نظر سے یہ حدیث نہیں گندی؟
 وَتَقُولُوا آتَانَا خَيْرًا مِنْ

و مت کہو کہ میں کوئی پیغمبر سے

یونس -

انفلس قوموں

یہ اہم کچھ ان " ائمہ الاسلام " کے قرآن سے یہ آیات طائب ہو چکی ہیں ؟
 کَلَّا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا كُنَّا نَعْمَدُ
 كُتِبَ عَلٰى سُلَيْمٰنَ اَلَّا يَتَّبِعَ الْفٰسِقِيْنَ
 اَخْبَرْنَا مِنْ قَبْلِكَ - (البقرہ)

وہم مسلمان اللہ، اس کے فرشتوں
 اُس کی تمام کتابوں اور اس کے تمام
 انبیاء پر یوں ایمان لاتے ہیں کہ کسی کو
 چھوٹا بڑا نہیں سمجھتے۔

اسی عالم کے متشکل اور تعاون اقوام کے متلاشی مسلمان کے بے ضروری تھا
 کہ فرقہ تمام اقوام یعنی عرب و عجم، رنگ و جنس، چین و ہند اور ایران و یونان کے
 انجیر، ماموئی و عیسائی، ابراہیم و محمد، رام و کرشن، سقراط و کنو شمش اور
 زرتشت و پورہ علیہم السلام کی صداقت اور ان کے صحائف پر ایمان لائے،
 ان کی تعلیمات پر مقالے لکھنا، ان کا تطبیق قرآن سے ثابت کرنا و کسی کو چھوٹا بڑا نہ
 کہنا۔ سب کی برابر پر تعظیم کرنا، سب پر برابر برابر صلہ و رحمتنا۔ سب کا حکم پرستنا
 سب کے احکام ماننا اور سب کو نسل آدم کا بادی و نازی تسلیم کرنا۔ لیکن ہماری
 حالت کیا ہے۔ ہم سلا و بیہوشی میں اپنی تعظیم کو پڑھے بغیر مشرک بنا دیتے ہیں۔ تو راست و صحیح
 انجیل کو بلا تحقیق محض تمہرا گئے ہیں۔ زرتشت کو ایک آتش پرست مہلکہ قرار
 دیتے ہیں۔ ہر تماند کو منکر خدا بتاتے ہیں۔ اور سقراط کو محض ایک منکب نے
 فلسفی کا درجہ دیتے ہیں۔ کیا آپ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ اللہ نے ہر قوم
 کی طرف اپنا پیغام بھیج دیا ہے اور جینی قوم نہیں ہے۔ اگر ہیں تو ہر ان کے انبیاء
 پر تم کیوں ایمان نہیں لاتے۔ ان کی کتابوں کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ کیا آپ کے

سے مزید نفس و غفلت اور ایسا آئندہ میں آئے گی۔
 برحق

قرآن عظیم میں یہ وعید نہیں دیکھی۔
 وَمَنْ يَلْمِزْنا بِالشَّارِعِ الَّذِي كُنَّا
 مُكْتَسِبِينَ وَمَنْ يَلْمِزْنا بِالْآيَاتِ
 الَّتِي نُنزِّلُ بِالْحَقِّ فَعَدَا كَيْدَ الْمُؤْمِنِينَ
 وَشَاءَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (النساء)

مزید شرح اس آیت میں دیکھئے

إِنَّ الَّذِينَ يَلْمِزُونَنا بِالشَّارِعِ
 الَّتِي كُنَّا مُكْتَسِبِينَ وَالَّذِينَ
 كَفَرُوا بِالْآيَاتِ الَّتِي نُنزِّلُ بِالْحَقِّ
 فَعَدَا كَيْدَ الْمُؤْمِنِينَ وَشَاءَ
 سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (النساء)
 وَمَنْ يَلْمِزْنا بِالشَّارِعِ الَّذِي
 كُنَّا مُكْتَسِبِينَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
 بِالْآيَاتِ الَّتِي نُنزِّلُ بِالْحَقِّ
 فَعَدَا كَيْدَ الْمُؤْمِنِينَ وَشَاءَ
 سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (النساء)

جو شخص اللہ و ملائکہ، آسمانی صحائف
 اس کے انبیاء اور یوم آخرت کے انکار کرتا
 ہے۔ وہ بہت بڑا گمراہ ہے۔

جو لوگ اللہ اس کے انبیاء میں تفریق
 پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض
 انبیاء کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں
 مانتے اور اس طرح وہ بین بین چلنا
 چاہتے ہیں۔ یہ لوگ صحیح معنوں
 میں کافر ہیں اور ہم نے ان کے لیے
 رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔
 اور جو لوگ اللہ اور اس کے تمام
 انبیاء پر بلا تفریق ایمان لاتے ہیں
 ہم عنقریب انہیں اس راجح
 سیاست کا اجر دیں گے

ہم نے بعض انبیاء کی توہین کی۔ بعض کا انکار کیا اور اپنے صحائف کی تردید
 پر پیشہ رکھا ہے کہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ توہم عالم ہم سے تفرق ہو گئیں۔ سب
 نے مل کر ہر زمانے اور ہر ملک میں رہیں۔ پتیا اور رسوا کن عذاب دیا۔ آج
 کہ مسلمانان عالم میں صحافت تازہ کے آثار ہو رہی ہیں۔ اور اسلام کی عظیم سیاست
 کے مختلف پہلو آشکارا ہو رہے ہیں۔ کوئی عجیب نہیں۔ اگر ہم جس وہ مسلمان پھر

پیدا ہو جائیں۔ جو تمام انبیاء و صحائف کی صداقت کا اعلان کر کے دنیا کا دل
 متوہ لیں۔ اور اس طرح اس مقصد کو پالیں۔ جس کے لیے خلیفہ امت کا ایسا
 کیا تھا۔
 اُولَئِكَ سَوَّاهُ قُلُوبَهُمْ لِيُحْمِلُوهُنَّ لَهُمْ۔

الہامی صحائف کا انداز بیان بڑا پراسرار و پیچیدہ اور سہل ممتنع ہوا کرتا ہے
 ہو سکتا ہے کہ تورات کی کوئی ہیئت بظاہر قرآن کے خلاف نظر آنے یا گیتا کی
 کوئی آیت آپ کی کسی آیت سے متصادم ہو رہی ہو۔ اس کا علاج یہ نہیں
 کہ آپ قلم اٹھا کر تورات و گیتا کی تفسیر و ترویج پر نصاحت و بلاغت کے
 دریا بہا دیں اور ایک ارب ہنود و نصاریٰ کو اپنا دشمن بنا لیں۔ بلکہ یہ ہے کہ
 خود سوچیں۔ اپنے اہل فکر و نظر سے پوچھیں، پادریوں اور بھائیوں سے چلیں۔ اگر
 پھر بھی اطمینان نہ ہو تو کوئی تادیب کریں، یا انتظار کریں۔ شاید سائنس کا کوئی
 انکشاف یا علم النفس کا کوئی جدید نظریہ اس عرصہ کو داگر دے، کیا آپ کو قرآن
 میں بیسیوں متصادم اور مشکل آیات نظر نہیں آئیں۔ مثلاً ایک مقام پر ہے
 کہ انسان اپنی پرکارتی سے گمراہ ہوتا ہے اور دوسری جگہ دیا ہے کہ اللہ گمراہ
 کرتا ہے۔ اس متصادم کی کیا تاویل ہے۔ اگر نہیں پوچھیں آپ قرآن پر کھن ایسا
 رکھتے ہیں۔ تو یہی سلوک تورات و گیتا سے بھی کیجئے۔ ہم پہلی کتابوں کے محفظہ
 (وَصَهِيمًا عَلَيْهِ) بنائے گئے ہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ان کی حلافت ہے نہ
 کہ ترویج و تکرار۔

وَلَا تَجَادُوا أَوْلِيَاءَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْحِسَابِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ
 هُمُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْمَنَافِقِ وَالظَّالِمِينَ
 فَكُونُوا لِلْمُؤْمِنِينَ رَاقِبِينَ
 وَقُلُوا لِلَّذِينَ لَا يَدْرُونَ
 الْبُرْهَانَ كَذِبًا

تم کتاب دلوں سے جب کوئی علی
 بحث کرو۔ تو انتہائی تہذیب و شہلی
 سے کاہلو۔ ہاں اگر کوئی زبان کرے

مَا لَمْ يَأْتِ الْبُرْهَانَ إِلَّا نَزَلَ
 بِالْحُكْمِ وَالسُّنَنِ وَالسُّلْطَانِ
 وَبِحُدُودِ مَنْ لَمْ يُسَلِّمُوا
 (مکتبہ)

تو وہ بات ہے۔ ان کتاب در اصول
 سے کلمہ کھلا کہہ دو کہ ہم اپنی کتاب
 اور تمہارے صحائف پر ایمان لاتے ہیں
 ہم سب کا اللہ ایک ہے اور ہمارا کا
 ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔

ایسا وقت کلمہ قرآنی حکمت خارجہ کے تین اصول بیان کر چکے ہیں۔
 اول: دین ایک ہے۔

دوم: ہر قوم کی طرف انبیا مبعوث ہوئے۔

سوم: مسلمانوں کا نام تمام انبیاء و صحائف پر بلا تفریق ایمان لانا ہے۔

آئیے اب جو تھے رسول یعنی "مکافات عمل" پر بحث کریں۔

چوتھا اسقون۔ مکافات عمل: یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ عمل کا ایک

صلہ ایک عملہ سے بنتا ہے۔ محنت کا صلہ کامیابی سے اور کالی کا انجام ناکافی۔ جو لوگ

دنیا تک کام کرتے ہیں۔ تلاش علم کے یہ معمولات سمجھتے ہیں۔ استمرار کائنات کو

بے محاب کرنے کے بہت سی دوسرے استعمال کرتے ہیں۔ انہیں اپنی کوششوں

کا صلہ ہرگز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج تک یہ نہیں کیا کہ بل پورے دنیا

مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ نفس کا ہے اور غیر مسلم کسان کو اس کی محنت کے

اجر سے محروم کر دے۔ یہ مسلم امیدوار کو امتحان میں کامیاب کر دے اور غیر

کو اسباب کیوں جو جو ہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے تو ہر قوم کے لیے یہ

کو ناکام۔ یا مسلمانانِ دوزخی کو صحت کا صلہ دے، اور انگریز کو بیمار بنا دے۔ ہزار ہا مشاہدات اور ہزار ہا سال کی تاریخ ہمارے سامنے ہے کسی ایک موقع پر بھی اللہ نے صلہ کو عمل سے جدا نہیں کیا۔ اُس نے جہاں عملِ صحت اور شش دیکھی، وہاں انعامات کی بارش برسا دی۔ اور جہاں غفلت کا بیج اور کام چوری نظر آئی۔ وہیں ناکامی، نامرادی اور سوال کی سزا دے دی، موجودہ اقوامِ عالم کی مثال ہمارے سامنے ہے جن اقوام میں ضبط، ایثار، صحت، تلاشِ علم، اتحاد، صبر و عزم، یقین اور تسلیٰ عناصر جیسے اعمالِ صالحہ پائے گئے۔ اللہ نے انہیں ممکن فی الارض، عزت و جلال اور آقاہی کا ثبات کے انعامات سے نوازا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا لِي السُّبْحَانَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
الَّذِي كَسَرْنَا أَنْ الْوَسْطَىٰ يَوْمَئِذٍ
عِبَادِي الصَّابِرُونَ ۝

ہم نے آپہنیں بقا کی تفصیل (الذکر) کے بعد لہجہ میں یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے واسطے وہ لوگ قرار پائیں گے جن کے اعمالِ صالحہ ہوں گے۔

اور جو لوگ دعا کو عملِ کاملی کو توکل، انتشار کو وصیت، دلچ و دریدہ کو گیم فقر، یونانی غرافات کو معراجِ علم، کلمہ کو کلیدِ جنت، نور کو ظلمت اور ابلیہ کو کمالِ غرور سمجھتے تھے۔ اللہ نے انہیں رسوا کن سزائیں دیں۔ انہیں جہانِ بانی سے اٹھا کر فرشتوں کے دروازے پر دے چکا، انہیں اپنے گروں سے باہر نکال دیا۔ ان پر انڈاس، امراض، قرض، رند سیاہی اور قحط کی وبایں مُسقط کیں۔ ان کی اہلی دوسرے دوسرے سمیٹ کر لے گئے۔ وہ ایک ایک ڈالر کے بے امریکہ کے محتاج بن گئے، ان کے علمی، صنعتی اور فوجی اداروں پر فرنگ مُسقط ہو گیا۔ ان کے پاس صنعت نہیں۔ حرف نہیں۔ ماہرینِ علوم نہیں۔ اہل فنون نہیں۔ ان کے وسیع بیا بانوں میں شرکیں نہیں۔ ان کی خام اجناس کے بے صنعت گاڑیں نہیں، تاجر بہ گاڑیں

نہیں۔ بعد گاہی نہیں۔ الغرض مذہبی پندار ذہنی غرور اور ایک پست قسم کے اسلام کے بغیر وہاں کچھ بھی نہیں۔ ایک طرف محنت، عمل، یقین، پہاڑوں کو بلا دینے والا ایمان، آسمانوں کو اٹھ دینے والا عزم، رُوح افزا علم، جہاں گیر حقائق اور حیات انگیز بینات ہیں اور دوسری طرف لائینیٹی، بے مقصدی؛ بے راہی، بے عمل پندار، لائینی غرور، عقیدہ اور حیات سوز خانقاہیت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عمل پسند اللہ کی نگاہ میں یہ دونوں گروہ برابر ہیں؟ سرگز نہیں۔ اعمال کا فیصلہ نتائج سے کر دو۔ پہلے ان اقوام کے اعمال کا جائزہ لو۔ پھر ان انعامات کی بارشوں کو دیکھو جو ان پر پیغمبریں برسی رہی ہیں اور اس کے بعد اگر گوش حق نبیوش واسمو، تو اس فیصلے کو سنو:

اَحْسَنُ كَانِ عَلَىٰ بَيْتِنَا قَوْمٌ سِوَا
قَوْمِ مَدْيَنَ لَمْ يَسُوْا حَمِيْلًا
وَ اتَّبَعُوْا اَهُوَادَهُمْ
(محمد)

آتی ہیں اور وہ جتنا سنے پندار سے
دا تَبَعُوْا اَهُوَادَهُمْ؛ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے

اس جو ان اسباب وعلل میں ایک مثال بھی تو ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے کام کیا ہو اور وہ اجر سے محروم کر دیا گیا ہو۔ کسی نے پانی پیا ہو اور اس کی پیاس نہ بجھی ہو۔ پیٹ بھر کر روٹی کھائی ہو اور بدستور مجھو کا ہو۔ اصول صحت کا پابند رہا ہو اور پھر بیمار ہو۔ یا صحت کو تباہ کرنے کی پوری کوشش کی ہو اور پھر صحت مند ہو۔ پنداریوں کی راہوں پہ چلا ہوا ذلیل ہو گیا ہو۔ یا سنوائی وقت کا سامان فراہم کیا ہو۔ اور معزز بن گیا ہو۔ حصولی علم پہ برسوں صرف کئے ہوں اور جاہل رہ گیا ہو۔ یا عالم کے قریب تک نہ چمکا ہو اور عالم بن گیا ہو۔ اللہ نے اعمال کے ساتھ ان کے صلے

یوں ہاندہ دیئے ہیں کہ انہیں کوئی جنت منتر ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتا۔

قَدْ جَفَّ الْقَلْبُ بِمَا هَوَوُ
دکانب تقدیر کا قلم اعمال کے صلے
معیین کرنے کے بعد خشک ہو گیا۔

تقدیر کیا چیز ہے؟ یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ماپنا، توڑنا، میس کرنا۔ اللہ نے سہمیل کو اچھی طرح تول کر اس کا ایک صلبہ معین اور مقدر کر دیا اب اس صلے کو ہماری کوئی تدبیر، کوئی دُعا اور کوئی امکانی کوشش اس عمل سے جدا نہیں کر سکتی۔

وَمَنْ يُعْمَلْ بِشَقَالٍ وَتَرَةً خَيْرًا
جو شخص نہایت چھوٹی سی نیکی کرے گا
يَسْرُهُ وَمَنْ يُعْمَلْ بِشَقَالٍ
اُس کا پھل پانے گا۔ اور اگر فتنہ مبر
ذَرَّةً شَرًّا يَسْرُهُ . (زلزال)
بدی کرے گا۔ تو اُس کی سزا بھگتے گا)

جو لوگ دنیا میں حصولِ علم کے لیے محنت کرتے ہیں۔ انہیں علم ملتا ہے۔ جو دولت کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ انہیں دولت دستیاب ہوتی ہے۔ جو زبرد رہبانیت کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہیں۔ انہیں اس نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ نے آج تک یہ نہیں دیکھا کہ کام کرنے والا کون ہے؟ کس مذہب کا پیرو ہے؟ سرمنڈا ہوا ہے یا ہاتھ بھر چوٹی شکار کھی ہے۔ ڈاڑھی مثلاً ہے یا ڈاڑھی میجر حرم نشین ہے یا بندہ دیر۔ عابد یزدان ہے یا پرستارِ اہرمین۔ تم، خداؤں کا قائل ہے۔ یا امین سوسائٹہ بتوں کا پجاری۔ اُس سے اس کا عمل دیکھا اور حبشہ جلد سے دیا وہ علم مانگتا تھا تو اُسے آئن سٹائن، سپنسر، گوٹھے، رازی سینا اور ہومر بنا دیا۔ وہ دولت چاہتا تھا، تو اُسے فورڈ، ہاتا، ڈالمیا، اور آدم جی کی دولت سے دی۔ وہ مدعا نیت کا طلب گار تھا تو اُسے ہانک و امیک

پہنچد ہایز پڑ کی عظمت عطا کر دی۔ خبا کے لیے مجھے صرف ایک ایسی مثال بتا دو۔ جہاں اللہ نے صلہ کو عمل سے جدا کر دیا ہو۔ مت محبوبو۔

کَیْسٌ بِالْأَنْسَابِ إِلَّا مَا صَعَى رَأَتْ
سَعِيَهُ صَوْفَ يُرَى ثُمَّ يَحْذَأُ
الْجَنَّةَ أَوْ الْوَدَى (انجم)۔
انسان صرف کوشش سے بنتا ہے
ہم اس کی کوشش پر ضرور غور کریں گے
اداسے پورا پورا بدلہ دیں گے)

صرف ہیں نہیں، بلکہ اس دنیا میں بھی اپنی کوششیں کام آئیں گی۔

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْأَنْسَابُ مَا
صَعَى (الفاظ صاف)
یوم عشر میں بھی انسان اپنی دنیوی
کوششوں کو یاد کرے گا۔

اگر ہم کسی انگریز کے سامنے اپنا یہ عقیدہ بیان کریں کہ غیر مسلم کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، تو وہ ہمارے اس احمقانہ نظریے پر کھل کھلا کے ہنس دے گا اور کہے گا:۔۔۔ وہی ایک عیسائی کا محنت بڑھاؤ سہانا مانگنا ہے تو پھر ہم کو خدا نے ایسا علم، قوت اور اثنا بڑا سلطنت کیسے ڈے دیا۔ (دوبارہ تہہ بہہ) کیا یہ سب کچھ محنت کا پھل نہیں ہے؟

یہ غلط ہے اور ہزار بار غلط ہے کہ دوسرے زمین پر کوئی ایسا انسان بھی موجود ہے، جو کوشش کے ثمر سے محروم رہا ہو۔

إِنَّمَا يَجْنُ قَدْحًا إِنَّمَا كُنْتُمْ تَصْمُرُونَ
كُلُّ الْهَرِيِّ يَنْسَا كَسْبَ هَرِيَّتِهِ
توہیں تمہارے اعمال کا اجر لینیٹا ٹے گا
ہر انسان کے عمل کے ساتھ اس کے
نتائج بندے ٹھہرتے ہیں۔

سہ مکن ہے آپ، کہیں کہ قرآن میں اعمال کفار کے فاسد ہو جانے کا ذکر ملتا ہے
جہاں کا انتقال لڑا ہے۔ حق

آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ایک مسلمان کسی غریب طالب علم کو ایک کتاب خرید دے، تو وہ پوری جنت کا مالک بن جائے گا۔ دوسری طرف سوار دیال سنگھ کالج بنا جانے، یا سرگدگاراں ٹرسٹ سے بڑے شفا خانے اور میڈیکل کالج فی سبیل اللہ بنا جانے، تو یہ کسی اجر کے مستحق نہیں ہوں گے؟ کیا قیامت کا اللہ کوئی اور سہوگا؟ کیا اس کا نظام جہاد و سزا و دیاں مختلف ہو گا۔ کیا وہاں غیر و شرک کا مفہوم بدل جائے گا؟ جس اللہ نے ہمیں یہاں کا ہلکی سی سزا نامی دنیا مرادی کی صورت میں دی اور اقوام فریج کو ان کے ہندو اعمال کے سبب ہی مار ڈالی ہذا ڈھکا، یہ خداوند اللہ کے ہندو اعمال کو کاپی اور سہوگا کا لکھنا سمجھ کر بڑا سزا کا سہوگا بدل ڈالے گا۔ کسی نہیں۔

مَنْ كَانَتْ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ نَفْسٌ
بِئْسَ زَنْدِجٌ بَسْرُكَ - اُسے رہاں بھی دنیا کئے
نور و ضیا سے محروم کر دیا جائے گا)

غریب تو رہے مسلمانو! اللہ کے اس فیصلے پر غور کرو:

وَمَا تَقْتَدِرُ مَوْلَا لَا تُفْسِدُكُمْ قَبْلَ
خَلْقِ تَجْدُدُ وَهَذَا عِنْدَ اللَّهِ - (مزل)

اللہ ان آیات کو بار بار پڑھو:
وَوَقَيْتُمْ كُلَّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝
(الزمر)

ہر انسان کو اس کے عمل (عملت) کو شش (شش) کا پورا پورا اصلہ دیا جائیگا اللہ انسانوں کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے
(عملت کرنے والوں کو ہمیشہ حمد اجر ملتا ہے۔)

کتنا بڑا ظلم ہے۔ اگر ایک مسلمان کسی اندھے حافظ کو علوے کی ایک پلیٹ
 یعنی رحمت کا مستحق بنا دے اور وہ جینز جینز کا تمام علم۔ اُس کی رٹن تصانیف
 تہذیب انسانی کے ارتقا میں اس کی لازماً خدمات اور اس کے تمام
 ایمان افروز کائناتی امکانات محض اس لیے ضائع ہو جائیں کہ وہ کلمہ
 شریف نہیں پڑھتا۔ اگر حقیقتاً خدا نے قرآن کا فیصلہ دیا ہے۔ جس
 کی تفصیل ہمارا بے بعد اور کج نظر ملاحظہ پیش کرتا ہے، تو اس فیصلے کو میرا
 مدد سے سلام۔

لیکن

مجھے یقین ہے کہ جو خدا مسلم و کافر ہر دو کو روشنی و حرارت عطا کرتا ہے
 اُن کی کھیتوں پر برابر برابر بارش برساتا ہے۔ اور اس دُنیا میں ان کو توں
 تمل کر اعمال کے صلے دیتا ہے وہ اس دُنیا میں بھی اُن سے بے انصافی یا
 بے حسابی نہیں کرے گا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ
 بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ - فَلَا تُظْلَمُ
 نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ
 خَبْرًا مِّنْ بَعْضِ اٰتِنَا
 وَكُنِيَ بِنَا حَاصِبِيْنَہ (انبیاء)

دہم تیا مست کے دن انصاف کے
 ترازو نصب کریں گے اور کسی انسان
 پر قطعاً ظلم نہیں کیا جائے گا۔
 اگر کسی شخص کا عمل رائی کے بیج جتنا
 بھی باریک ہوگا۔ تب بھی ہم اسے
 صلہ دیں گے اس لیے کہ ہم بہت بڑے

(حسابی ہیں)۔

کہتے ہیں کہ تمام اعمال ساتھ جائیں گے۔ مومنوں کو صاحب فرمائے ہیں کہ نہیں
 ہمارے نیک اعمال اور غیر مسلموں کے صرف بُرے اعمال ساتھ جائیں گے۔

بے ٹنک اگر اعمال کے پارل ہندسے کا کام حضرت مولانا کے سپرد ہوا، تو یہ غیر مسلموں کے سہارہ جتنے اعمال میں اٹھا کر ہا ہر چھینک دیں گے اور اپنا ڈھیلا تک سہرا لے جائیں گے۔ آئیے ذرا دیکھیں کہ اللہ کا فیصلہ کیا ہے۔

ذَكَرْتُ النَّاسَ النَّاسُ مَنَاءَ ظَلَمُوا
 دہم نے اعمال کو انسان کے گلے کا بار
 فِي حُنْفِيهِ وَخَطْبُ رَجُلٍ يَوْمَهُ
 بنا دیا ہے اور قیامت کے دن اعمال
 اَتَقِيماً مِمَّا كُنْتُمْ يَتْلُونَ مَنَشُوراً
 ایک کتاب کی صورت میں مفضل لکھے
 (بنی اسرائیل) سمئے اس کے سلئے آجائیں گے؟

میں نے ایک ہندو کو دیکھا، کہ اپنے باغ میں ہاتھ مدگی سے پالی دیتا، قوت پر کھا ڈالتا، مضر حشرات سے پھلوں کو بچاتا اور نہایت تندہی سے ٹکرانی کیا کرتا تھا۔ چھپ چھپ کا موسم آیا، تو اس کے درختوں کے ساتھ ڈگن پھل لگا اور ساتھ والے ٹسست اور نا اہل مسلمان کا باغ قلت آب، حشرات اور بے توجہی کی وجہ سے برباد ہو گیا۔

۱۹۲۲ء میں میرے دو دوست ایک ہندو اور ایک مسلمان ولایت میں اعلیٰ تعلیم کے لیے گئے، اڑھائی برس کے بعد ہندو سائنس کی ڈاکٹریٹ لے کر واپس آیا، اور مسلمان پانچ برس تک ناکام ہوتا رہا، اللہ نے قطعاً پروا نہ کی کہ یہ مسلمان بڑے ادب سے کلہ شریف پڑھتا ہے، ایسے اسے ڈاکٹر بنا دیا جانے اور اس عامل اور محنتی ہندو کو ناکامی کے جہنم میں دھکیل دیا جانے ہمارے مولانا فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں تو اللہ تعالیٰ سب کو اعمال کا اجر دیتا ہے، لیکن آخرت میں غیر مسلموں کو نظر انداز کر دے گا، یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ خدا صرف اسی دنیا میں انصاف کرتا ہے اور وہاں قبائے انصاف اُتار کر چنگیز و ہلاکو کا ڈب دھارے گا۔ لا حول ولا قوۃ۔

میرے بھائی! اسکا تو سوچنے کہ اس زمین کے باغات و انہار اور آخرت کی جنت و عسبیل کا مالک اللہ ہے جو اللہ یہاں ایک غیر مسلم کو صلہ اعمال کی بنا پر جنت و عسبیل کا مالک بنا رہا ہے وہ اگلی دنیا میں اپنی اس عادت کو کیوں بدلے گا۔ ہمارے اعمال یوم ولادت سے شروع ہوتے ہیں۔ اور موت آنے پر ختم ہو جاتے ہیں۔ انہی اعمال پر دنیوی و آخری انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ انہی اعمال سے دنیا و عقبیٰ میں عسب پیدا ہوتا ہے۔ جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اللہ نے بعض اقوام کو ان کے اعمال کی وجہ سے دنیا کی جہان بنانی عزت، علم، قوت، دولت اور جلال و جمال جیسے انعامات عطا کر دیئے ہیں، تو انہی اعمال کی بنا پر انہیں آخرت میں کیوں رسوا کرنے لگا۔ جس اللہ نے انہیں یہاں جنات و انہار کا اہل سمجھا۔ وہ وہاں بھی ان پر رحمت کی بارشیں برسانے کا۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ عادل ہے اور کسی کا عمل ضائع نہیں ہونے دیتا۔

وَمَا كَفَّرْنَا بِعَمَلِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَمَا كَفَّرْنَا بِعَمَلِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
نہیں کرتے۔

تصریحاً تب بالا سے تو واقعی ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سوال اعمال ضائع نہیں ہوتے اور مسلم و غیر مسلم سب رحمت الہی سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم میں بار بار لکھا ہے کہ اچھے اعمال کے ساتھ ایمان کا سہنا ضروری ہے۔ اور ایمان سے مراد تمام انبیاء، ملائکہ، یوم آخرت اور اللہ کو تسلیم کرنا ہے ایک بندہ اس قسم کے ایمان سے خالی ہوتا ہے اس لیے اس کے اعمال کا ضائع ہو جانا یقینی ہے۔

فَمَنْ يَضَلْ مِنَ الصَّالِحِينَ
وَهُوَ مِنْ فَلَ كَفَّرْنَا بِعَمَلِكُمْ
اگر کوئی شخص نیک عمل کرنے پر بطوریکہ
وہ مومن ہو تو ہم اس کے اعمال کو

وَأَنَا لَكَا تَبُوءُونَ (انبیاء)

ضائع نہیں کریں گے اور ہم اس کا

ہر عمل لکھ رہے ہیں (۱۰)

جواب! اس خدشہ کے دو جواب ہیں، اول: یہ کہ ایمان کے پیشتر اجزا غیر مسلموں میں بھی موجود ہیں۔ وہ اللہ کے قائل ہیں۔ بندوں کے مذہبی صحائف پر پیشور ایشور، برہما، صفائی نام، وغیرہ کے ذکر سے لہریز ہیں۔ مسکوں کا جھنڈا "ست سری اکال" (ہمیشہ رہنے والا خدا سچا ہے) صریحاً بتاتا ہے کہ یہ بھی خدا کو مانتے ہیں۔ یہی حال یہود، نصاریٰ اور دیگر اقوام کا ہے۔ آج کی دنیا میں افریقہ کے حبشیوں میں بھی ایسا شخص بننا مشکل ہے۔ جو بادلوں، بجلیوں اور طوفانوں کے رب کا قائل نہ ہو۔ جو یہ سمجھتا ہو کہ انسانی دل کی مشین خود بخود چل رہی ہے۔ آنکھوں میں بصارت اتفاقاً آگئی ہے۔ یہ بادل اپنی مرضی سے بنتے اپنی کارگیری سے بجلیاں چمکا کر پلے جاتے ہیں۔ ایسا نامعقول احمق اور کون انسان اس زمانے میں کہیں موجود نہیں۔ ہر انسان اپنے خالق کے وجود کا قائل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ موسیٰ والے گڈریے کی طرح خدا کے متعلق اس کے تصورات آپ سے مختلف ہوں۔ صرف قائل ہی نہیں بلکہ کسی نہ کسی طرف منہ کر کے اپنے مخصوص رنگ میں اس کی عبادت بھی کرتا ہے۔ کوئی قبلہ، دوپہر نماز چمکتا ہے۔ کوئی شمال کی طرف منہ کر کے تورات کی تلاوت کرتا ہے۔ کوئی مشرق کی طرف پانی اچھاتا ہے۔ کوئی جتنی بھی آگ کے ارد گرد گھومتے ہوئے اس کی حمد و ثنا کے ترانے "پتا ہے اور کوئی پالتی مار کر اس کے تصور میں محور رہتا ہے۔

دہر قوم کا قبلہ عبادت خدا ہے

وَيَكْفُرُ بِجَهَنَّمَ هُوَ مَوْلَانِهَا

تم اس بات پر ان سے مت جھگڑو

فَأَسْبَغْتُهَا بِالْحَمِيمِ سَابِغَاتِ

بلکہ بند اعمال کی طرف بڑھو۔ کہ ہم

(البقرہ)

اعمال کو دیکھتے ہیں)۔

قبلہ کوئی ہو مقصد اللہ کی عبادت ہے اور اللہ ہر طرف موجود ہے۔
 اَيْنَمَا تَوَلَّوْا۟ اَنۡفُسُكُمْ فَجِهۡتُمُوهَا۟ وَاِلٰى غَدۡرِ مَمۡنۡنَہٗ يٰۤاَسۡمٰى طَرَفِ
 (بقرہ) موجود ہے)۔

اللہ نے قرآن میں عبادت کی کوئی خاص صورت معین نہیں کی کہیں فرمایا
 کہ ہمارا ذکر کرو۔ کہیں صلوٰۃ کی تاکید اور کہیں قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبہم ۔
 (اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے سوتے) تقدیس کا حکم دیا۔ قرآن نے عبادت کی ان
 تمام صورتوں کو منظور کیا ہے۔ بلکہ ایک مقام پر تو یہود و نصاریٰ کی عبادت
 کو بھی ”سرکاری طور پر“ تسلیم کر لیا ہے۔

وَلَا تَدۡفَعِ اللّٰہُ اِلَیۡنَا مِ
 بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُمۡ صَدَقٰتٌ
 صَوَّامِعٌ وَرِبَیۡعٌ وَصَلَوٰتٌ وَ
 مَسَاجِدٌ یَذۡکُرۡنَ فِیۡہَا
 اَسۡمَ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ۔
 (الحج)

اور اگر اللہ انسان کی دست درازیوں
 کو نہ روکتا تو عیسائیوں کے گرجے
 اور استکاف خانے، یہودیوں کی
 عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں
 جن میں اللہ کی عبادت کی جاتی
 ہے۔ سب منہدم ہو جاتیں)۔

ذکر عبادت کے یہ مختلف طریقے ازل سے دنیا میں موجود ہیں۔ جن سے
 کبھی کسی نبی نے تعرض نہیں کیا۔ جس طرح ورزش، تعلیم اور تحریر کے مختلف
 طریقے قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ مستحق ستائش ہیں۔ اسی طرح عبادت کے
 مختلف طریقے بھی مستحسن و قابل تکریم ہیں۔

بَلۡ لَّیۡ اَمۡرٌ جَعَلۡنَا مَنۡسَکَہُمۡ
 نَاسِکُوۡہُ فَلَا یُنۡاۡخِذُکَ فِی

دوسرے قوم کا طریقہ عبادت تم سے
 جدا ہے۔ خبردار! اس معاملہ میں اُن

الْأُصْحَىٰ. (الحج) سے کھف و مباحثہ میں نہ الجھنا۔
 قرآنی سیاست کا باندی دیکھئے کہ اس نے خود کوئی طریقہ عبادت معین
 نہیں کیا۔ دوسروں کی عبادت کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا اور ہمیں حکم دے
 دیا کہ عبادات کے معاملے میں کسی سے ہرگز بحث نہ کرو۔ دوسری طرف مہارت
 کے مہاسبجانیوں کی سیاست دیکھئے کہ گذشتہ چند روز میں تراویح پڑھنے
 والے مسلمانوں پر سات جگہ بم پھینک چکے ہیں۔ اور تلاً کی سیاست دیکھئے
 کہ آئین با بچہ اور رفع یدین پر آدمی اسلامی دنیا کو کافر بنا چکا ہے۔
 تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ دنیا کے تمام انسان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔
 فرشتوں اور دیوتاؤں کے بھی قائل ہیں اور یوم آخرت کو بھی کسی نہ کسی رنگ
 میں تسلیم کرتے ہیں۔ یوم الدین (مکافات کا دن) یا ایوم الآخر پر ایمان لانے
 سے مراد نظریہ مکافات عمل کو ماننا ہے۔ جو لوگ صلہ و عمل کے قائل نہیں۔
 یعنی نیکی نہیں کرتے اور پری کرنے کے بعد خدائی انتقام سے نہیں ڈرتے۔ وہ
 عموماً ہر کام ہو کر انسانی بستیوں کے لیے لعنت بن جاتے ہیں۔ طیش میں
 آئے تو بیسیوں کے سر توڑ ڈالے۔ کوئی چیز پسند آگئی تو زبردستی چھین لی اور کسی
 دشمن پر نظر چڑھ گئی تو اٹھا کر شہستان میں لے گئے۔ یہ یوم آخرت یعنی ابی
 عدل اور انتقامِ نظرت کا ہی خوف ہے۔ جو انسان کو انسان بننے پر مجبور کرتا
 ہے۔ یہ خدائی انعامات ہی کی آند ہے۔ جو ہمیں طریقہ پرہیز اقربا نوازی
 اور مساکین و مسافرین کی امداد کی ترغیب دیتی ہے۔ اگر ہمیں یہ یقین نہ ہوتا
 کہ ایک طریقہ کو دیا ہوا ایک پیسہ گل سترگن ہو کر واپس آئے گا کہ نیکی کا بدلہ
 نیکی ہے کہ اللہ اعمال کو کہیں ضائع نہیں کرتا۔ کہ ہم کرنے والے پر ہمیشہ رحم کیا
 جائے گا۔ کہ دوسروں کی امداد کرنے والوں کی سدا امداد کی جائے گی۔ تو ہم اتنے دکھ

کیوں اٹھاتے۔ اپنی کمائی غربا کو کیوں کھلاتے۔ تعمیر مساجد و مدارس کے لیے گھر گھر چندے کیوں مانگتے پھر تے۔ یتیموں کی کیوں پرورش کرتے، مظلوم کو ظالم سے کیوں چھڑاتے یہ سب کچھ ہم اس لیے کرتے ہیں کہ اس ہاتھ ایک آنہ دے کر اس ہاتھ ایک روپیہ لے لیتے ہیں۔ جس ہاتھ سے ہمارا معاملہ ہے وہ بہت فیاض و عادل ہے۔ وہ کسی کی محنت کو نظر انداز نہیں کرتا۔ کسی نیکی کو نہیں سمجھتا اور کسی عمل کو بے صلہ نہیں رہنے دیتا۔ ہم اس کی فیاضیوں کی خاطر نیکی کرتے ہیں۔ اور اس کے انتقام **إِنَّ الدَّاءَ عَنِ يَتْرُودُ أَنْتِقَامَهُ** کے خوف سے بدکاری و عیال سے بچتے ہیں۔

خدائی جنت کی تمنا اور اس کی معرفت کا خوف ہر انسان کے دل میں پایا جاتا ہے۔ جب بھلیاں لڑکتی ہیں، تو وسط افریقہ کا ایک عرباں حبشی تک پکار اُٹھتا ہے۔ "آج دیوتے غضب سے کھول رہے ہیں" آج سے ایک ماہ پیشتر جب اٹلی میں ایک آتش نشاں پہاڑ پھٹا اور اس سے ہولناک آوازیں نکلیں، تو ارد گرد کی تمام بستیاں سہدے میں گر کر خدائی غضب سے پناہ مانگنے لگیں۔ اگر صلہ اعمال کی توقع نہ ہوتی، تو سرگنگارام لاکھوں روپے خیراتی اداروں پہ کیوں صرف کرتا۔ دیال سنگھ اپنی ساری جائداد نیشنل تعلیم کے لیے کھول دے کر جاتا۔ مسٹر نوبل کئی کروڑ پونڈ بہترین تصانیف، قیام امن، جدید سائنسی نظریات اور ایہادات وغیرہ پہ انعام دینے کے لیے کیوں دے جاتا۔ انگلستان کی عام آبادی کئی کھرب پونڈ دے کر آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کیوں بناتی۔ اس طرح کے لوگ جو صرف اللہ کی خاطر سب کچھ دینے پہ تیار رہتے ہیں۔ ہر قوم اور سر ملک میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ملتے ہیں اس لیے یہ کہنا غلط نہیں کہ تمام اقوام عالم صلہ اعمال اور نظریہ جزا و سزا یعنی

یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ آخرت کے تصور میں
 قدسے اختلاف ہو۔ ہم اور یہود و نصاریٰ جنت و جہنم کے قائل ہیں۔
 مہاتما ہندہ جنت کو انتہائی روحانی جنت یعنی نردان کے نام سے یاد کرتا ہے۔
 اللہ چنند یہ کہتے ہیں کہ انسان دنیا میں کئی جہنم لیتا ہے اور باؤٹرسورگ (جنت)
 یا نرگ (جہنم) میں جا پہنچتا ہے۔ بہر حال آخرت کے کسی کو انکار نہیں۔ باقی
 رہے انہیاد تو مسلمانوں کے بغیر باقی تمام اقوام انہیاد پر جزدی ایمان رکھتی ہیں
 کوئی دوانیہا کو مانتی ہے۔ کوئی دس کو، کوئی دس ہزار کو اور مسلمان سب کے آگے
 سر تسلیم خم کرتا ہے۔ قرآن حکیم کے اندازے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہیاد کے شعلق
 صرف جزدی ایمان کو کافی سمجھتا ہے۔ بلکہ صاحبِ قرآن نے جہاں اقوام عالم
 کو جزدانے اعمال کی بشارت دی ہے۔ وہاں انہیاد کا ذکر تک نہیں کیا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِالذِّكْرِ هَٰؤُلَاءِ نَلَّصَّ سَرَىٰ وَالظَّالِمِينَ

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
 صَالِحًا وَلَهُمْ أَجْرٌ هُمْ يَحْتَسِبُونَ وَلَا خَوْفٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(المقرو)

سورۃ بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ جہاں یہود مسلمانوں کے استیصال
 کے لیے ہر ممکن تدبیر سے کام لے رہے تھے کسی سامنے اکر ڈرتے۔ کسی غنیہ
 سازشیں کرتے۔ کسی قبائل کو بھڑکاتے اور کسی کفار مکہ کا ساتھ دیتے تھے۔
 حالات کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ حضور علیہ السلام ساری قوم کو مردود و ملعون
 قرار دیتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس ٹھارے قوم کے نیک
 افراد کو بھی صلہ اعمال کی بشارت دی۔ لاد مسلمانوں کے بغیر دنیا کی کوئی اور
 قوم جس کا مذہب اپنے بدخواہ اور جانی دشمنوں کے ساتھ بھی اس قدر بلند۔

عالیٰ نظر فائدہ عا دلانہ سہو۔

آیت بالا قرآن حکیم میں صرف دو سورتوں میں ملتی ہے یعنی بقرہ و
مائدہ میں۔ دونوں مدنی ہیں۔ دونوں میں جا بجا برے یہود پر لعنت بھیجی
گئی ہے۔

وَبَاءٌ ذُبِخْتُ عَلَىٰ
عَضْبٌ ط (بقرہ)

یہود اللہ کے دوسرے غضب
کا شکار ہیں۔

لَسْمُهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

یہود کے لیے دنیا میں ذلت ہے

لیکن اچھے یہود کو رحمت ایزدی کی بشارت دی گئی ہے۔ ایک مقام پر ہے
وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤْمِنٍ أُمَّةٌ

قوم موسیٰ یعنی یہود میں ایک ایسی

یَسْمُدُنَّ بِأَنْعَىٰ وَرَبِّهِ يُعَدِّدُونَ

معاصف بھی موجود ہے جو سچائی کی

راہیں دکھاتی اور سچے فیصلے کرتی ہے

کسی قوم کے ملعون ہونے کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اس کا ہر فرد بدکار و بدعاش

بن جاتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ اکثریت کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں۔ قوموں

کا زوال اکثریت کے فسق و فجور کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کس قوم کی تقدیر کا فیصلہ کرنے

وقت ساری قوم کے اعمال تو لے جاتے ہیں۔

وَأَمْثَلُ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ

جس قوم کے اعمال صالحہ کم ہو جائیں

فَأُمَّةٌ هَادِيَةٌ۔

اُسے غلامی کے جہنم میں پھینک دیا
جاتا ہے۔

بُزْی سے بُری قوم میں بھی اچھے افراد موجود ہوتے ہیں۔

فَلَوْ أَنَّمُهُ أَقَامُوا التَّوْرَةَ

(اگر یہ یہود و نصاریٰ تورات و

ذِالِ حُجُلٍ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ

انجیل اور اپنے دیگر مواضع پر عمل کرتے،

قِن شَرِّهِمْ لَوْ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِمْ
 وَجِدُوا تَحْتَهُ أَمْرٌ جَلِيلٌ مِّنْهُمْ
 أُمَّةٌ مَّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ
 مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَكْتُمُونَ (مائدہ)
 قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ
 تَسْقُونَ مِمَّا آتَاكُمْ اللَّهُ
 وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّنَ
 السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَاسْقُونَ (مائدہ)
 وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَّبِعُونَ
 فِي إِشْرَافِ الْعَدُوِّ وَالْأَكْثَرِيَّةِ
 السُّخْتِ .

تو ہر طرف سے ان پر لعنت ایزدی
 کی بارشیں برتیں۔ ان میں ایک جماعت
 تو بڑی نیک ہے۔ لیکن ان کی اکثریت
 بدکاروں کی ہے۔

اے رسول! ان اہل کتاب سے
 ذرا پوچھو تو یہی کہ کیا تم میں اس بات
 کی سزا سے رہے ہو کہ ہم غلط قرآن
 اور پہلے صحائف پہ ایمان کیوں لائے تھے
 اکثریت بدکاروں کی ہے۔

ر تم اہل کتاب کی اکثریت کو
 بدکار و حرام خوردہ پاؤ گے۔

(مائدہ)

ملاحظہ فرمایا آپ نے، کہ اللہ تعالیٰ آئیہ وَ لَوْ أَنَّهُمْ آقَاؤا مِمَّنْ
 یہود و نصاریٰ کو معزودہ رحمت سنار ہا ہے۔ یہ لوگ خدا و آخرت پہ تو ایمان رکھتے
 تھے۔ لیکن ہمارے حضورؐ کی رسالت کے قابل نہ تھے۔ ممکن ہے کہ مٹا میری
 اس محور پر ہرگز اٹھے اور کہے کہ لوجی یہ زمینق و ولیدہ نجات کے لیے ایمان
 بر محمد (علیہ السلام) کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اجی حضرت مولانا محمد پرہمت
 برہینے۔ میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ رہا۔ قرآن سنار ہا ہوں۔
 اللہ کا فیصلہ پیش کر رہا ہوں۔ قرآن اللہ کا۔ اسلام اس کا۔ جنت اُس کی۔
 اور رحمت اُس کی۔ اگر وہ کسی نیک یہودی یا عیسائی پہ نوازش کرنا چاہتا
 ہے تو آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ جنت آپ کی نہیں۔ آپ کے آبا

کی نہیں۔ سب کچھ اللہ کا ہے۔ وہ جسے چاہے اور جو چاہے بلا حساب
وے دے۔ یہاں آپ کی آنکھوں کے سامنے عیسائی اللہ کے تمسام
انعامات سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ سلطنت اُس کی۔ علم اُس کا۔
فضائیں اُس کی، ہوائیں اُس کی۔ باغ اُس کے۔ نہریں اُس کی۔ دانش اُس کی۔
حکمت اُس کی اگر گل اللہ اُس کی آخرت بھی سنوار دے، تو آپ اُس کا کیا بگاڑ
سکتے ہیں، خدا کا یہ فیصلہ سنئے اور سوچئے!

دسب الی کتاب برے نہیں۔ اُن میں	لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ
کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو رات	الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ
کو جاگ کر کلام الہی دتورات و	اللَّهِ إِنَاءً لِّئَلَّ يُذَكِّرُ الَّذِيْنَ هُمْ
الجلیل کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور خدا	يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں	وَيَأْتُونَ بِالطَّعْمِ وَذَبْ وَيَسْتَهْجُونَ
یہ لوگ خدا و آخرت پر ایمان رکھتے	عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَاطِرُ عَوْنٍ فِي الْأَخْيَرِ
ہیں۔ غیر کی تبلیغ کرتے ہیں اور شر	وَكُوْنُكَ مِنَ الصَّالِحِينَ وَمَا
سے روکتے ہیں۔ یہ سبیل کام کی طرف	يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوا
دفعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ صالحین	وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝
میں یہ اپنے نیک اعمال کا پھل پھلا بدلہ	
پائیں گے۔ اور اللہ اہل تقویٰ کو خوب	
جاتا ہے۔	

غیر مسلموں کے اعمال کو ضائع کرنے والے دوستو! پھر اُس لو۔ وہ اپنے نیک
اعمال کا پورا پورا بدلہ پائیں گے۔ اور نوٹ کر لو کہ یہ اہل کتاب حضور علیہ
اسلام کی رسالت کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ اُن کا ایمان خدا و آخرت تک

مردود تھا۔

تو میں نے کہہ رہا تھا کہ سورہ بقرہ وال آیت ۱۸۱ اَلَّذِي جَاءَ اٰمَنًا مِّنْ بَعْدِهَا
یعنی آیت کے بعد کے ساتھ وہ ہر وہی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوَّلًا لَّيْسُوْا كَالَّذِيْنَ هَآؤُنَا اَوَّلًا لَّمْ يٰمُنُوْا بِاللّٰهِ اٰمَنُوْا
بِاٰنْثَرَا وَ اَلَّذِيْنَ يٰمُنُوْا مِنْ بَعْدِ هٰٓؤُنَا فَسَالِحِيْنَ وَ غٰيِبِيْنَ ۗ عَلَيْهِمُ الرِّجْسُ
مِمَّا كَفَرُوْا ۗ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدِ هٰٓؤُنَا فَسَالِحِيْنَ وَ غٰيِبِيْنَ ۗ عَلَيْهِمُ الرِّجْسُ
مِمَّا كَفَرُوْا ۗ (الانعام)

تیسری آیت کے بعد "وَالَّذِيْنَ جَاءَ اٰمَنًا مِنْ بَعْدِهَا" کے بعد
آتا ہے اور غیب سے آئے ہونے کے بعد فوجوں کو خبر دینے کے بعد
لیکن مطلب کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

توجہ: (مسلم ہوں یا یہودی، صابی یا کونسی ہندوستان یا عیسائی
ان میں سے جو کوئی خدا و آخرت پر ایمان لا کر نیک کام کرے گا۔ اسے
کوئی ٹھوٹ لاش ہوگا اور طہر ہوگا۔)

اور سورہ بقرہ میں ہے لَلَّذِيْنَ جَاءَ اٰمَنًا مِنْ بَعْدِهَا
طرف سے پورا پورا اجر ملے گا۔

وَمِمَّنْ كَفَرُوْا لَمْ يَسْتَسْمِعُوْا لَكَ اٰدُوْكَ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ہیں تمہارے رسد کے ساتھ اس کی ایک قوم کیسے مخصوص نہیں)

تصویبات والا حاصل ہے کہ اللہ نے اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
مِمَّنْ كَفَرُوْا لَمْ يَسْتَسْمِعُوْا لَكَ اٰدُوْكَ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
میں ان بارسل شان نہیں۔ مومن کے معنی میں ایمان والا ایمان
لاکوں چیز پر ہو سکتا ہے۔ خدا پر۔ لاکھوں انبیاء پر آخرت پر ہزار اوصیاء

ہر علم ریاضی کے حقائق پر شمس و قمر کی حرکت پر۔ ذوال کائنات پر۔ موت پر۔
 ہفتا پر۔ صوم و صلوات پر۔ حج و زکوٰۃ پر فرضیت جہاد پر۔ جبریل و میکائیل پر۔
 زندگی کی واکوں سپانیوں پر۔ لیکن اللہ نے اجمال کے سلسلے میں جس ایمان کو فریضی
 کلینیکیشن قرار دیا ہے۔ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان ہے۔

دوسرا جواب! اپنے گدو پیش پہ نگاہ ڈالئے۔ آپ کو چار گروہ نظر آئیں گے
 اول: جو رسول عربی صلعم کی رسالت کے قائل بھی ہیں
 اور آپ کی تعلیم پر عامل بھی یہ لوگ سچے مسلم ہیں۔

دوم: جو نہ حضور کی رسالت کے قائل ہیں اور نہ مال۔ یہ لوگ بالاتفاق
 کسے ہیں۔

سوم: جو ربانی نبیانی رسالت کے قائل اور عقوٰ کا فریبی مثلاً وہ مسلمان جو
 جھوٹ بولتے، سو دے کم تولتے۔ و عدول کو توڑتے، احرام کھاتے و رسول
 کو نقصان پہنچاتے، فواحش کا ارتکاب کرتے، فحاکے ڈالتے۔ انتشار پھیلاتے
 تجوا کیلئے اور شراب پیتے ہیں اور ایسے مسلمانوں کی تعداد کم نہیں۔

چہارم: جو سنا رسالت کے قائل نہیں، لیکن عملاً مومن ہیں۔ ان معنوں
 میں کہ وہ تمام عزایات سے بچتے اور غیرات میں بڑھ پڑھ کر حصہ لیتے ہیں
 وہ عبور نہیں بولتے۔ دھوکہ نہیں دیتے۔ دوا نہیں کیلئے، فریب نہیں
 جھانتے۔ تم سے صادق الود، طیب اللہ، پاکیزہ گفتار اور بلند کردار ہیں
 اتنے بلند کہ گفتار و دہانے کے صرف سے ایک دوا تیار کرتے ہیں اور
 ساری دنیا میں منفعت بانٹتے ہیں پچھلے دنوں امریکہ نے تپ وق کی
 ایک عبرت ایگز دوا سٹیٹوٹامین تیار کی اور صرف پاکستان کے
 ایک کروڑ انسانوں کو یہاں آکر منفعت نیکی لگائے۔ ان کے احوال کی

حکیمت متانت اور صداقت کا یہ حال کہ سارا جہاں نلٹے، ڈالتے گوتے،
 خشک سپیکر اور برسگوان کے اقوال کو دہراتا اور اپنے فلسفے کی تائید میں پیش
 کر رہتا ہے ان کی فکر و نظر کا یہ عالم کہ انہیں قطرے میں وجہ، فتنے میں صحرا
 اور جہیز میں گل نظر آتا ہے۔ ان کے علم کی ریگنیتیت کہ فضا میں مسافر ہو گئیں،
 سفند و بپ گئے۔ زمین سمست گئی۔ پہاڑ پھٹ گئے اور معادن کے خزانے
 ان کے سامنے آگلی دیئے قلم میں یہ نند کہ تہذیب انسانی بجلی کی رفتار سے
 منازل سہر کرنے لگی۔ اس قسم کے بلند اور پاکیزہ محسنین انسانیت آج ہر
 قوم میں ملتے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تیسرے اور چوتھے گروہ کے متعلق اسلام
 کا فیصلہ کیا ہے؟

جہاں تک تیسرے گروہ کا تعلق ہے۔ ان کا یہ ایک مکروہ قسم کی منافقت
 اور مکاری ہے، وہ زبانی نہانی خدا و رسول پر ایمان لاتے ہیں اور عملاً سرتاپا
 فسق و گنہگار ہیں۔ ان کی مثال اسی ہشیار و مکار ملازم کی ہے
 جو دن میں کئی مرتبہ آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شان میں قصائد
 مدحیہ پڑھتا ہے۔ لیکن شام کو چروں سے مل کر اس کے گھر میں نقب لگواتا
 ہے۔ یا اس لڑکھ کی ہے، جو افسر کے سامنے اطاعت و وفا شعار کے
 بڑے بڑے وعظ کرتا ہے۔ لیکن عملاً اسی کے برعکس کو ڈرتا ہے۔ کام پر دیر
 سے آتا ہے۔ دفتر کے راز باہر پہنچا دیتا ہے اور اوپر سے آگے ہوئے
 احکام کو گم کر دیتا ہے۔ یا اس نو سر ہاز کی ہے، جو سر صبح ڈپٹی کمشنر کے
 بنگلے پر جا کر آداب بجا لاتا ہے۔ تعریفوں کے پل باندھتا ہے اور اپنی
 جان تک خدمت سرکار میں پیش کرتا ہے۔ لیکن عملاً بڑا چار سو بیس ۴۳۰ کا

ہوا ہے۔ جعلی نوٹ بنانا ہے۔ مطر و صفا سے ٹی کر ڈا کے ڈورا تا ہے۔
 اور ہاتھوں میں دنگا لٹا کر تا ہے۔ لاپرواہی کہ ابن کمام کی زبان خوشامد
 صفت نہ ہے اور ان کی عملی زندگی از سر تا پا کافرانہ ہے۔ آج مسلمانوں
 میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو مساجد میں اپنی عہدیت کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن
 عملاً ایس کی پرستش میں مصروف ہیں۔ وہ عجمی ہوتے، و مد سے توڑتے
 چور ہانڈاری کرتے، عدالتوں میں جھوٹی قسمیں کھاتے، رشو میں غلطی کو انصاف کا نام
 دے کر فروخت کرتے، غریبوں، یتیموں اور کسانوں کا حق دباتے ہیں۔ کیا یہ
 لوگ مومن ہیں!

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّبِعُ آيَاتِنَا
 يَا لَيْتَا وَبِالْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَمَا هُمْ
 بِمُؤْمِنِينَ بِهِمْ يَخَادِعُونَ اللَّهَ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا أَوْ مَا يَعْلَمُونَ
 إِلَّا الْآفْسُفُ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝
 (البقرہ)

دیکھ لوگ ایسے صحابہ موجود ہیں جو زبانی ذبی
 خدا و آخرت پر ایمان لانے کا دعوے
 کرتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ مومن نہیں
 یہ لوگ اپنے زبانی ایمان سے اللہ اور
 اس کے مومن بندوں کو دھوکہ دے رہے
 ہیں اس فریب کے نتائج انہیں خود
 بھگتنا پڑیں گے۔ لیکن وہ اس بات کو سمجھتے نہیں

ہم صلوات گذشتہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ مذہب ہرزمانے میں ایک تھا تمام
 انبیاء و صوف ایک دہی میں اسلام لانے سے اس لیے کسی ایک نبی کا سچا پیرو
 لازماً تمام انبیاء کا پیرو سمجھا جانے گا۔

فرض کیجئے، حکومت پاکستان، انگریزی، اردو، پشتو، سندھی بلوچی
 میں کئی کئی زبانوں میں ایک ہی مضمون کے پوسٹر چھاپتی ہے
 اور لوگوں کو ہدایت کرتی ہے کہ گندم کے فالٹو ذخائر کا اعلان کرو۔ اس کے بعد

کسی زبندار کی نظر سے اردو کا اعلان کرتا ہے اور وہ اس کی تعمیل کرتا ہے
 کیا یہ زمیندار باقی زبانوں کے پوسٹوں کا حامل تصور نہیں ہوگا ہاں اسی طرح اللہ
 کے مختلف اقوام کی طرف ان کی اپنی زبان میں ایک ہی دستوراً عمل مختلف
 زبانوں میں بھیجا۔ زبانیں مختلف تھیں، لیکن پوسٹوں کا مضمین ایک تھا۔ سوال
 پیدا ہوتا ہے کہ کیا عبرانی پوسٹر کا حامل عربی پوسٹر کا حامل تصور نہیں ہوگا؟ یقیناً
 ہوگا منطقی ہی کہتی ہے عقل ہی ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کا فیصلہ ہی لگتا ہے۔ اگر
 اللہ کے ہاں عربی پوسٹر کے بغیر باقی سب بیکار رہتے تو وہ اپنی کتاب سے کیوں
 کہتا کہ تم تو بات دانہیں پر عمل کرو۔

قل یتلوا القرآن کلہم علیٰ
 شینیٰ حتیٰ یقیموا الصلوٰۃ
 ذلوا یحییٰ۔

اسے رسولِ اہل کتاب سے کہہ دو
 کہ جب تک تم تو بات دانہیں پر عمل
 نہیں کرو گے، کامیاب نہیں ہو گے،

آج اقوامِ عالم جہاں کہیں مل جاتی ہیں، مصر، سوڈان، ایران و پاکستان
 کی تہاہمی کے منسوبہ ہاں ملتی ہیں۔ دنیا سے اسلام کو روکنے اور برباد کرنے کے
 وسائل سوچتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان اقوام کے اختیار کو بھی
 جوازے اعمال سے محروم کریں، خود حضور علیہ السلام کے خلاف کلمہ و نصاریٰ
 انگارہ مرند مل کر سازشیں کیا کرتے تھے، لیکن آپہانے ایک نیک یسانی، یعنی
 شامی کی وفات پر صحابہ کرام کو جمع کر کے فرمایا تھا۔

اکتھوۃ علیٰ صالح المقوم
 رآذ، اس نیک انسان کی وفات پر
 نمازِ جنازہ پڑھیں۔

دوسری طرف پاکستان میں ان مسلمانوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے
 جو حضرت قائد اعظم کے جنازہ میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ یہاں کھیل پور میں

بسی جامع مسجد کے خطیب نے جنازہ کی قیادت سے انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح حضورؐ نے ایک نیک ہمدی شاعر ابن ابی العقیق کی بیٹی کا جو جگتی قیدیوں میں شامل تھی۔ بے حد احترام فرمایا تھا۔ کسی بُری قوم کے تمام افراد بُرے نہیں ہوتے۔ کچھ اچھے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنے اچھے اعمال کا اجر مل کر رہے گا۔

اے رسول! تم معص اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بچ گئے۔ روزِ ثانی

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ لَكَ لُقْمَةُ حَمِيمٍ

کے ایک عرصہ نے نہیں رو راست سے ہٹانے کے لیے کھل منسوبہ

أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوكَ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تیار کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے منصوبے خود انہیں کو

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

نقصان پہنچائیں گے اور تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس لیے کہ اللہ نے نہیں ایک روشن کتاب اللہ

خَيْرٌ لِّي كَثِيرٌ مِّنْ كُفْرِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحُدُودِ اللَّهِ يَسُبُّوا آيَاتِ اللَّهِ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ ابْتِغَاءَ مَرَاةٍ

اور یہ سب اللہ کا فضلِ عظیم ہے ان کے اکثر مشورے غرت ہی ہوتے

اللَّهُ فَسَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا

ہیں۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی غیروصوتہ کی تبلیغ کرے، فسادات کو مٹائے، اصلاحِ خلق کے وسائل اختیار کرے اور ان تمام

يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرَاةٍ لِّلَّهِ فَسَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا

(النساء)

اقدامات کا مقصد اللہ کی خوشنودی ہو۔ تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے)

ہمارے حضورؐ کی وسعتِ نظری، ملامتِ ظہرت اور عدلِ بالانصاف کا یہ عالم

تھا کہ ایک یہود و نصاریٰ کو مقررہ کی پیشانی تھمتے تھے۔ اسکا کے اختیار پر
صلوٰۃ جنازہ پڑھتے تھے۔ سازشی منافقین کے اہمالی ہمارے کہ جو عظیم کا مستحق
سمجھتے تھے اور ایک آتش پرست بادشاہ یعنی نوشیروان عادل کے عہد میں پیدا
ہونے پر فرمایا کرتے تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ
الْفَصْلُ الثَّانِي (سورہ صافات)

اور دوسری طرف ہم پیروان رسول کا یہ عالم ہے کہ اپنے انبیاء سے جہان کو
کافر سمجھتے ہیں اور اپنے گمراہیہ حال کہ اہل حدیث، اہل قرآن و شیعہ، دیوبندی،
پرتوی، سپاہ پوری سب کافر، ہماری سبھا جہاد، ہماری اخادیش گویا ہماری
نقہ پھرا اور بعض عقائد کے مطابق ہمارے قرآن میں آگ، آگ، پھر ہماری کفر
پر قہروں کا کمال دیکھنے کے ان کی زندگی سے ہم امام غزالی کے ہم امام اعظم حرابی
حنبل، زجاجی، تیسرا جہاد، زاشلی، بادشاہ ولی اللہ، بادشاہ مستیہ زانتہا اور
مشرقی، ظاہر ہے کہ جو کچھ اپنے ائمہ اپنے ائمہ اپنے ائمہ اپنے ائمہ اپنے
اساطین اعظم اور اپنے ائمہ الفکر عظیم کو برعاشق نہیں کر سکتا۔ وہ دوسری اقوام
کے صالحین کو کیسے دیکھو ایڑی کا مستحق کہہ سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کلا
قابلی الامام نہیں۔ وہ طریقہ ہے ہی ہمارے طرح ایک دیوانہ اپنے آپ کو پادشاہ
کہہ بیٹھتا ہے اور اسے کسی دلیل سے قائل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اپنے آپ
کو مشیت ایڑی کا زوال، اجارہ دار قرآن، اسرار و شہوت کا مفتر اور عقول گل کا
ہر کہ بیٹھا ہے آپ اسے لکھ بھی نہیں کہ قبل قرآن کی سیاست اور اس کی حکیم جلیل

کی مشیت کو جتنا آپ کے بس کھنڈا ہے، لیکن وہاں سے
ہمیشہ ایک ہی جواب ملے گا:

• کافر! من مہ دائم، من مہ دائم و

اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ بقیہ کا حقیقی بندہ کون تھا؟ تو ہم جواب میں یہی
کہیں گے کہ جنوں۔ جو بلی کی تلاش میں عمر بھر بھرتا رہا۔ جس کی انظار میں اس کی
آنکھیں سفید ہو گئیں اور جس کی جھٹ اس کے رگ و ریشہ میں رُوحِ بلی کر
سمائی ہوئی تھی۔ شیریں ماہندہ فریاد تھا جس نے اشاہہ پاکر ساری زندگی کو بہتی ہی
گزار دی۔ (اس طرح اللہ کے بندے وہ ہیں۔ جن کی زندگیاں تلاشِ معاشا میں کٹ
گئیں۔ جن کی نظریہ حسن کا ناسخ میں جذب ہو گئیں۔ جن کی رہتا نہ کرنے کا طالب
علم و دانش کو حیرت آمیز بنا دیا۔ جن کی عظیم درساہوں نے دنیا کو قوت و ہیبت
کے راز کھلوانے، جن کی عقلی نگاہوں نے بطون اور وحی کے طوائف و یکہ بیچے جن
کے اعمالِ صالحہ ان کی رخصت و علو درُخلون کے ضامن بن گئے اور جن کے
سامنے ساری کاٹھ سربسود ہو گئی۔ بلکہ ہم جن کی جہالت و لالچ کا تعین سارے
جہان میں پھیل چکا ہے۔ جن کے اوبار و لالچ کی داستانیں ارض و سماں سارے
میں جوڑ دس و امریکہ کے آستان پر سربسود ہو کر زندگی کی جھیک لگ رہے ہیں
جن کے صحرا و قافوں سے خالی، جہ کے دریا سافن سے خالی، جن کے مدارس میں علم
نہیں، مساجد میں ایمان نہیں، عقائد قاسد، اعتقادات مسخ اور اعمال ضعیف و
مرگ کا پیام۔

فَلَمَّا سَأَلْنَا عَنْهُمْ قُلُوبَهُمْ قَالُوا لَا يَعْلَمُونَ (ظلمت کا جہیں بھی ہوئی ہیں)۔

اگر یہ درست ہے کہ ہمارا جلیل النظر رسولؐ نور و ضیا کا قاصد (کنجیر) جگمگ
کہن انظلمتہا ابی الشوہی، کوسف و ہیبت کا مبلغ درو آبدو السہمہ صا

استطعتن من قوۃ علوہ و اخص را انکھ اولو غلوہ) کا مفہوم یہاں اور
 آقا کی عناصر کا پیام اور عقائد کو انصافاً کہو۔ کہ رسول کے صحیح مومن کو یہاں کے
 دو جن کی زندگیوں تو صرف وہ نصف کی جستجو پیکر رہ گئیں، ایمان میں جن کی ذرا سی دستک
 ہر تمام کا نصف ثابت ہے۔ ہم گذشتہ پانچ سو برس میں ربیع یہ یہ اور ربیع سب سے
 جیسے ایمان کی مسائل کو سلجھانے میں مصروف رہے۔ اور خدا و رسول کے عملی مسلمان
 تمام العبادت سمیٹ کر لے گئے اور ہمیں کان سے پڑ کر کروڑوں سے نکال دیا۔
 ذہن بجز دنیا غم و غم و غم (اور انکی پیش کی سزا ہی ہو سکتی تھی)
 تفصیل بالا سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ہم قرنی مسلمانوں میں کفار کی کمی
 نہیں اور غیر مسلموں میں اہل مسلمانوں کا قتل نہیں۔ ہیکر ان اللامؤمن کی دو قسمیں ہیں
 اول قرنی و اہل مسلمان۔ دوم اہل مسلمان۔ لفظ مومن (و کھو مشو جن) ہر وہ
 انسان کو محیط ہے اور اللہ نے ہر وہ کو اجر عظیم کی پشامانہ دی ہے۔ آئیے آپ
 کو اس مسئلہ پر ایک اور راز والی حدیث یعنی حضرت مسیح علی اللہ علیہ وسلم کا
 فیصلہ سنا لیں۔

”ایک باپ کے دو بیٹے تھے، ایک لڑکے نے چڑے پیئے کو کہا
 کہ پشامانہ اور آج باغ میں کام کرو۔“ اس نے کہا: میں نہیں ہاؤنگ
 لیکن بھری چلا گیا۔ پھر اس نے دوسرے بیٹے کو دیکھا پشامانہ کی اس نے کہا
 ”بہت اچھا جناب“ لیکن نہ گیا۔ جتا ان دونوں میں سے کون اپنی باپ
 کی مرضی بھلا لیا؟“ (امیل میں، باب ۲۱، آیات ۲۸-۳۱)

اسلامی خلافت کا مقصد دنیا میں قیام امن تھا پیر عظیم
 رجوع مطلب اقتصاداً عالم کے تعاون کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا
 تھا۔ اور تعاون جز باسب غرض و جمیل کے بغیر محال تھا۔ اس لیے خدا نے

قرآن نے ہر ماہ قرآن کو چار دفعہ انقلاب انگیز مہایات دیں۔

اول : کہو ، کہ نسل انسانی کا مذہب ایک ہے۔

دوم : کہو ، کہ ہر قوم کی طرف انبیاء مبعوث ہوئے۔

سوم : کہو ، کہ ہم تمہارے عظیم المرتبت انبیاء اور زندگی بخش صوفیوں پر
بوتفریق ایمان لاتے ہیں۔ ہم کسی بھی کچھوٹا اور کسی کتاب کو ناقص یا ناقابل
نہیں سمجھتے۔

چہارم : کہو ، کہ ہم دنیا کے نیک انسانوں کو اپنا ہم مذہب بھائی اور دوست
ایزدی کا مستحق سمجھتے ہیں۔

اور پھر حکم دیا کہ ان انقلابی اصلاحات کے بعد اقوام عالم کو تعادل کی دعوت دو
اگر نیشیاں کو دہکنے کے لیے ہر مذہب کے لوگ ٹیپرس فرسوساٹی کے مہربان
سکتے ہیں۔ اگر معاشرتی تعلقات کی خاطر ہر انسان بلا تفریق رنگ و مذہب و نژاد
برادر بڑہ میں شامل ہو سکتا ہے۔ اگر دوس کا مقابلہ کرنے کے لیے دنیا کی اٹھاون
مسلم اور غیر مسلم سلطنتیں۔ انجمن اقوام متحدہ کا رادپ دعا سکتی ہیں تو دنیا میں
ایک ایسی مجلس کا قیام بھی ممکن ہے۔ جس کا مقصد قیام امن۔ امر بالعرف
اور نہی عن المنکر ہو۔

حضور علیہ السلام نے جو خطوط فرمائے ان میں دوام و افریقہ کر کے تھے ان
میں یہ جملہ فرمایا جاتا ہے۔

اسلمہ ، قسلم ، ایوتلیتے دار تم میرے پیرو ہیں جاؤ ، تو اللہ
اللہ اجراک متزلیین سے دہرا اجر پاؤ گے

یعنی ایک اجر میری پیروی کا اور دوسرا پیروی مسیح کا اور عطف کے آخر میں
یہ آیت دیکھتی تھی ا

قُلْ يَا لَهْلَ الْكِتَابِ لَمَّا
 آتَىٰ كِتَابُكَ سَوَّءَ بَيْنَكَ وَمِثْلِكَ
 آتَىٰ نَجْدًا وَاللَّهُ يَكْفِيكَ
 يَهْ شَيْئًا وَلَا يُغْنِيكَ
 أَنْهَا قَوْمٌ يُلُوكِ اللَّهُ قَوْمٌ
 تَوَلَّوْا فَلَوْلَا شَهَادَاتُنَا
 مُسْبِلُونَ ۝

دانش و رسول! ان کتاب داغی کو کہو
 کہ آؤ، ان اصلاح پر بل کر عمل کو نہی
 جو تمہاری اور ہماری کتابوں میں مشترک
 میں۔ مثلاً اللہ کے بغیر کسی اور کی تلامی
 نہ کریں۔ اس کی کتابی میں کسی اور کو
 شریک نہ بنائیں اور نہ اسوں کو
 دہت سمجھیں۔ اگر تم ہماری اس دولت

کو تیار نہ کرو۔ تو پھر گواہ نہ ہو۔ کہ ہم خدا کی احکام کی بجا آوری پر مجبور ہیں۔
 آج چھوٹے چھوٹے مسائل مثلاً ریڈیائی لہروں کی تقسیم، گندم اور چاول کے
 تھانے، پت من کی خرید و فروخت اور دیگر چھوٹے قسم کے معاملات پر بحث کرنے
 کے لیے جہان سے نمائندے کہی جائیں گے۔ ہاتھ میں اور کسی وہی دیا سکو میں
 لیکن آج تک کسی کو یہ طیال نہیں آیا کہ اسلامی جہاد دلائل پر اشتراک عمل کی بھی
 کوئی سبیل موجود ہے۔ مصر و عرب اور ایران و پاکستان کے شیوخ الاسلام آج
 تک اس حراط مستقیم پر ایک کلام نہیں بچے۔ انہوں نے اٹلی کے پوپ سے
 تو رابطہ و قرآن کی مشورک ہائیں معلوم کرنے کی کہیں تکلیف نہیں کی بہار سے
 شمس العلماء بھی بد تشبہ کی طرح صومو سے نکل کر خالقہ میں ڈوبتے رہے
 اور انہوں نے کسی کسی برہمن کو دعوت دی کہ آؤ قرآن اور اللہ کی کتاب کیا سنا
 پر ہم ایک مشورک لاشہ عمل وضع کریں اور دیکھیں کہ کون کون سی باتیں غیر مشترک
 ہیں۔ ہماری حکومت میں کا منصب کیا ہے اپنی اور میں کا مقصد قیام اس کی خاطر
 اقوام عالم سے اشتراک سے ہے۔ آج تک اس پہلو کی طرف توجہ نہیں کی
 اور کرتے بھی کیسے؟ کہ ملایین گھری ہوئی ہے اور ملایا کا کام قرآن کی سیاست

کو زندہ کرتا نہیں، بلکہ انقادی اسلام کو فروغ دیتا ہے، یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مذہب نیکی کا دوسرا نام ہے۔ اگر آج ہم مختلف اقوام مثلاً یہودی، نصاریٰ مسلم، ہندو، ہند، صابی و غیرہ کے دس دس بچوں کو امتحان کے بل میں بٹھا کر ایک سوال دے دیں کہ تھانہ نیکی کیا ہے؟ تو سب کے جوابات کچھ اس طرح کے ہوں گے۔

خدا کو ماننا، سچ بولنا، ماں باپ کی خدمت کرنا، چوری، زنا، جھوٹ، دھوکہ بازی، شراب نوشی اور چمگزے فساد سے بچنا۔ سو دس کم نہ توں، و عدل کو پورا کرنا، انسانی خدمت خلق خدا سے محبت، ظالموں کو کھانا کھلانا، گریے ہوئے کو اٹھانا۔ اور کھانا کو باہر دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہی ادا مرد نما ہی ہیں اور انہی کا دوسرا نام اسلام ہے دہا اسلام جو تمام انبیاء کے صانع مظلوموں میں بلا کم و کاست پایا جاتا ہے۔ کیا ہمارے شیوخ الاسلام، ہندوؤں کے برہمن اور اہل کتاب کے پوپ مل کر اس قسم کے مشترک احکام کی کوئی فہرست تیار نہیں کر سکتے؟ قطعاً نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ جو جمع ہوتے ہی زلاوت، تیسخ، ختنہ و پیتسمہ، ڈاڑھی اور چوٹی کی ویسی، جشوں میں اُلجھ پڑیں گے اور اصل معاملے کے قریب تک نہیں جائیں گے ہمارا مٹا اس قدر بے کار ہو چکا ہے کہ تکفین و تدفین کی رسومات کے بغیر دنیا کے کسی اور میدان میں قیادت کے قابل ہی نہیں رہا۔

بقول بہار ایرانی سے

ذریں دستہ چہ خواہی کہ بہیں پیشہ دانش
مجاہد تراش است کنش دوز و گریہ

اس لیے یہ جدید قسم کے باشندوں کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں، اقوام عالم کے مفکرانہ سے مل کر آگے دیکھنا اور بات، تعلیمات، ترقی و ترقی و ترقی کی بنیادوں پر ایک مشترک اور عمل بنائیں۔ اختلافات کو ختم کریں جو مسیحی میں یہودیوں کو فلسطین میں عربوں کو اور جہاد میں مسلمانوں کو اس کو خواہ مذہبی اور کلمہ جنگ سے چھڑائیں، ہرے پادریوں پر ہنوں اور ملاؤں نے انسانی غمناک پلا کر موتا کر رکھا ہے۔ اور ایسے آدم کو اس دسلام کی اس روشن دنیا میں سے ہائیں۔ جہاں صلح و محبت کے چشمے رواں ہوں۔ فضائل میں پریم کے چراغ جلا رہے ہوں۔ ہندو سب پر ایسا سب کچھ کے ظلم لہرا رہے ہوں اور انہی کے خوف اس خوف سے کانپ رہے ہوں۔

کہے تو تمہارا تارہ مہر کامل نہ بچا جائے

گذشتہ دس صدیوں میں ہماری سیاست، خارجہ طاقت کے دست قدرت میں رہا۔ اس نے پہلے طاقت کی تردید و تحقیر پر وہ انسانیست برآمد از متوالے لکھے۔ وید و گیتا کی مقدس تعلیم کو مشرک و ثابت کرنے کے لیے آٹانہ لگا گیا۔ حضرت راجندر اور حضرت کشتیا علیہما السلام پر وہ دل آزار حملے کئے، حضرت بدم علیہ السلام کے زہاں کلاہ خلیہ بگاڑا، تو اسے دانیل کی تمزیب پر نسبت کے وہ دیا بھائے اور غیر مسلم اقوام کے جتنی کشتی، سو فتنی اور گردان و زدن کی ہونے پہ وہ دلائل دیئے کہ زمین و آسمان نفرت سے مبرگئے، یونین نے مسلمان کو آستین انسانیت کو سانپ سمجھا اور اس کا سر کچلنے کے لیے لاشیاں اجاڑا پتھر اور ٹھنڈے کر ہر طرف سے پل پڑے۔ اسے ہر میدان میں وہ پھینا۔ اسے آٹھا آٹھا کر وہ پٹھانیاں دیں، اس کی جیسا جیسا ناموں کے ہر پہلو پر اس قدر چمکے لگائے کہ اس فتنہ ناول کی کوئی کل سیدی درمی، جن کی تو اسے پرے چلے

کیا کرتا تھا۔ انہوں نے اسے پہلے فرانس و ہسپانیہ سے نکالا۔ پھر مشرقی یورپ سے اسے رخصت کیا۔ پھر عقباب کی طرح جھپٹ کر فریقہ کے شمالی ساحل پر آیا یوکرین کے گندم زاروں سے نکالا۔ ترکستان کا تخت چھینا اور اب ہند کے ساتھ ملی کر ہند پاک کے براعظم سے اس کے تخم تک کو مٹانے کا منصوبہ باندھ رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ ہم نے اقوام عالم کو جس قرار دے کر ان کے لبو کو حلال سمجھا۔ ان کے انبیاء و صحائف کی توہین کی اور انہیں گالیوں دینا کا رٹو اب خیال کیا۔ خدا ملاحظہ فرمائیے کس تلا کی گڑھی ہوئی یہ حدیث: **وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَنَا صَدَقَةً** جس مسلمان میں صدقہ کی محبت نہ ہو۔ **فَلْيَنْتَعِنِ الْيَهُودَ** وہ یہود پر لعنت بھیجا کرے۔

تو جن یہودیوں پر لعنت برسا، ہمارے ان کا رٹو سمجھا جا، سورہ کیوں ہمارا لحاظ کریں، وہ کیوں نہیں ساہپ سمجھ کر ڈسنے سے پہلے کھل ڈالیں۔ اس لیے انہوں نے فلسطین میں جو کچھ کیا وہ ہمارے ہی کر توڑوں کی سزا تھی۔ کسی زمانے میں ہمارے خلقِ عظیم کی وہ دھاک بندھی ہوئی تھی۔ دنیا ہمارے شمال و خصال کی اس قدر گرویدہ تھی کہ جب دشمن کے دھاڑ کی وجہ سے حضرت ابو عبیدہ کو شام کا ایک شہر محض چھوڑنا پڑا، تو الوداع کے وقت یہود، نصاریٰ کے امرا و مذہبی اکابر آہدینہ ہو گئے اور سب سے بڑے ہادی نے کہا: تم لوگ بڑے پاکیزہ اخلاق، عادل اور رحم دل تھے۔ تم مقدس تو رات کی قسم کہ اگر ہمیں کہیں اپنا حاکم خود چننے کا موقع ملتا، تو ہم صرف تمہیں منتخب کریں گے۔

اور اب یہ حال ہے کہ زمین کی پستانیاں ہم پر تنگ ہو رہی ہیں اور دنیا کی ۶۲۔ اقوام ہمیں کھلنے کی قسم کھاتے بیٹھی ہیں۔ یہ تھا کہ عذابِ جہنم میں سے

بھی اللہ نے نسا یا تھا۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی سیاسی سبب و خاطرہ کو قرآنی بنیادوں پر
آکھول کر لیں۔ اقوام عالم کے انبیاء و صوفیوں پر ایمان لائیں۔ ان کے اختیار کی
فہمات و مغفرت کی بشارتیں مستحکم اور اس کے بعد انہیں ساتھ ملا کر ایک نئی
جمہیت اقوام متحدہ کی بنیاد لیں جس کا مقصد تمام امن حاصل ہو۔

مسئلہ نبوت کے کٹا ہوا پیرا ہم سے اقوام عالم کے انبیاء و صوفیوں پر آگ
برسا رہا ہے۔ اللہ کے جذبات نفرت و عناد سے بے حد متاثر ہو چکے ہیں جنہیں
جنت میں ہرانا کوئی کیل نہیں۔ اس لیے حکومت پاکستان کو اس مقصد عزیز
کے لیے ایک بہت بڑا اعلان قائم کرنا پڑے گا۔ جس کا کام ہو گا انبیاء و صوفیوں
کی صداقت کا بار بار اعلان کرنا۔ ان پر ایمان لانا، وحدت مذہب پر متعلقے
کے اور تقریریں کرنا اور پورے نورد سے اشتراک عمل کی دعوت دینا جو کام
معمولی تہذیب کے بعد اپنے سفیروں سے بھی لیا جاسکتا ہے۔

اگر آج ہم دہلی میں جا کر مندرجہ بالا عقائد کا اعلان کر دیں، تو خدا کی قسم فاکٹر
کھائے۔ مگر جی اور سرور تارا سنگھ ہم سے جنت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور
سجارت کے ہزاروں مسلمانوں کی جان بچ جائے اور اگر یہی اعلانات ہم واشنگٹن
لنڈن، ماسکو اور ہینوا میں دہرائیں تو دنیا کی رائے ہمارے متعلق بدل جائے
پیسوں اقوام ہماری مدد سے بن جائیں۔ اور ہماری سیاست و معاشرت
میں فیروں کے نگائے ہوئے عقیدے خود بخود کھل جائیں۔ کوئی سب سے جو
اللہ کی اس آرزو سے سیکھ کر ایک بار پھر آزمائے؟ فہم
جن تمام ممالک میں شہیندہ

سوال: اگر تمام انبیاء کا مذہب ایک تھا، تو پھر کیا وجہ ہے کہ توہمات میں

بعض ایسی چیزیں حرام کر دی گئی تھیں، جو قرآن میں حلال ہیں۔ کیا یہ اختلاف اس امر کی دلیل نہیں کہ تمام انبیاء کا دین ایک نہیں تھا؟

جواب: یہ شک یہودیوں کو بعض طہارت کے استعمال سے روک دیا گیا تھا۔ لیکن یہ پابندی ان کی بعض ہدکاریوں کی مناسبتاً۔ پاکستان کی جیلوں میں اخلاقی قیدیوں کو سپل، میٹھے شربت، برف اور دیگر لذائذ سے روک دیا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں۔ اور غیر قیدی بھی نہیں کھاتے

فِي ظَنبِهِمْ مِنَ الَّذِينَ هَانُوا حَتْرًا
عَلَيْهِمْ طَيْبَاتُ اِحْتَمَتْ
لَسْمُهُمْ وَيَصَلَوْهُمُ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ كَثِيرًا وَ اَخْبَدَهُمُ السَّرِيحُ
فَدَقْدُ نَسُوا عَنْهُ وَ اِكْبَرَهُمْ
اَسْوَالِ النَّاسِ بِالْمَا حَلِيلِ وَ
اَعْتَدُوا لِنَا لِكَا فِرَائِي عَدَا اَبَا
اَلْمُصْمَاة (النساء)

دسم نے یہودیوں کو ان کی ہدکاریوں کی سزا یہ دی تھی کہ بعض حلال اور پاکیزہ اشیاء کا استعمال ان کیلئے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ یہ اسلئے کہ وہ دنیا کو اللہ کی راہوں سے روکتے سو دکھاتے اور لوگوں کا مال نا جائز طور پر دبا لیتے تھے۔ ایسے ہدکاروں کے بے سم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

جب یہودیوں کی حالت فہم سے بہتر ہو گئی، تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اس پابندی کو فہم کر دیا۔

مُصَدِّقًا لِمَا نَبِيٌّ يَدْفَعُ بِهِ صَوَ (مسیح علیہ السلام) تورات کا مقصد

سنا ہندو سامو کا مدت ہدی سے سجدہ کھا رہے ہیں اور غریبوں کا مال دہا رہے ہیں ان کے ان بھی گوشت کے حرام ہونے کا عقیدہ موجود ہے۔ ممکن ہے کسی پیغمبر نے ان پر بھی یہودیوں والی پابندی لگا دی ہو۔

التَّوَسُّلُ إِلَى اللَّهِ مِنْكُمْ
بِغَضِّ الْوَالِدِ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ
تھا اور بعض اُن اشیا کو طویل کرنے
آپ کا تھا۔ جو یہود پر حرام کر دی گئی
تھیں (آل عمران)

اس پابندی کی مثالیں ہمیں اپنے گھروں میں ہر روز نظر آتی ہیں کہ والدین
قریب بچے کو بطور سزا سیدھا میں نہیں لے سکتے۔ یا دھار مذمتک اس کو پہنچا نہیں
دیتے۔ بس یہی کیفیت تھی اس پابندی کی جو یہود پر عائد کی گئی تھی۔

حبطِ اعمال

سوال! آپ کہتے ہیں کہ کسی عمل کو اس کے صلہ سے کہا نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ دوسری طرف قرآنِ حکیم میں بیسیوں آیات اس موضوع پر ملتی ہیں۔ کہ کفار کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ حَبِطَتْ أَعْمَالُ كُفْرًا لِّأَنَّ كُفْرًا كَفَّرَ عَنْ سَعْيِهِمْ لَوْلَا أَعْمَالُهُمْ لَأَنذَرْتَهُمْ يَوْمَئِذٍ لَّعْنَةً مَّا نَسُوا اللَّهَ الَّذِي كَفَّرَهُمْ عَنْ سَعْيِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔

پہلا جواب! اگر کفار کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، تو پھر انہیں جہنم میں کیوں بھیجتے ہیں۔ جہنم کی سزا بھی تو اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر اعمال ضائع ہو چکے تو پھر سزا کیسی؟ یہ مشکل اس لیے پیدا ہوئی کہ آپ حبطِ اعمال کا مفہوم نہیں سمجھے۔

دوسرا جواب! حبطِ اعمال کے سلسلے میں اللہ نے دو اور تعبیرات سے بھی کام لیا ہے کہیں فرمایا: أَفْضَلُ أَعْمَالِكُمْ كَمَا أَكْرَمْتُمْ وَإِنْ تُكْفِرُوا كُنْتُمْ كَافِرًا۔ آئیے پہلے ان الفاظ کی لغوی تفسیق کریں۔

۱۔ حَبِطَ حَبِطًا وَحَبِطًا : ضائع ہونا۔ یعنی فاسد ہونا۔ خراب ہونا۔

حَبِطَ الْعَبِيرُ حَبِطًا : اونٹ کا ہاضمہ بگڑ گیا۔

۲۔ ضَلَّ ضَلًّا وَضَلَّاتًا : ضدِ اہتدائی۔ ہدایت۔ راست

رومی اور سچائی کی ضد۔ تذبذب چیرت
حق و باطل کی آمیزش۔

- ۱۔ قُلْ اَلنَّاسُ فِي اللّٰهِ
 نَاتِقُونَ ضَالَّةٌ
 اَحْصِيَائِ ضَالَّةٌ
 ذرود میں پانی ملا دیا گیا۔
 ایسا ناتق میں کا مالک معلوم نہ ہو
 ایسے اعمال جن کو مالک ارض و سما اپنے
 کیلئے تیار نہ ہو۔ یعنی برے اعمال۔
 ۲۔ يَطْلُوْنَ يَطْلُوْنَ وَيَطْلُوْنَ اَدْبُلًا
 يَطْلُوْنَ خَسِيْدًا
 يَطْلُوْنَ فِيْ حَدِيْثِهِ
 حنہ الباطل۔ خسر الحق۔ باطل کے
 معنی میں حق کی ضد و نقیض۔
 خراب ہو گیا، فاسد ہو گیا، بگڑ گیا۔
 اُس نے ہرزہ سرائی کہ خراب و فاسد
 باتیں کہیں۔
 ۳۔ هُوَ رَجُلٌ يَطْلُوْ
 عَمَلًا عَمَلًا
 قَسَدًا قَسَادًا۔ اَللّٰهُمَّ صَدِّقْ الصّٰلِحِ
 سَوِيًّا
 وہ ایک بیکار انسان ہے۔
 صنم و جھنم یعنی اُفت کوش اور کام۔
 ۴۔ قَسَدًا قَسَادًا۔ اَللّٰهُمَّ صَدِّقْ الصّٰلِحِ
 سَوِيًّا
 اس کا خون فاسد رنگدا ہو گیا۔
 ۵۔ قَسَدًا قَسَادًا۔ اَللّٰهُمَّ صَدِّقْ الصّٰلِحِ
 سَوِيًّا
 قفسد القوم۔ قتل و کفر الخیلاف والعداۃ۔ قوم فاسد ہو گئی
 یعنی اس میں پھوٹ اور دشمنی پڑ گئی۔
 اس تہمت کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال کے مفہوم میں کوشش اور محنت بھی
 نسل ہے۔ اور محیط اعمال۔ ابطال اعمال یا ضلالتہ اعمال کا مفہوم ہے، اعمال کا
 فاسد ہو جانا بگڑ جانا۔ یعنی خراب نتائج پیدا کرنا۔ دنیا کا کوئی عمل بھلا نہیں
 ہو سکتا۔ لیکن جن اعمال کا نتیجہ بڑا ہو۔ انہیں قرآن کی اصطلاح میں اعمال باطلہ یا
 فاسد کہا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص صحبتِ ہد میں پڑ کر بیٹھ بازی، تماش، تماش بینی، جھنگ لوشی اور نش گونی جیسی عادات، ہر کاشکار ہو جائے، تو عرب کہیں گے حَبِطَتْ اَنْهَامُہُ اس کے اخلاق بگڑ گئے یا اس کے اعمال فاسد ہو گئے، یہی محاورہ دو اور مواقع پر بھی استعمال ہو سکتا ہے، مثلاً ایک طیب دو چار ماہ کی مسلسل محنت کے بعد ایک کشتہ تیار کرتا ہے۔ اس کا نادان ملازم عقوراً سنا سنکھیا پیس کر کشتے میں ملا دیتا ہے۔ اس موقع پر عرب کہیں گے حَبِطَتْ اَعْمَالُہُ (اس کی محنت رائگاں گئی، یا ایک محنت مندی طالب علم امتحان کی تاریخ مقبول جاتا ہے، میں خود ایک دفعہ اس حادثہ کا شکار ہو چکا ہوں، تو ہر آدمی کہے گا کہ اس کی محنت رائگاں گئی۔ لفظ عملِ حال، دماغ اور فریب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کسی قوم سے لڑ رہے ہیں۔ دشمن آپ کے سلسلہ آبِ رسانی کو تباہ کرنے کے لیے آدمی راست کو چند سپاہی روانہ کرتا ہے۔ وہ وہے پاؤں آپ کے دائرہ کس کی طرف بڑھتے ہیں، ابھی ایک فروگنگ کا فاصلہ باقی ہوتا ہے۔ کہ اتفاقاً وہاں گشتی گارو آجاتی ہے اور دشمن کی حال کو ناکام بنا دیتی ہے ایسے موقع پر بھی یہ محاورہ استعمال ہو سکتا ہے حَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ خَدَانِہُ کی چال ناکام ہو گئی، یا قَسْلًا مَسْعِيہُمْ خَدَانِہُ کی کوشش بیکار ثابت ہو گئی۔ تو گویا جملہ اعمال کے عین مفہوم ہوئے۔

اولاً محنت کارائیمگان جانا اور یہ وہ حادثہ ہے جو ہر انسان کو خوافہ و مسلم ہو یا غیر مسلم۔ قدم قدم پیش آتا ہے۔ مہا تما گاندھی کی تحریک عدم تعاون کو چھوڑ دینے کے واقعہ (ہندو مسلم نساد) نے ناکام بنا دیا۔ حضرت اسماعیل شہید اور سپہا محمد بریلوی رحمت اللہ علیہما کی کوششوں کو چند افغانوں کی خدائوں نے اکارت کیا تھا اور واٹر ٹو کے میدان میں پولیس کی ایک نفرش

نہانکے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ہم میں سے ہر شخص کی زندگی
ایسے غلط اقدامات سے لبریز ہے۔ جن کی وجہ سے بار بار بکے رائے پر
ہانی پھر جاتا ہے اور ہم اپنے مقصد سے بے حاصل فور ہو جاتے ہیں۔

میں ایک ایسے ہونہار لڑکھوان سے آگاہ ہوں، جس نے تعلیم کے دوران
میں بے حد محنت کی، یونیورسٹی سے وظائف پے اور آخر سول سروس کے
سب سے بڑے امتحان میں شہایت امتیازی حیثیت حاصل کی۔ ملازمت
میں آئیے بعد مختلف مراحل طے کرتا رہا ایک بہت بڑے منصب پر جا پہنچا
آخر رخصت لیتے ہوئے پڑ گیا اللہ جل میں پھینک دیا گیا (جملت انما لہ)

جن طرح بعض نیک اعمال تمام چھوٹی بڑی غلطیوں اور لغزشوں کو مٹا دیتے
ہیں یہ رات الحسبات فیذہبت السبئات۔ بعض نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی
ہیں یہ مثلثا بڑا عظیم کام صرف ایک کارنامہ تعمیر پاکستان ان کی تمام زندگی
پر چھا گیا۔ اسن طرح بعض بد اعمالیاں زندگی بھر کی محنت پر ہانی پھیر دیتی ہیں
جس طرح نکال۔ صادق دکن اور قائد کشمیر کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ اس
صورت حال کو بھی قرآن نے جملہ اعمال سے تعبیر کیا ہے۔ نیک اعمال ضائع
نہیں ہوتے، بلکہ ایک بہت بڑی برائی کے پیچھے چھپ جاتے ہیں۔ قائد کشمیر اپنے
ایشیا، مجاہد، حمیت علی اور جفا طلبی کی بدولت برسوں قوم کی آنکھوں کا مارا بنا
رہا۔ لیکن جو نہی اس نے مسلمانوں کو ہندو سے غدار بنا کر۔ وہ ساری قوم کے فیصلہ و
غضب کا ہدف بن گیا۔ اس کی بیس سالہ قیادت اس کے گزشتہ نیک اعمال
کی جزا تھی۔ وہ ان اعمال کی بدولت بیس برس تک مسلمانوں کے
دلوں پر حکومت کرتا رہا اور اب وہ اس کی مبالغہ نما غداری کی اوست
میں چھپ گئے ہیں۔

دوسم: دوسری صورت ہے اعمال کا باسود ہو جانا اور یہ صورت بھی غیر مسلموں
 کے مخصوص نہیں۔ بلکہ مسلم و غیر مسلم سب میں پائی جاتی ہے۔ بڑی صحبت
 اور لعب، مے نوشی، ارتکابِ فواحش، اسراف، ادوغ گوئی اور شہوت
 سے سب کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں۔

سوم: اور تیسرا مفہوم ہے دشمن کی حال کو ناکام بنا دینا۔

تشریحات بالاکہ روشنی میں آیات ذیل کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ هَلْ كُنْتُمْ بِآيَاتِنَا أَكْفَرًا مِّنْ قَبْلِهِمْ
 أَعْمَالَهُمُ الَّذِينَ هَلْ كُنْتُمْ بِآيَاتِنَا أَكْفَرًا مِّنْ قَبْلِهِمْ
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ
 أَنَّهُمْ يُخْسِنُونَ صُنَعَاهُ أُولَٰئِكَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 وَرَبَّانِيهِ فَحِطَّتْ أَعْمَالُهُمْ
 فَلَا تَقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 وَشَرَّاهُ (کہف)

(آؤ میں نہیں زیاں کاروں کے متعلق
 کچھ بتانا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں
 صرف دنیوی منافع تک محدود ہیں اور
 اپنے اعمال کے متعلق بڑے خوش ظن رہے
 یہ لوگ الہی احکام اور نظام جزا و سزا
 (تقاضیہ کے منکر تھے۔ ان کے اعمال
 ناسد ہو گئے۔ حِطَّتْ أَعْمَالُهُمْ
 اور اس لیے ہم ان کے اعمال کو ٹولے بغیر
 اہلیں سپرد جہنم کر دیں گے)

اس آیه میں حطت اعمالہم کی یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے کہ ان کی چھوٹی موٹی نیکیاں
 ان کی جیب بزرگاریوں کے پیچھے یوں چھپ گئیں کہ وزن اعمال کی ضرورت ہی محسوس
 نہ ہوئی۔ نجات کے لیے اعمال صالحہ کا زیادہ وزنی ہونا ضروری ہے۔

وَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ
 فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاغِبَةٍ
 (رومان نجات وہی پائے گا جس کے
 نیک اعمال کا وزن زیادہ ہوگا)

اور جس شخص کے کرداروں اعمال میں صرف دو چار نیکیاں ہوں۔ اس کے اعمال

کو تو اتنا وقت ضائع کرنا ہے۔ اس لیے ایسے فاسد اعمال افراد کو بلا وزن آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس دنیا میں ٹیٹ خانے تو بڑے بڑے موجود ہیں۔ مثلاً سو منات، بزمین، کاش وغیرہ۔ لیکن سب سے بڑا ٹیٹ صرف ایک ہے۔ یعنی انسانی نفس جس کا دس نام ابلیس ہے۔ ابلیس نفس ازل سے ابنا آدم کی تباہی میں سرگرم ہے۔ اس کے بڑے بڑے حربے ہوتے ہیں۔ یعنی غضب اور شہوت ان حربوں سے اس نے اپنا ٹیٹ کو بچھا ڈیا۔ مثلاً حضرت آدم نے تمنا نے ظور و شہوت، شہو ممنوعہ کا پہل کھایا اور حضرت موسیٰ نے قرط غضب میں ایک قطعی کو قتل کیا اور انہیں ہتھیاروں سے اس نے برو تقوئے کے ٹمے بڑے قلعے سر کئے، غصہ و شہوت کے بھڑکے ہوئے شعلوں پر قابو پانا جنگاہ ہستی کی سب سے بڑی کامیابی ہے، جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اصلی موعود وہ نہیں جو پتھر کے بے ضرر اور بے جان ہتوں کو توڑ ڈالے۔ بلکہ وہ ہے جو نفس کا سرکشی بناوت، طغیان، اور تمرہ کو شکست دے۔ پتھر کی مور تپنا بالکل ممکن۔ بے ضرر، غریب اور کمزور ہوتی ہیں۔ آپ صرف ایک ٹھوک سے سارا بت خانہ فنا کر سکتے ہیں۔ لیکن نفس سے لڑنا گویا ایک خوفناک آژو دہ سے مقابلہ کرنا ہے۔ اسی مقابلہ کو ہمارے صوفیہ نے جہاد اکبر کا نام دیا تھا اور اسی جنگ میں کامرانی کو قرآن نے توحید اور شکست کو شرک کہا ہے۔

أَفَسَرَ آيَاتِ مَن آتَخَذَ
الْحَسْرَةَ هُوَ أَتَا
دُفِئَ أَسْ نَاسِكِ كِ حَالِيَةِ دِكِيوِ جِسْ
لِئِي خَوَ اِشَاتِ رِنْفِسِ كُو اِپِنَا

رب بنا لیا

یہ شرک انسان کو ابلیس بنا دیتا ہے۔ اس کے اعمال فاسد ہو جاتے ہیں

اور وہ دنیا ئے السانی کے بے رحمت بنا جاتا ہے۔

لَنْ أَشْتَرَكَ لِيَخْبَطُونَ
 وَأَنْتُمْ تَمَاهِيهِ الْعَمَلِ مَا سَدَّ سَوَاهِيهِمْ
 دُرِّمْ نَفْسِ كَيْهِي عِيْلَ تَوَلَّوْنَا
 (المر)

أَلَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْذُؤَانِ
 سَيِّئِ اللَّهِ أَفْسَلُ أَعْمَا لَمْهْمُ
 دُرْمِي

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَفْسَلُ لَمْهْمُ
 وَأَفْسَلُ أَعْمَا لَمْهْمُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
 كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ
 أَعْمَا لَمْهْمُ (محمد)

اور اسی بنا پر اللہ نے ان کے اعمال کو خراب اور گندہ کر دیا ہے،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَاصْذُؤَانِ
 سَيِّئِ اللَّهِ كَسَاءُ فَوَاللَّهِ لَمَنْ
 بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَمْهْمُ الْفُؤْدَى لَنْ
 يَهْتَرُوا وَاللَّهُ شَهِيدٌ بِمَا كَفَرُوا
 أَعْمَا لَمْهْمُ (محمد)

کہہ دیکر وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا
 سکتے اور اللہ بہت جلد ان کی کوششوں

کو ناکام بنا دے گا۔

رہنوں کے الگ الگ آداب ہوتے ہیں۔ بزرگوں کی مجلس میں خاموش بیٹھ کر سنانا،
 باتوں میں دخل نہ دینا اور انتہائی فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنا ہی تقاضائے انسانیت
 ہے۔ اگر بالمرض کن کالج کے اساتذہ یا طلبہ پرنسپل کے سامنے چلا چلا کر باتیں

کریں اور قہقہے لگانیں تو پرزہیل کا رعب جاتا ہے گا اور سارے کالج میں بد
نظمی ہی پھیل جائے گی۔ اس طرح اگر حضور علیہ السلام کی عقل میں صحابہ کرام
چلا چلا کر باتیں کرتے، تو حضور کا رعب دلوں سے اٹھ جاتا اور تسلیم و انقیاد
کے وہ مظاہرے جو ہیبت رسالت کا نتیجہ تھے ختم ہو جاتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَقْرَبُوا
أَعْلُوا إِلَيْكُمْ فَوَاقِ صَوْتِ الْبَيْتِ
وَلَا تَجْمَسْ فَإِنَّ بِالْقَوْلِ كَثْفًا
بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ
أَعْمَالُكُمْ وَالْأَعْرَابُ

راہے الہی ایمان! تم اپنی آواز رسول
کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان
کے سامنے ہٹا چلا کر باتیں کیا کرو
جیسے کہ تم ایک دوسرے سے
کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ رعب رسالت

کم ہو جائے اور تمہارے اعمال فاسد ہو جائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد)

راہیں والو! خدا اور رسول کی اطاعت
کو اور ترک اطاعت سے اپنے
اعمال کو خراب نہ کرو

سوال ۱۔ قرآن میں بار بار یہ آیات آتی ہیں کہ بعض لوگوں کو آخرت میں ہانک
محوم کر دیا جائے گا۔ کیا اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ ان کے نیک
اعمال ضائع ہو جائیں گے؟

جواب: جو لوگ اس دنیا کی لمبی زندگی میں ایک کام بھی آخرت کے لیے نہ
کریں اور ایک قدم بھی اللہ کی راہوں پر نہ چلیں، یہاں تک کہ انہیں آخرت
میں کس بات کا اجر دیا جائے؟ انگریزوں کے زمانے میں نبراز فل ایسے
بزرگ تھے جن کا کام تھا انگریزوں کی ضیافتیں خوشامدی اور قومی
یٹنوں کے خلاف سازیاں دینا۔ ان کا مقصد خطاب، جاگیر و ترقی کر سنی

منصب اور دنیا کی تمہاری عزت تھی۔ سو یہ سب کچھ انہیں مل گیا۔ انہوں نے خدا کے لیے کیا کیا؟ کوئی یتیم خانہ کھولا؟ کوئی شفاخانہ بنوایا؟ کس درسگاہ کی بنیاد رکھی؟ جہاد آزادی میں مددگار لاکھ مدد پیہ دیا؟ آخر ان کے اخروی کارنامے کلا سے ہیں جن کا اجرا انہیں دیا جانا چاہیے، اس قسم کے لوگ ہرنے میں تھے اور آج بھی ہر جگہ گرفتار کی تدابیر میں موجود ہیں، انکا کام شکم پری دولت اندوزی اور نفس پرمدہمی ہے وہی۔ ان کے متعلق اللہ کا فیصلہ سنئے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ غَنِيًّا أَوْ فَخْرًا
نَزَّذَلَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يَتَّقِي
حَرْثَ اللَّهِ نَزَّذَلَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يَتَّقِي
فِي الْآخِرَةِ مِنْ كَثِيرٍ ط

جو لوگ اس دنیا میں رو کر آخرت کی
کبیتی بھڑھے ہیں ہم ان کی کبیتی میں برکت
ڈالیں گے اور جو لوگ یہاں دنیاوی مٹانے
کھانا چاہتے ہیں ہم ان کی محنت کو
بھی بار آد کر دیں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں

کہ انہیں آخرت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔

انسانی اتحاد کی راہ پر سب سے بڑی رکاوٹ مذہب کا مسخ شدہ تخیل ہے۔ مختلف مذاہب کے پیرو محض اس لیے ایک دوسرے کے گتوں کے پیاسے بنے ہوئے ہیں کہ کیوں مومن نسل جیسے دھوئی کے پیش کردہ تصورات، مذہب کا قائل نہیں ہم نے آج تک اس اختلاف کو کم کرنے کے لیے ایک لفظ تک نہیں کہا اور ایک قدم تک نہیں اٹھایا۔ ہم اختلاف کی آگ کو بجھا دینے کے لیے سب کچھ کرتے رہے۔ تہذیب مذہب پر لاکھوں کتابیں لکھیں۔ ہر مسجد، ہر مندر اور ہر کلیسا میں کروڑوں گز قفریں ہیں۔ لیکن کسی جملے مانس کو یہ خیال نہ آیا کہ ایک خدا کی ایک شریعت میں جو مختلف زبانوں میں مختلف انبیاء کو مختلف زبانوں میں دی گئی۔ کوئی وجہ مشترک تلاش کریں اور مذاہب و تعصب سے کھلی ہوئی اقام کو محبت، اتحاد اور انسانیت کھری

کی شاہراہ پہ ڈال دیں۔

مجھے انسان کا مستقبل بہت روشن نظر آتا ہے۔ جس انسان نے فطرت کے راز ہانے سرسبت کو ڈھونڈ کر فطرت پہ قابو پالیا جس نے پہاڑ اُلٹ دیئے۔ سرکش سمندروں کو مطیع و متقاعد بنا لیا اور کائنات کے ہر ظاہر متفاد و مختلف مناظر میں جذب و ایٹلاف کی ایک دنیا ڈھونڈ ڈالی۔ وہ کسی روز مذاہب کے سطحی اختلافات ہیں سبھی وحدت و حقیقت کے وہ عوالم دیکھ لے گا جن کے بغیر کاروانِ انسانیت منزل کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس سلسلے میں قرآن نے جو راہ تجویز کی ہے، اس کی تفصیل صفحاتِ گذشتہ میں دی جا چکی ہے۔ یعنی یہ اعلان:

۱۔ کہ مذہب ہر زمانے میں ایک تھا۔

۲۔ کہ اللہ نے ہر قوم کی طرف انہیاد بھیجے۔

۳۔ کہ ان میں تفریق ناروا ہے۔

۴۔ کہ کسی انسان کا عمل ضائع نہیں ہوتا۔

اگر آج دولِ اسلامیہ کے وزرائے خارجہ مغرب و مشرق میں قرآنِ حکیم کی اس عظیم سیاست کا اعلان کرویں تو مجھے یقین ہے کہ اس جہاںِ بغض و عناد میں اس انوکھی صدا کی طرف ہر فرد اور ہر قوم متوجہ ہو جائے۔ روس، امریکہ اور مجازت کی نفرتِ رجم سے، محبت میں بدل جائے اور ہماری بے شمار سیاسی و اقتصادی مشکلات کا خاتمہ ہو جائے۔

پنڈ بروئے نو دکشی جلوہ صبح و شام را

چہرہ کشا! تمام کن جسلوہ نامم را

اقبال

صحابفِ مُقدسہ

اس وقت دلیا میں بیسیوں مذاہب رائج ہیں۔ لیکن وہ مذاہب جن کے پیروؤں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہے، صرف چار ہیں۔ یعنی اسلام، عیسائیت، آریہ دھرم اور ہندو مت، ہم اس مقالہ میں صرف انہی مذاہب کے انبیاء و صحف کا جائزہ لیں گے۔

ہر مذہب کے پیروکار یہ عقیدہ ہے کہ صرف میرا مذہب سچا ہے اور دنیا کے باقی تمام مذاہب اور ان کے پیرو تھوٹے، فاسق، کافر اور جہنمی ہیں۔ دوسروں کی آنکھ کا تھکے دیکھ لینا اور اپنا شہتیر تک نظر نہ آنا انسانی فطرت کی مشہور بیماری ہے۔ اپنی صورت، اپنے لباس، اپنے رسم و رواج، اپنے عقائد، اپنے معیاد اور اپنے مناسک کو اچھا سمجھنا اور صرف اپنے پیشے کو حسین ترین پر خیال کرنا مذہب انسانی کی وہ کجی ہے جسے آج تک کوئی قدر نہ کر سکا۔ یہی وہ ٹیڑھا پن ہے۔ جو انسان کو انسان کا دشمن بنا دیتا ہے۔ مشرقی پنجاب میں دس لاکھ انسانوں کا قتل، فلسطین میں عربوں کے خون کی ارزانی، نو اکل اور جموں کے زہرہ گناہ مظالم اور بھارت میں آئے دن کے فسادات اس ٹیڑھ پن کا کرشمہ ہیں۔ اگر آج کائنات کا نظم و نسق کسی برہمن کے حوالے کر دیا جائے، تو وہ سب سے پہلے مسلمانوں پر اور اس کے بعد دیگر امتوں پر رزق کے تمام دروازے بند کر دے۔ ان کی کیتھوں پر بارشیں برسا کر چھوڑ دے۔ ان کے گنوں میں زہر بھر دے۔ ان کے پہلوں میں کیڑے ڈال دے اور اللہ سے سب دُور بلکہ زندگی تک چھین لے اور

اگر کسی ظلم کو یہی اختیار مل جائیں، تو وہ اپنے بغیر باقی سب کو جہنم میں
 آٹا لٹکا دے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ برہمن ہے نہ ظلم اور نہ پاہی۔ بلکہ
 وہ رب کائنات ہے۔ جس کے زمین میں کوئی ٹیڑھ نہ رہیں۔ اس کی رحمتوں سے
 سب فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اس کے انعامات سب کو مل رہے ہیں اسکی ہوا میں
 گھسائیں اور فضا میں سب کے لیے ہیں۔ اس کے میزان عقل میں ڈاڑھیاں، قہائیں،
 زقار، چوٹی، دھوٹی، ہام، لسل، رزگ، نسبتیں، غلط عقیدے، انسان کش تحفہات
 اور مذہبی یعنی زہری ذہنیات نہیں تھیں۔ بلکہ صرف اعمال کو لے جاتے ہیں اور
 ہر بد کاری کو جہنم میں پہنچ دیا جاتا ہے۔ اور ہر کو کاری پر عمامہ وہ ہندو پیش کرے
 یا یہود و مسلم، علم، دولت، ثروت، زندگی اور زمین کی الارض جیسے انعامات دینے
 جاتے ہیں۔ اگر آگھیس ہیں تو دیکھ لو۔ تمہارے سامنے یہ انعامات تمہارے سوا
 سب کو مل رہے ہیں۔ تم اپنے آپ کو لاکھ طفل تسلیم دو۔ کہ اگر وہ دینوی نعمتیں
 عارضی ہیں کہ دنیا مسلمان کے لیے زلزلان اور کافر کے لیے جنت ہے کہ درحقیقت
 کی تمام نعمتیں صرف تمہارے لیے مخصوص ہیں۔ لیکن قرآن تمہارے ان بے بنیاد
 تصورات کی ہنسی اڑاتا ہے اور کہتا ہے اس مرض کا شکار صرف تم ہی نہیں بلکہ
 اس دنیا میں ہر ملکہ سوا باذن مولا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا اَنْۢبِیَآءَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوْا ۚ سَبُّوْۤا الَّذِیۡنَ کَفَرُوْا ۚ سَبُّ الْاَعۡبَادِ لِلّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عِنۡدَ اللّٰهِ ۗ
 اے ایمان والو! نہ مقلد بنو کرو ان انبیا کے جنہوں نے کفر کیا۔ کفاروں کی تہلیل و تہلیلہ تو اللہ کے لیے ہے۔ ان کے سب کو اللہ کے لیے سب سے کفر ہے۔
 اے ایمان والو! نہ مقلد بنو ان انبیا کے جنہوں نے کفر کیا۔ ان کے سب کو اللہ کے لیے سب سے کفر ہے۔ ان کے سب کو اللہ کے لیے سب سے کفر ہے۔
 کوئی دلیل پیش کرو۔

یہ بیماری صرف یہود و نصاریٰ میں نہیں تھی۔ بلکہ بقول رب قرآن ہر امت

ولا يعقل قوم اس مرض میں مبتلا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ
النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ
النَّصَارَىٰ لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَىٰ
شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ
كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
مِثْلُ كُوَيْلِهِمْ

دیہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے عقائد کی
کوئی حقیقت نہیں اور نصاریٰ کہتے
ہیں کہ یہود کا ایمان کوئی چیز نہیں حالانکہ
دونوں کتاب پڑھتے ہیں۔ یہ کبھی یہود
و نصاریٰ تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر
لا یعقل قوم کے عقائد ایسے ہی

ہوتے ہیں (دہرہ)

ہے کوئی جو اس حقیقت سے انکار کرے اور ہے کوئی جو اپنے ذہن و نظر
کی کمی کو دیکھ لینے کے بعد اپنی اصلاح پر آمادہ ہو جائے، کوئی نہیں اور
قطعاً کوئی نہیں۔

بزرگوں سے سنا تھا کہ اسلام آسان ہے۔ بیشک اعمال کے لحاظ سے
بہت سادہ اور آسان سا مذہب ہے۔ لیکن عقائد کے لحاظ سے نہایت
مشکل اور دشوار ہے۔ مولانا ابوالبرکات حضرت سید حافظ حاجی عبدالصبور
سہروردی سے گیتا کی صداقت تسلیم کرانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا تارا سنگھ سے
کلمہ پڑھوانا صداقت تک پہنچنے کے لیے زندگی بھر کے تعصبات و مسلمات کو
چھوڑنا پڑتا ہے اور اتنی بڑی قربانی کون کرتا ہے کہ ماں، باپ، محلے کے علماء،
سوسائٹی پیر اور ماحول کے قائم کردہ آثار و نقوش کو یک دم چھوڑ دے اور نئے
نصورات کو قبول کرے۔ اپنے والدین۔ اپنے گھر، اقارب، احباب، گلیوں،
کہتوں اور اپنے ندمکانوں سے زیادہ محبوب وہ نصورات و عقائد ہوتے ہیں۔
جن کی بنیاد ماں کی گود میں پڑتی ہے اور پھر ایک خاص ماحول میں جوان ہوتے ہیں۔ یہ

نصرت بزرگوں کی عزیز یادیں ہیں جاتے ہیں جہاں ماں باپ کی تائید گہرائی اور مذہبی رہنمائی قبولیت تقدس پیدا کر دیتی ہے۔ کلا دیوی نے کہا: "بیٹا! مسلمان پیدہ ہوتا ہے، اس سے چھو جاؤ تو کپڑے بدل کر فوراً نہالو۔" اس آگیا کو فرما کر راج کمار نے سنا۔ پتا جی نے اس کی تائید کر دی۔ مہا پوجیہ یا دھرمی بے نارائن شاستری نے مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا: "مستلا چھو جائے، تو آنکھ، جملہ، شریک اور آتما تک بھر شست ہو جاتی ہے۔" راج کمار دوستوں کے پاس آیا، بازاروں میں گیا، ہاٹ، شار اور ویٹا منڈی میں داخل ہوا، ہر جگہ یہی آواز اس کے کان میں پڑی۔ چنانچہ راج کمار کی ذہنیت مسخ ہو گئی۔ اور اس کے دل و دماغ پر تعصبات کی تھیں جم گئیں۔ ہر ایسی آواز میں محض ایک لہکا سا اثر پیدا کرتی ہے اور آخر میں ایک حکم، راسخ اور تہہ نہ تعصب کی شکل اختیار کر لیتی ہے جسے نہ انگریز کی دو سو سالہ دشمنی تعلیم بدل سکتی ہے اور نہ خود مسلمانوں کی نو سو سالہ حکومت۔

آپ نے اندازہ فرمایا کہ میرا کام کتنا کشی اور مشکل ہے کہ میں اس تعصب زدہ، ادا م آلودہ، غرافات اندھا اور سیر طاد برہن دنیا کو یہ کہہ رہا ہوں کہ آؤ ہم قیام امن کی خاطر ایک دوسرے کے انہیا و ممانف پہ ایمان لائیں۔ آؤ ہم سچ کو سچ اور نور کو نور کہیں۔ میری اس صدا کا اس وقت ناکوس و جرس کے شور مچا رہا ہے۔ لیکن میں مستقبل سے بالکل نہیں ہوں۔ مستقبل کے دشمن دماغ انسان کا دل نہیں پھینا دہی ہو گا۔ جسے آج سے تیرہ سو برس پہلے حضرت علیہ السلام نے آخری مرتبہ پیش فرمایا تھا اور ہمیں بعض دشمن پہلوؤں سے نقاب اٹھانے کی سادٹ آج مجھے بھی نصیب ہونے لگی ہے۔

ملہ مسلمان ملہ کسان ملہ پانی ملہ جسم ملہ روح ملہ ناپاک

بائبل : بائبل کے مدد سے ہیں۔ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید۔ اول الذکر میں مختلف انبیاء کے اکتالیس صحیفے ہیں اور موخر الذکر میں ستائیس۔ میزان چھپا سٹھ۔ اس زمانے میں انبیاءات کو محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ کسی پیغمبر کے تمام اقوال و اعمال ایک کتاب میں جمع کر دیتے جاتے تھے۔ اور یہ کتاب ایک قسم کی سواخمیری بن جاتی تھی۔ جس میں اس نبی کے تمام حالات و ولادت سے ولادت تک لکھ دیتے جاتے تھے۔ لکنے والا عموماً کوئی اُمّتی نبی ہوا کرتا تھا۔ ہر چند کہ یہ لکھنے والے اپنے انبیاء کے عشق میں سرشار اور سچی عقیدت میں چرخی تک فُڈھے ہوئے ہوتے تھے اور تمام واقعات کو پوری تحقیق کے بعد سُہر و قلم کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر انسان تھے۔ اس لیے بالکل ممکن ہے کہ ان سے کوئی لغزش ہو گئی ہو کوئی واقعہ غلط لکھ گئے ہوں یا کوئی بات خلاف حقیقت کہہ دی ہو۔

علمائے اسلام نے آج تک جس قدر اعتراضات ان صحائف پر کیے ہیں۔ ان کا مقصود یہ ہے :

اول : کہ ان کتابوں میں سوانح نگاروں کا کلام بھی شامل ہے۔
دوم : کہ بعض انبیاء کی طرف نہایت ناپاک باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق درج ہے کہ انہوں نے اور یاہ کی بیوی سے جماعت کی۔ (۲۔ سمویل ۱ باب) لوط علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں اُن کی بیٹیوں نے شراب پلائی اور نشہ کی حالت میں اُن سے ہم بستر ہوئیں۔ (پیدائش ۱۱ باب) یہوداہ کے متعلق درج ہے کہ اُس نے اپنی بہو سے زنا کیا (پیدائش ۱۱ باب) اسی طرح کی ایک دوا کہہ نیاں بھی ان صحائف میں موجود ہیں۔

سو ہم ا کہ ان کے الفاظ میں تحریف ہو چکی ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اسی زمانے میں دستور یہ بھی تھا کہ انبیاء کے اقوال و اعمال کو یکجا جمع کر دیا جاتا تھا۔ اقوال الہامی ہوا کرتے تھے اور اعمال کی تفسیر انسانی۔ اس لیے انسانی و الہامی اقوال کی آمیزش کے بغیر کوئی اور چارہ نہ تھا تو اس کا نزول سلسلہ قبل مسیح میں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ کے بعد بھی ہزار ہا انبیاء آئے۔ اگر اللہ کو حفظ لفظ الہام کا شروع طریقہ پسند نہ ہوتا۔ تو وہ کسی نبی کی وساطت سے ہدایت کر دیتا کہ دیکھو یہ اعمال و اقوال کی یکجائی پسند نہیں۔ آئندہ اس طریق کار سے بچو۔ لیکن ایسی کوئی ہدایت کسی صحیفے میں نہیں ملتی۔ بلکہ بعد میں آنے والے انبیاء کے الہامات بھی اسی طریقے سے منضبط ہوتے رہے۔ ہندوستان کے ایک اور رسول یعنی حضرت کرشن کی گیتا میں بھی یہی طریق کار اختیار کیا گیا۔ کہ پہلے کو کشترا کے میدان میں ہر دو انواع کی صف آرائی کا منظر دکھایا گیا۔ پھر اس کی گھیرا ہٹ کا نقشہ کھینچا گیا اور اس کے بعد حضرت کرشن کا وعظ درج کیا گیا۔

دنیا میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں انسانی کلام موجود نہیں۔ اس لیے ہم مسلمانوں کا تصدیقی الہامی صحائف کے متعلق یہ قائم ہو گیا ہے۔ کہ وہ انسانی کلام سے کلیتہً پاک ہوں۔ اور جب ہم صحائف گذشتہ کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو ہمیں حیرانی بھی ہوتی ہے اور کچھ بدگمانی سی بھی کہ جاہلی صحائف نے اللہ کا لفظ کلام کیوں شامل کر دیا۔ چونکہ حضرت موسیٰ کے بعد ہزار ہا انبیاء بھی اسلوب میں آئے۔ اور ان میں سے کوئی اسی طریق کار پر عرض نہیں ہوا۔ اس لیے ہمیں بھی خاموش ہونا پڑتا ہے۔

دوسرا اعتراض بڑا شدید اور سنگین ہے۔ جس کا جواب عیسوی متفقین

نے ہاتھوں پر دیا ہے کہ انبیاء سے بھی گناہ سرزد ہو سکتے ہیں اور جوتے رہے۔
 ہماری کتب عقاید میں ہے کہ انبیاء مضموم ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم اس کی
 تائید نہیں کرتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نافرمانی ہمیں ابلیس ہرود نافرمانی کے برابر
 سے چھوٹی سی نظر آتی ہے۔ لیکن اللہ کے ہاں آدم و ابلیس ہرود نافرمانی کے برابر
 فہرم تھے۔ دونوں کو سزا بھی ایک جیسی دی۔ ابلیس کو آسمان سے نکال دیا اور
 آدم کو جنت سے۔ دونوں کی نافرمانی کو عصیان و غواہیت سے تعبیر کیا شیطان
 کے متعلق لرایا:

قَضَىٰ فَاسْتَكْبَرَ (ابلیس نے نافرمانی (عصی) کی اور تکبر سمی) اور ابلیس نے
 اللہ کو ملامت کرتے سمئے کہا۔

تَرَبَّتْ بِمَنَّا أَهْوَىٰ نَيْبِي (الذرا سے رہ چونکہ تم نے گمراہ کر دیا ہے)
 اور آدم کے متعلق کہا:

وَقَضَىٰ آدَمُ شَرَّابًا كَفَوَىٰ (آدم نے رہ کی نافرمانی کی اور
 گمراہ ہو گیا۔)

آدم و ابلیس ہرود نے نافرمانی کی اور دونوں گمراہ ہوئے۔ فرق صرف یہ
 تھا کہ ابلیس اگرا رہا۔ اور حضرت آدم نے روہ کو معافی مانگی لی۔ فَتَابَ عَلَيْهِ
 (اللہ اللہ نے اسی کی توبہ منظور کر لی۔)

منہ شیطان کی ترغیب سے سرزد ہوتے ہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء کا
 مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ ابلیس کی رسائی وہاں تک دشوار ہوتی ہے لیکن ناممکن
 نہیں ہوتی۔ آخر حضرت آدم کو بہکانے والا کون تھا؟

کی تَمَرًا لَمْ نَمْنَا الشَّيْطَانُ (آدم و حوا کو شیطان نے گمراہ
 کیا تھا) (لقمہ)

حضرت یونسؑ کی یہ فریاد کس کی کرشمہ سازیوں کا نتیجہ تھی؟

حضرت یونس نے پھل کے بیٹ
میں فریاد کی کہ اے اللہ! تو مقدس
اور لاشریک ہے۔ میری فریاد سن
کہ میں گنہگار ہوں۔

فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا
إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ
مِنَ الظَّالِمِينَ (انبیاء)

اور حضرت موسیٰؑ سے قتل جیسا مہیا تک جرم کس کے ایمان سے سرزد ہوا

تھا؟ خود حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں سنئے:

موسیٰ نے اُس آدمی کو گونسونوں سے
بانا۔ جہاں تک کہ وہ مر گیا۔ بعد میں
کہنے لگا۔ اے اللہ میرا یہ عمل شیطانی
ہے اور شیطان انسان کا صریح گمراہ
گن دشمن ہے۔ میں ظالم اور گنہگار
ہوں مجھے معاف کر۔ سو اللہ نے اسے

فَوَكَرَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ
قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ قَالَ
رَبِّ اجْنُبْنِي وَبَنِيَّ مِن مَّا غَضِبْتَ
فَعَفَا لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَفُوُّ الرَّحِيمُ
(القصص)

معاف کر دیا۔ اس لیے کہ وہ عقور الرحیم ہے۔

اگر شیطان آدم و موسیٰ سے خصمانہ قتل جیسے جرائم کو اسکتا تھا۔ تو حضرت
دادو کو بھی گناہ کی ترمیم دے سکتا تھا۔ اگر آدم و موسیٰ کے گناہ معاف
ہو سکتے تھے۔ تو حضرت داؤد کو بھی غم و مغفرت سے لہذا نجا سکتا تھا۔ اللہ کا
باطمی وہ نہیں۔ جس سے زندگی بھر میں ایک آدھ گناہ سرزد ہو جائے۔ بلکہ وہ
ہے جو گناہ کرنے کے بعد شیطان کی طرح اکر جائے۔ گناہ کے بعد احساس
گناہ اور ندامت کی پاکیزہ کیفیت صرف اللہ کے خاص بندوں ہی میں پیدا
ہو سکتی ہے۔ اور اللہ نے اس کیفیت کی گہرائی دیکھنے کے لیے بار بار اپنے

بندوں کو ابتلا میں ڈالا اور حضرت داؤد کی ابتلا بھی اسی قسم کی تھی۔

حضرت داؤد کے اس واقعہ کی طرف قرآن میں ایک اشارہ ساموجود ہے۔ پہلے سمونیل کی دوسری کتاب باب آیت ۲ تا آخر کا بیان سینے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شام حضرت داؤد محل پہ چڑھے۔ سامنے ایک گھر میں ایک عورت نہا رہی تھی۔ نظر پڑ گئی اور اس کے حسن کو دیکھ کر بیتاب ہو گئے۔ کوئی آدمی بیچ کر اُسے بلوایا اور اس سے مجامعت کی۔ اُس عورت کا خاندان اُوریا میدان جنگ میں تھا۔ اپنے سپہ سالار کو لکھا کہ اُوریا کو ایسے مقام پر رکھو کہ وہ دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے۔ چنانچہ اُوریا قتل ہو گیا اور حضرت داؤد اس عورت کو اپنے گھر لے آئے۔

پھر اللہ نے ایک شخص ناتن کو حضرت داؤد کے پاس بھیجا۔ ناتن نے کہا کہ اے بادشاہ ایک آدمی کے پاس بیڑوں کا بہت بڑا ریور تھا۔ اور دوسرے کے پاس بیڑی ایک چھوٹی سی بچی جس سے یہ اور اس کے بچے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دن پہلے آدمی کے ہاں ایک مہمان آ گیا۔ اُس نے دوسرے شریب سے اُس کی بیڑی بردستی چھین کر مہمان کو بھلا دی۔ لہذا اپنے آپ کا انصاف کیا کہتا ہے۔ حضرت داؤد یہ کہانی سن کر کہنے لگے کہ پہلا واجب القتل ہے۔ اُسے میرے سامنے پیش کر دو۔ ناتن نے کہا۔ وہ مجرم تو ہے۔ جس نے بیویوں کو پورا گتھ رکھتے ہوئے بھی ہمسایے کی بیڑی بردستی چھین لی۔ اس پر حضرت داؤد بہت نادام ہوئے۔ یہاں تک کہ بقول سمونیل۔

”داؤد نے روزہ رکھا۔ ساری رات زمین پر ربا“ (سمونیل ۱۱)

درد کو غفلت طلب کرتا رہا۔ اور پھر

”اس نے واؤد کو کہا کہ خداوند نے تیرا گناہ بخشا“ (۲-توبہ ص ۱۲۴)

اب قرآن حکیم کی کہانی ملاحظہ ہو۔

وَهَلْ آتَاكَ بُرُؤُا الْحَقِيمِ إِذْ
 سَأَسْتَدْعِيَهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ إِذْ دَعَا
 عَلَى دَاوُدَ فَفَكَّرْنَا مِنْهُمْ قَالُوا
 لَا تَحْتَفِ بِحَقِّهِمْ بَلَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ
 بَعْضٍ مَا حَكَمَ بَيْنَنَا مَا لَمْ يَكُنْ
 تَشْطِطُ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سُبُوحِ
 الْعِصْرِ اطَّهَّرْنَا هَذَا الْخَبْرَ لَمْ
 تَسْمَعْ وَتَسْمَعُونَ كَعَجَبَةٍ ذِي ثَمَرَةٍ
 وَاحِدَةٍ نَقَالَ الْكَلْبِيُّهَا وَعَمْرٍ فِي
 فِي الْخِطَابِ ه تَال لَنَدَّ ظَلَمَتِكَ
 بِسُؤَالِ كَلْبِيَّتِكَ اِنِّي لِنَعَا جِلْم
 وَانْ كَثِيرًا مِّنَ الْخَلَطِ اَلَيْسَ بِنَبِيٍّ
 بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ
 اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَذٰلِكَ
 مَا هُمْ وَذٰلِكَ دَاوُدَ اَلْمَا فَتَنَهُ
 فَاَسْتَدْعٰى رَبَّهُ وَكَلَّمَ رَبَّهُ الْاَعْتَدِ
 وَانَابَ ه نَعَمْنَا نَالَ ذٰلِكَ
 وَانْ لَّدُنَّا عِنْدَنَا لَسْرُ لَعْنِي وَ
 حَسَنَ مَّآبٍ ه (ص)

دیکھا نہیں اُن اہل مقدمہ کی کہانی
 معلوم ہے جو مسجد کی دیوار چھلانگ
 کر واؤد کے پاس آگئے تھے۔
 انہیں دیکھ کر واؤد ڈر گیا۔ وہ کہنے
 لگے ڈریئے مت ہم ایک جھگڑالے
 کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا
 ہمارے جھگڑنے کا صحیح میچ فیصلہ
 کہنے سے انصافی سے بچنے اور
 ہمیں سیدھی راہ دکھائیے۔ بات
 یہ ہے کہ یہ میرا جہانی ہے اس کے
 پاس تشارے سمیٹ کر ہیں اور میرے
 پاس صرف ایک تھے یہ ٹھکس چھ
 سے زبردستی لینا چاہتا ہے۔ اور
 آج اس نے مجھ سے سخت کلامی
 بھی کی ہے۔ واؤد نے کہا یہ ظالم ہے
 اور اکثر شر کا ایک دوسرے پر ظلم
 کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کے بغیر جو موتی
 ہیں اور ہاکیرو اعمال رکھتے ہیں لیکن
 اپنے لوگوں کی تعداد کم ہے۔ واؤد

سمجھ گیا۔ کہ ہم نے اُس کو ابتلا میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ اُس نے معافی مانگی۔
شانتہ احساس سے زین پر گر گیا، اور ہماری طرف واپس آیا۔ ہم نے اُسے
معاف کر دیا اور وافر کو ہمارے ہاں منصبِ قُرب اور بلند مقام
حاصل ہے۔

بائبل اور قرآن کی کہانیاں صرف دو مقامات پر آپس میں ملتی ہیں۔ اول: تیرہ دنوں
کی تمثیل میں اور دوم: احساسِ گناہ میں۔ گناہ کی نوعیت کیا تھی؟ قرآن نے بیان نہیں
کی۔ ممکن ہے کہ بائبل کی کہانی جیسا کہ اس کا پس منظر ہو۔ اور پاحضرتِ باؤدو۔ گے دل میں
اُدریا کی بیوی کو حاصل کرنے کی آرزو پیدا ہوئی ہو اور اللہ نے ان دو آدمیوں کو
بھیج کر اس آرزو سے روک دیا ہو۔

بہر حال آج اسلامی اور عیسائی اہل علم مصیبت میں ہیں کہ ان کہانیوں کی کیا
تبادل کریں۔

عیسائی تمام بائبل کو تسلیم کرنے پر مذہباً مجبور ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہے
کہ انہیں بھی تمام صحائف پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ نہ صرف یہی، بلکہ قرآن
حکیم کو گذشتہ تمام صحائف کا محافظ بنا کر بھیجا گیا ہے۔

قَالَ لَنْ اَبْرِيَنَّكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
رَا سَ رَسُوْلٍ مِّمَّنْ لَمْ يَأْتِ بِاٰيٰتٍ
مِّمَّكَ قَاتِلْنَا بَيْنَ يَدَيْهِمْ اِنَّ الْكِتٰبَ
كُنَّا نَزَّلْنٰهُ كِتٰبًا مُّجْتَمِعًا لِّتَلٰهٖ
كِي تَصَدِّقَ كَرِيْمًا هُوَ - اور ان کی محافظ
ذُو مَوْجِبَاتٍ عَلَيْنَا .

(ماننا) (بھی ہے)

اس لیے ہم پر دوسرا فرض عائد ہوتا ہے۔ اول: کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لائیں

سے ہم صحائفِ گذشتہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن پہلے تمام صحائف کو ایک کتاب تسلیم کرتا ہے۔
مَلِك

اور دوم ذکر سر قسم کے عملوں سے ان کی حفاظت بھی کریں اور جہاں قلت و معلومت
کی وجہ سے کسی بات کی حفاظت نہ کر سکیں رشتہ وادد و لوط علیہما السلام کی مذکورہ
بالا داستانیں تو تعظیماً خاموش ہو جائیں۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ بائبل میں کئی خالص تاریخی تصدیقیں بھی شامل ہیں۔ مثلاً
پیدائش، سموئیل، تواریخ اور سلامین وغیرہ ان کتابوں میں ازاہل تا آخر کیسے یہ تصدیقیں
کہ یہ اللہ کے منہ سے نکلے تھیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض مقامات پر اللہ کسی نبی سے
مہکلام نظر آتا ہے۔ لیکن ایسے مقامات اتنے کہیں کہ ان چاروں کتابوں کے خدائی
کلام کو الگ لکھا جائے تو شاید وہ ایک صطو میں سما جائے حضرت وادد کا لقب سموئیل
کی دوسری کتاب میں ہے۔ اور لوط و یسوداہ کا کتاہو پیدائش میں۔ ہم مسلمان یہ قصہ
ہی نہیں کر سکتے۔ کہ ایک پہلبر میں کے گھر میں ننانوے بیویاں موجود ہوں وہ اتنا
مطلوبہ اشہوت ہو سکتا ہے کہ پہلے تو ہسائی سے زنا کرے اور پھر اسے حاصل
کرنے کے لیے اس کے شوہر کو قتل کرادے۔ ہا ایک پیغمبر کی بیٹیاں اپنے باپ سے
سمیتر ہو سکتی ہیں۔ یہی لے آج تک کوئی بیٹی ایسی نہیں نہ دیکھی۔ جس کے دل میں
باپ سے مہیتر ہونے کی خواہش پیدا ہوئی ہو۔ باپ اور بیٹی کا رشتہ ہی کہ ایسا
ہے کہ کسی وحشی سے وحشی لڑکی کے دل میں بھی یہ غیر فطری آمیت پیدا نہیں
ہو سکتی۔

چونکہ یہ تمام انسانے بائبل کے تاریخی حصوں میں وضع ہیں۔ لہذا انہیں بشری
قلم سے نکلے ہیں۔ اس لیے ہم ان حصوں پر ایمان لانے کے لیے مامور نہیں۔
قرآن کا موقف اس معاملے میں بالکل واضح ہے۔ وہ ہمیں بائبل کے صرف کئی
حصوں پر ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے۔ جو اللہ کی طرف سے نازل
ہوئے۔

تَوَلُّوا أُمَّتًا بِأَلَدِي أَنْزِلَ
إِلَيْنَا ذُكُورًا أَلْبَسْنَا
رُكْبَاتِهِمْ
(منكبوت)

رکھو اے مسلمانو! کہ ہم اپنی کتاب
پر اور تمہاری اُن تعلیمات پر ایمان
لا تے ہیں، جو اللہ کی طرف سے
تم پر نازل ہوئیں۔

اور اس لیے بشری تحریرات ہمارے دائرہ ایمان سے خود بخود خارج
ہو جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ ان حکایات کا تحریف سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا یہ ایمان ہے
(تفصیل آگے) کہ بائبل میں کوئی تحریف واقع نہیں ہوئی۔ حکایات زیر بحث
مصنفین کے قلم ہی سے نکلی تھیں۔ مصنفین کون تھے۔ میں نہایت دیانت داری
سے یہ کہتا ہوں کہ وہ عام انسان تھے۔ اور میرے عیسائی بھائی دیانت داری
سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ ہے۔ اس اختلاف کا تحریف سے کیا تعلق۔ لفظی
تحریف اُن جعلی عبارات کا نام ہے جو کسی کتاب میں مصنف کی اجازت اور
علم کے بغیر داخل کر دی جائیں یا قطع و برید سے مفہوم کو بدل دیا جائے۔
اور میرے خیال میں بائبل کی کسی کتاب کے ساتھ یہ حادثہ پیش نہیں آیا،
تفصیل کا انتظار فرمائیے۔

عہد نامہ قدیم میں کل کتنی کتابیں تھیں اور ان پر کیا پتی
عہد نامہ قدیم! تاریخ بتانے سے عاجز ہے۔ اس وقت عہد نامہ
قدیم میں اتنا یس چھپے ہیں۔ لیکن انہی صحیفوں میں بعض ایسی کتابوں کے حوالے
دیئے ہوئے ہیں جو موجودہ بائبل میں موجود نہیں۔ مثلاً

بائبل میں ذکر		گم شدہ کتاب	
۷	خروج باب ۲۴ آیت ۷	۱	عہد نامہ موسیٰ
۱۴	مذمتی ۲۱	۲	جنگ نامہ ملکانہ
۱۸	۲۔ سموئیل ۱	۳	کتاب ایاشر
۱۳	۶۔ یثوع ۱۰	۴	کتاب یاسون بن خانی
۳۳	۲۔ تواریخ ۲۰		
۱۵	۲۔ ۱۳	۵	سمیاء نبی
۲۹	۲۔ ۹	۶	اطیاء نبی
۲۹	۲۔ ۹	۷	نان بنی
۲۹	۲۔ ۹	۸	مشاہدات عید غیبی
۳۱	۱۔ سلطین ۱۱	۹	اعمال سلیمان
۲۲	۲۔ تواریخ ۲۶	۱۰	یسعیاہ ابن اموس
۳۲	۲۔ ۲۲	۱۱	مشاہدات یسعیاہ بن اموس
۲۹	۲۔ ۲۹	۱۲	سموئیل غیب بین کی تواریخ
۲۳-۲۲	۱۔ سلطین ۳	۱۳	نعمات سلیمان ایک ہزار پانچ
۲۲-۲۳	۱۔ سلطین ۳	۱۴	سلیمان کی کتاب خمس نباتات درخت
		۱۵	کتاب اشال موجودہ کتاب اشال کے متعلق ہے اس کو یسین ہزار اشال تھا
۲۵	۱۔ سلطین ۳	۱۶	جاد غیب بین کی تواریخ
۲۹	۱۔ تواریخ ۲۹		

۱۶۔ ایک روایت کے مطابق سموئیل کی کتاب (پروردہ) سموئیل، نان بن اور جاد غیب نے لکھے تھے۔ ملاحظہ ہو (ایکواہد ظاہر کا لادیک ص ۲۶)

بائبل میں ذکر

کلم شدہ کتاب کا نام

۱۴. مژبیہ پر میاہ و بقول بئس پیچیک
 یہ اس مژبیہ سے تلفظ تھا جو بائبل
 میں درج تھا۔ یہ گم ہو چکا ہے

۲. تاریخ باب ۲۵ آیت ۲۵

بعض مسیحی محققین مثلاً ہمنڈرز۔ گریزا سٹم وغیرہ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا سترہ کتب کے علاوہ اڑتیس^{۲۹} صحیفے اور بھی تھے۔ مثلاً حنوک۔ کتاب مشاہدات ابراہیم۔ کتاب قیاس موسیٰ۔ کتاب الوعظ۔ ملفوظات حبیبی۔ کتاب حرمیل وطیرہ۔ جو یا تو گم ہو گئے اور یا انہیں جعلی سمجھ کر مجموعہ سے نکال دیا گیا۔ تاریخ عالم سے پتہ چلتا ہے کہ برآمدت پر کوئی نہ کوئی ایسا وقت آتا ہے جب وہ نقیبی و کلامی مباحث میں الجھ کر فرقوں میں بٹ جاتی ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی تائید میں کچھ اقوال و احادیث تراش کر انہیں اپنے انبیاء کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ یہودی و نصاریٰ صدیوں اس مرض میں مبتلا رہے اور اس دوران میں انہوں نے اس قدر جعلی صحائف تراشے و رعاظ پھیلے کہ ایک زمانے میں اٹا جیل سلطہ کی تعداد ۱۵۰ تک پہنچ گئی تھی اور یہی حال یہودی صحائف کا تھا اور ممکن ہے کہ آئیہ ذیل میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہوا

وَأَنَّ فُؤَادِي عَلَىٰ كِتَابِي لَكَ مَتَّعْتُهُ

اپنے ہاتھ سے کہہ کر اے خدا یا اس کے

دلوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ

پاؤں پہنہ لے کر کہتے ہیں ہذا وحی

(بقرہ)

جنس اللہ

۱۰ مزید تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتاب میں ملاحظہ کیجئے (۱) ہارن صاحب کی "انٹروکشن ٹو بائبل پر" مطبوعہ لندن ۱۹۵۲ء (۲) "جامعہ سل کے مقالات" مطبوعہ لندن ۱۹۵۲ء۔

اس فن میں ہم مسلمان سب سے ہانسی لے گئے۔ یہود نصاریٰ نے تو زیادہ سے زیادہ دو چار ہزار جوڑے اقال تراشے ہوں گے۔ لیکن ہم نے تو ہری چودھلہ لاکھ آٹھ لاکھ گز کھنڈر علیہ اسلام کی طرف منسوب کر دیں اور قرآن حکیم کو ساقط الاعتبار بنانے کے لیے کہا کہ ان نفلان آیات پہلے قرآن میں موجود تھیں۔ اور اب ہمیں رسم بخندی نفلان آیت ہوں اتری تھی۔ لیکن اب اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ (ہماری) اور نفلان نفلان آیات منسوخ ہو چکی ہیں۔ (صراح مستقیم)

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ عہد نامہ قدیم میں اس وقت ۱۲ آیتیں تھیں۔ یہ جیسے بیک وقت نازل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ان کا زمانہ نزل چند صدیوں بعد کی قبل مسیح سے منسلک قبل مسیح تک پیٹا ہوا ہے۔ انبیا آتے رہے۔ اور کتابیں چھوڑ کر داپس جاتے رہے۔ کسی نیک بخت نے کوئی نقل رکھ لی، تو رکھ لی۔ ورنہ وہ زمانہ ہی انبیاء کا تھا۔ ان صحائف کی دسے ایک ایک وقت میں کئی کئی سو انبیا موجود ہوتے تھے جہاں انبیاء و صحائف کی یہ کثرت ہو۔ وہاں صحائف کی قدر کون کرتا ہے۔ اور حفاظت وحی کی ضرورت کسے محسوس ہوتی ہوگی۔ لازماً صحائف کی بہت بڑی تعداد ضائع ہو گئی۔ کچھ یہود کی لاپرواہی سے اور کچھ حملہ آوروں کی دستبرد سے۔ جب منقطع قبل مسیح میں بابل کے تاجدار بخت نصر نے یہود پر حملہ کیا۔ تو ان کی کتابیں جلا ڈالیں۔ کتنی کتابیں جلائیں تھیں حقیقی طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ۳۰۰۰ میں عزرائیلی کے پاس تو رات موجود تھی۔ نحمیاہ نبی کا زمانہ ۴۴۰ منقطع کیا جاتا ہے۔ یہ لہذا کتابیں لکھتا ہے:

تب سارے لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے عزرا فقیہ سے عرض کی کہ موسیٰ کی شریعت کی کتاب کو جو خداوند نے اسرائیل کو فرمائی تھی لے آئے۔ تب ساتویں چینی کی پہلی تاریخ کو عزرا کا یہی مرد و وحدت کی جماعت کے آگے یعنی سب کے آگے جو سن کے کچھ مکتے تھے تو رات کو لایا اور جل چھا تک کے مقابل کے بانار میں پو پھننے سے دو پہر تک چھتارام اور سب لوگ شریعت کی کتاب کا نور کھینٹنے رہے۔ (نہماہ ۲۱)

اگر معروضین کی اس بات کو مان لیا جائے کہ نبوت نصر کے حملے میں تورات کا ہر نسخہ ضائع ہو گیا تھا، تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سنگھم تم میں حضرت عزرا کو کہاں سے مل گیا تھا؟

بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام اسرائیلی بادشاہوں کو حکم دیا تھا کہ ہر بادشاہ تورات کی ایک نقل اپنے پاس رکھے (استثنا ۲۱:۱۰)۔ ظاہر ہے کہ ان بادشاہوں نے تورات کے کافی نسخے تیار کر لئے ہوں گے۔ حضرت عمر نے بقول ابن حزم اپنے دس سارے دور خلافت میں قرآن کے ایک لاکھ نسخے تیار کرائے تھے، انہوں اور فقیہوں کے پاس بھی نقلیں ہوں گی۔ (امراء عوام کے پاس بھی لازماً متعدد نسخے ہوں گے۔ اس لیے یہ تصور کہ موسیٰ علیہ السلام (ﷺ) سے لے کر نبوت نصر (سنگھم) کے زمانے تک یعنی نو سو برس کے طویل عرصے میں تورات کا صرف ایک ہی نسخہ تیار ہوا تھا جو معبد یروشلم میں موجود تھا اور اس نسخہ کے ضائع ہونے سے تورات کا وجود ہی دنیا سے مٹ گیا تھا۔ سخت غلط اور بے بنیاد تصور ہے۔ اگر حضرت فاروق دس سال میں قرآن کے ایک لاکھ نسخے لکھوا سکتے تھے تو حساب لگا لینے کو نو سو برس میں تورات (جس کا حجم قرآن سے کم ہے) کے کتنے نسخے لکھے گئے ہوں گے۔ آخر سلاطین اسرائیل میں

بھی کوئی عذوقِ فاروقی جیسا خدا دست آیا ہوگا۔ جسے کلام اللہ سے عشق ہوگا اور جس نے اصلاح انسانی کے لیے کتاب مقدس کی متعدد نقول تیار کرائی ہوں گی ان سلاطین میں داؤد و سلیمان جیسے مقدسین بھی گذر رہے تھے کیا ان حضرات نے اپنی وسیع سلطنتوں کے لیے جو چین سے مراکش تک پھیل چکی تھیں تو راجہ کا کوئی نسخہ تیار نہیں کرایا تھا؟ کرائے ہوں گے اور ہزاروں کی تعداد میں۔ فرما پیئے کہ حضرت نصر کے حملے کے بعد یہ ہزاروں کسے کہاں غالب ہو گئے تھے عقل اور منطق کہتی ہے کہ تھاہ ہونے کے باوجود ان کی بہت بڑی تعداد بچ گئی ہوگی۔ جن میں سے ایک حضرت عزرا کے پاس بھی پہنچ گیا تھا۔ تورات کی تباہی کے متعلق کچھ اور حکایات بھی ملتی ہیں۔ جن کا تعلق مندرجہ ذیل جملوں سے ہے۔

- (۱) شکستہ گم میں شاہ انطاکیہ کے حملے یوروشلم پر۔
- (۲) شکستہ میں شہزادہ روم طبطرس کا حملہ یوروشلم پر۔
- (۳) شکستہ میں قیصر روم بدریا کے ہاتھوں یہود کا قتل عام یوروشلم میں۔
- (۴) شکستہ میں شمال کی طرف سے یہود پر وحشی قبائل کا حملہ اور خوفناک قتل و غارت۔

(۵) شکستہ میں خسرو ہندیز شاہ ایران کی یوروشلم پر چڑھائی اور مبادی کی تباہی۔

مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ان حملوں میں تورات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا یا گیا تھا۔ مان لیا کہ جلا دیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ظہورِ اہی ہے کہ تورات کا یہ نسخہ جل گیا تھا اور ہر یہودی قتل ہو گیا تھا۔ کبھی حملے میں کسی کو سسکے ہر فرد کا ہلاک ہو جاتا تھا۔ لیکن التسلیم سے ایسے حادثوں میں وہی ہلاک ہوتے ہیں جہاں ہلاکت موت کے منہ میں آجاتی ہیں۔ یا ضعف و مرض کی وجہ سے جہاں مرنے لگتے ہوں۔

ویند پینے کے لیے ہزاروں راستے ہوتے ہیں، جیسے بدل یا غاروں میں چھپ گئے، جنگلوں میں جھاگ گئے یا بے کے پیسے پناہ لے کر آخر حملہ آوروں کے سپاہی حاضر و ناظر متواتر سے بن جوتے ہیں کہ ہر جگہ موجود ہوں اور ہر خفیہ مقام کو دیکھ رہے ہوں۔ مذکورہ الصدر جھلون میں بھی لاکھوں یہود بچ گئے ہوں گے۔ جی کے پاس تو اساتذہ کے نسخے بھی موجود ہوں گے۔ سہا بھی اسی عرض کر چکے ہیں کہ بخت نصر کا حملہ ہر لحاظ سے کامیاب اور ہر دیگر حملے سے زیادہ خوفناک تھا۔ اُس نے مہابہ و صحائف کو جلا ڈالا تھا اور ہر زندہ یہودی کو پکڑ کر ساتھ لے گیا تھا۔ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ تورات کا ہر نسخہ اس حملے میں ضائع ہو گیا ہو گا۔ لیکن تخمیا کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ اسیری کا زمانہ کاٹ کر واپس آئے تو بخت نصر کے حملے کو اپنے گناہ کی پاداش سمجھ کر اللہ کے حضور میں گڑبگڑانے معافی مانگی، آئندہ نیک بننے کا عہد کیا۔

• اور سب نے ہم قسم ہو کے کہا: کہ ہم خدا کی شریعت پر جو بندہ خدا موسیٰ کی معرفت ملی چلیں گے اور یہود اور اپنے خداوند کے سب حکموں اور قانونوں اور اس کی حدتوں کو حفظ کریں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ ہمیں تو ہم پر لعنت ہو۔ (تخمیا ۱۰)

اور یہ عہد حضرت عزرا کے سامنے کیا تھا۔ اگر موسیٰ کی شریعت ضائع ہو چکی ہوتی۔ تو وہ لوگ سب سے پہلے یہ شکایت کرتے کہ ہماری کتاب تو تلف ہو چکی ہے۔ ہم عمل کس چیز پر کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتابی کے بعد بھی موسیٰ کی شریعت ان کے پاس موجود تھی۔

یہود میں یہ دستور تھا کہ کتاب مقدس کا جب کوئی نسخہ کافی پرانا ہو جاتا تو تعلیم سے مسترد ہو کر کسی مضبوط کپڑے وغیرہ میں باندھ کر زمین میں

وہی کر دیتے۔ اور یہی سلوک چھٹے ہوئے اہل اہل ان صفحات سے بھی کرتے
 جن میں کتابت کی غلطیاں ہوتیں۔ یہ کتابیں مظلوموں کو مایوس اور ایسے پارچینس اور چھڑے
 کے کاغذ پر لکھی جاتی تھیں۔ جو مٹی کے بچے سے بھی متعلق غراب نہیں ہوتے تھے۔
 اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بحمت نصر نے کتاب مقدس کا ہر نسخہ تلف کر
 دیا تھا۔ تب بھی موسیٰ کی شریعت فنا نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے کہ اہل مقدس کے
 ہزاروں و عرض میں ہزاروں سال خود نسخے مدفون تھے جنہیں نکال کر نئے نسخے تیار کرائے
 جاسکتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ حضرت عزرائیل بھی اپنا نسخہ زمین ہی سے نکال لیا ہو۔

تحریریں اہل پر سب سے اعتراض یہ ہے کہ اس میں تحریف ہو چکی ہے۔
 اور اس اعتراض کی تائید میں قرآن حکیم کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔
 ان آیات پر ہم ذرا آگے چل کر غور کریں گے۔ مگر دوست یہ دیکھنا ہے کہ اس
 موضوع پر تاریخ کا فیصلہ کیا ہے؟

اہل مغرب کا انتہائی وصف تلاش و تحقیق ہے۔ کوئی عرصہ پہاڑوں اور ادویوں
 میں گھوم گھوم کر سر کلنگ اور سر رنگ دار پتھر سے انکی تاریخ پوچھ رہا ہے کئی صدیوں
 سے آغاز حیات کی داستانیں سن رہا ہے۔ کوئی نباتات میں زندگی کا سراغ دھونڈ
 رہا ہے۔ کوئی عناصر کے مطالعہ میں مصروف ہے۔ کوئی ساکنانہ تاریخ کی باتیں زمین
 کو سنار رہے۔ اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کی خدمات کتاب مقدس کے
 لیے وقف ہیں۔ یہ نہ صرف کتاب کی طباعت، صحت کتابت اور تفسیر و تشریح
 کے لوازمات سرانجام دیتا ہے۔ بلکہ دنیا کے ہر خطے میں اس نے اپنے مراکز کھول
 رکھے ہیں۔ جنی کلام تبلیغ کے علاوہ علمی نشوں کی فراہمی بھی ہے۔ اس گروہ نے ۱۸۴۰ء
 میں ایک نہایت نایاب مخطوطہ حاصل کیا ہے۔ بات یوں ہوئی کہ فلسطین کا ایک
 گنبد یا بحر مراد کے ساحل پر پیکر ماں حیلہ اٹھا۔ کہ ایک بکری جو بیک گئی۔ وہ اس

کی تلاش میں ایک پہاڑی فار کے قریب جا نکلا۔ اس نے ایک پتھر اٹھا کر اندر پھینکا۔ کسی برتن کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وہ ڈر سے جھاگ نکلا اور گالں میں کسی اور کو اطلاع دی۔ اس خیال سے کہ شاید ان برتنوں میں خزانہ ہو۔ وہ دونوں واپس آئے۔ فار کے اندر سے کیا دیکھتے ہیں کہ چند بڑے بڑے مرتبان رکھے ہیں۔ جن میں کافذوں کے طومار بھرے ہوئے ہیں۔ وہ ان مرتبانوں کو اٹھالانے اور رومی سمجھ کر اپنے ڈالا۔ ان میں سے بعض طومار امریکن مشین نے خرید لیے۔ اور اس وقت اپیل ۱۸۷۸ء یونیورسٹی کے سکول آف ارنشیل ریسرچ میں ان کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ کچھ علمائے گمنان کے ہاتھ گئے۔ انہوں نے رومی کیسا کو دے دیئے کچھ پورٹولم کی عبرانی یونیورسٹی میں پہنچ گئے اور کچھ برطانوی جمائیب خانہ کی زینت بن گئے۔ اس وقت تقریباً ایک درجن طوماروں کی حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ یہ سب کے سب عہد عتیق کے بعض صحائف کے عبرانی مخطوطے ہیں۔ ایک میں سعیدہ نبی کی پوری کتاب درج ہے۔ ایک جہنم کی کتاب کی تفسیر ہے اور دیگر طوماروں میں کتاب پیدائش۔ استثناء۔ احبار۔ تافسیر اور والی ایل کے کچھ حصے ہیں۔

مرتبانوں کی وضع قطع اور رنگ و روغن سے ماہرین آثار قدیمہ نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان کا تعلق دوسری اور تیسری صدی قبل مسیح کی یونانی تہذیب سے ہے۔ جب مرتبانوں کا تعلق دوسری یا تیسری صدی قبل مسیح سے ہے تو ظاہر ہے کہ ان سے جو چیز ننگی ہے۔ وہ بھی اسی زمانے کی ہوگی تو گویا محققین جیسا نیت کو بعض صحائف کے ایسے نسخے لگنے جو آج سے اندازاً تین سو برس پہلے لکھے گئے تھے۔

جب ان طوماروں سے موجودہ صحائف کا مقابلہ کیا گیا اور خصوصاً ان عبرانی مخطوطوں کا جن کی تعداد سترو سو کے قریب ہے اور جو صرف ہزار سال پرانے ہیں۔ تو چند اغلاط کتابت کے بغیر کوئی اور فرق نظر نہ آیا۔ ان طوماروں نے ثابت کر دیا کہ موجودہ

بائبل وہی ہے جو دوسری اور تیسری صدی قبل مسیح میں رائج تھی۔ اسی دور ۱۰۰۰ء
 قبل مسیح میں علمائے اسکندریہ نے عہدِ حقین کا وہ یونانی ترجمہ کیا تھا جو سہیسیہ یا
 سپٹو جینٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نسخے کے میں سو مخلوطے اس وقت مختلف
 و نمبر پر لکھا اور گرجوں میں محفوظ ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مواظ میں بھی اس
 کتاب کے متن میں اختلافات ملاحظہ ہوئے ہیں۔ جب موجودہ بائبل کا مقابلہ اس نسخے سے
 کیا گیا تو چند معمولی کا تھانہ اختلافات کے سوا کوئی اہم فرق نظر نہ آیا۔ ان کے تطابقی
 کا یہ حال ہے کہ حضرت موسیٰ کی پانچ کتابوں میں صرف چار اختلافات ملتے ہیں۔
 ان ناقابلِ تردید شہادہ توں سے یہ ثابت واقع ہو گئی کہ آج کی بائبل وہی ہے جو تیسری
 صدی میں رائج تھی۔

اب نیا تاریخ کے چند اوراق اُٹھے تو آپ کو ۱۰۰۰ء ق م میں ساماریا اور سامری
 قوم کا ذکر ملے گا۔ یہ قوم زیادہ ہے۔ جب اسرائیل کے شاہ قبائل پر ایلاہ کا بیٹا
 ہوسیع حکم فرمایا تھا۔ اس کے دار الخلافہ کا نام ساماریا (یا سملوٹا) تھا۔ جب ہوسیع
 کا کردار بگڑ گیا، تو اسیر بادا سیریا کے فرما نبردار سلطنت نے اس کی سلطنت پر قبضہ
 کر لیا۔ اسرائیل کے شاہ قبائل کو ہمراہ لے گیا۔ انہیں اپنی سلطنت کے دور دراز
 حصوں میں آباد کروایا۔ ۲۔ سلطنت (۱۰۰۰ء ق م) اور ان کی جگہ ملے بائبل۔ کوثر، حوا، عجات
 اور سفروایم کے چند قبائل کو لایا۔ یہ لوگ بعد پرست تھے۔ شاہ اسیریا نے

ملکہ اسیریا کو اسد یا سمیا کہتے ہیں۔ یہ ایک قدیم سلطنت ہے۔ جن کا بانی اہل اشد تھا۔
 یہی اشد اس سلطنت کے پانچ تہے بنے۔ ان کا بانی تھا۔ یہ سلطنت کس زمانے میں دنیا
 سنہ سے لے کر بیروم کے شرقی ساحل (شام و فلسطین) تک پھیلی ہوئی تھی۔ بائبل
 شورشیں کہیں ۱۰۰۰ء ق م۔ سلطنت ۱۰۰۰ء ق م

چند یہودی کا بھی بیچ کر انہیں مذہب کی تعلیم دی چنانچہ یہ لوگ موسیٰ کے بیرونی محلے اور سماریا کی نسبت سے سامری کہلانے لگے۔ ان لوگوں نے اندازاً ۷۲۵ ق م میں عبرانی تورات کا ایک نسخہ سامری رسم الخط میں تیار کیا۔ جس کی ایک نقل نابلس میں محفوظ ہے۔ آج جب علماء نے بائبل نے اس نسخہ سے موجودہ بائبل کا مقابلہ کیا تو چند کتابانہ اختلاف کے ضوا در کوئی فرق نہ لکھا۔ اور یہ بات واضح ہو گئی کہ موجودہ بائبل وہی ہے۔ جس کا ایک نسخہ سامریوں نے ۷۲۵ ق م میں تیار کیا تھا چونکہ سامری ۷۲۲ ق م میں سہارہ میں بسائے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے اسی تورات کی نقل کی ہوگی۔ جسے وہ گذشتہ تین سو برس سے استعمال کر رہے تھے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ۷۲۲ ق م کی تورات ۶۲۲ ق م میں کچھ اور ہو گئی ہو اور ۷۲۲ ق م میں کچھ اور کسی مذہبی کتاب پر ایمان قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ ہر دور میں تبدیل ہوتی رہے۔ سامریوں کو بائبل سے گہری عقیدت تھی اور یہ عقیدت ہونہیں سکتی جب تک یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ سامریوں کے سامنے ۷۲۲ ق م سے ۶۲۲ ق م تک اس کتاب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی تو گویا سامری تورات کا نسخہ ایک ایسی شہادت ہے جس سے بائبل کی صحت کا سراغ ۷۲۲ ق م قبل مسیح تک ملتا ہے۔

۷۱۳ ق م نزول تورات کا زمانہ ہے ہمیں انیسویں ہے کہ ۷۲۲ ق م سے ۷۱۳ ق م تک کا زمانہ تاریخ کے دھندلوں میں مستور ہے اس دور کا کوئی خطوط ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا، کتاب مقدس سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ ہرزمانے میں خلف انبیائے اسرائیل کو موسوی شریعت کی طرف بلا یا اور اس قسم کے مواظف سے قدیم صحائف مشافہ قاضیوں۔ روت۔ سموئیل، سلاطین وغیرہ لبرلا ہیں۔ جن

سے صریحاً یہ قیہر لکھتا ہے کہ موسوی شریعت (تورات) ان تمام انبیاء کے زمانے میں موجود رہی۔ ورنہ اگر ضائع ہو جاتی یا مسخ کر دی جاتی تو عہدِ قبیح کے ۲۰ صحائف میں کہیں تو اس کا ذکر ہوتا۔ ہر نبی نے ہی کہا کہ موسیٰ کی شریعت پہ چلو کسی نے یہ نہ کہا کہ موسیٰ کی شریعت گم ہو چکی ہے یا اس میں تحریف ہو چکی ہے اور وہ قابلِ ایمان نہیں رہی۔

جب طرح قرآن حکیم کو حضور علیہ السلام اپنے سامنے لکھا دیتے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی تورات کو لکھند کر لیا تھا۔
 "تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یادگاری کے لیے کتاب میں اسے لکھ رکھ۔"
 (خروج ۱۷)

• اور موسیٰ نے آکر خداوند کی ساری باتوں اور عدالتوں کا بیان لوگوں سے کیا اور سارے لوگوں نے متفق ہو کر جواب دیا اور کہا کہ ساری باتیں جو خداوند نے فرمائی ہیں، ہم کریں گے۔ اور موسیٰ نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں۔
 (خروج ۲۴)

• اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتیں لکھ۔ کیوں کہ ان باتوں کے موافق میں تم سے اور اسرائیل سے عہدِ باندھتا ہوں۔ (خروج ۲۴)
 • اور وہ وہاں چالیس دن رات خداوند کے پاس تھا۔ وہ نہ روٹی کھاتا نہ پانی پیتا تھا۔ اور اُس نے اس عہد کی باتیں وہ دس حکمِ نوحوں پر لکھے۔
 (خروج ۳۱)

یہ دس حکم وہ ابتدائی احکام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہِ طور پر عطا ہوئے تھے (یعنی اسی طرح جیسے حضور پر غارِ حرا میں سورہ اقصاء نازل ہوئی تھی) اس کے بعد مزید احکام حضرت موسیٰ کی رحلت تک

ہزل ہوتے رہے۔ جس طرح قرآن کے متعلق اللہ نے حفاظت کا وعدہ کیا تھا
 (وَرِثَانَةٌ لِّلْمُحْسِنِينَ) اسی طرح یسعیاہ پینمبر (سکسٹم) کو اللہ نے کہا تھا:
 نہ گھاس مڑجھا جاتی ہے، پھول کھل جاتے ہیں۔ پر ہمارے خدا کا
 کلام ابد تک قائم ہے۔“ (یسعیاہ ۴۱)
 آٹھ سو برس بعد پطرس اپنے ”عام خط“ میں لکھتا ہے: ”ہر بشر
 گھاس کی مانند ہے۔ اور اس کی ساری شان و شوکت پھول کی طرح۔
 گھاس سوک جاتی ہے اور پھول جھڑ جاتا ہے۔ لیکن خداوند کا کلام
 ابد تک قائم رہے گا (۱- پطرس - ۲۴-۲۵)

اللہ کے ارادوں کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ جس طرح ہمارے
 وقت میں کم علم مفسرین کی نابکار مسماسی کے باوجود قرآن صحیح و سالم ہمارے پاس
 موجود ہے۔ اسی طرح قدیم زمانوں میں بھی اللہ کا کلام انسانی دستبرد سے محفوظ رہا۔
 اگر قرآن کے متعلق اللہ کا وعدہ تیرہ سو برس سے قائم ہے اور ابد تک قائم
 رہے گا، تو پھر یہ کیوں فرض کر لیا جائے کہ پرانے صحائف کے متعلق اللہ کا
 وعدہ پورا نہ ہو سکا۔ کیا یہودیوں میں یہ طاقت تھی کہ وہ خدا کی مشیت کو شکست
 دے سکیں۔ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ اتنا بے بس ہو گیا تھا کہ یہود اس کی آنکھوں کے
 سامنے اس کے کلام کا علیہ بگاڑتے رہے اور وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور اس
 کا وعدہ دھرے کا دھرا نہ گیا؟

اس زمانے میں حفاظت صحائف کے سہ گونہ انتظامات تھے۔

اول: انبیاء اپنے صحائف یا تو خود لکھ جاتے تھے۔ مثلاً تورات، کتاب
 یسوع، انشال، زبور و غیرہ اللہ یا ان کے جلالہ والہامات کو بعد کے انبیاء
 و اصفیاء قلمبند کرتے تھے۔ مثلاً سلطین دسورد حصص جرمیہ نے توراہ زبور

دو حصوں (حضرت عزرائلی، اور سیومل کی کتاب، سیومل، ناتن اور جغیب بین نے مل کر لکھی تھی۔

”داؤد بادشاہ کے احوال اولہ آخرب سہ سوال غیب بین کی تاریخ ناتن نبی کی تاریخ اور حد غیب بین کی تاریخ میں دیکھو۔“

۱۔ تواریخ ۱/۲۶

”اور سلیمان کے باقی احوال اولہ و آخر ناتن نبی کی کتاب اور سیلانی اشیاہ کی پیشگوئی اور عیند و غیب بین کی روایتوں (خطابوں) میں جو اس نے یربعام میں نباط کی بابت دیکھی تھیں گئے ہیں۔“

۲۔ تواریخ ۱/۲۶

کلام الہی کو جمع کرنے کی اور عدلی اہل اہم میں کس سے کس ایسے طیسے کے سرور کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس لیے ہر زمانے میں اس فرض کو یا تو خود انبیانے سرانجام دیا اور یا ان کے بزرگوار صحاب نے۔

دوسرا بعد میں فقہانے نقل صحائف کے لیے اس قدر مفصل اور مکمل تواریخ وضع کئے کہ پڑھنے والوں نے ان باتوں کو اتفاق پرست کا نام دیا۔ پڑھنے والوں کا خطرہ دیوں کے نام ہے اور ۲۔ کریمتوں کے نام ہے یہ فقہا اہل صرف و نحو کے ماہر اور مختلف قرائتوں کے عالم تھے۔ ان کے بڑے بڑے گروہ تھے۔ ایک کامرز باہون تھا اور دوسرے کا طبرہ تھا۔ یہ لوگ چھوٹے چھوٹے اہل قرآنی اشکاف میں ایک دوسرے کو کارچک بنانے سے بھی نہیں ملتے تھے۔

۱۔ کاشیہ کا طبرہ جینی ہلی؛ ۲۔ ایک جین سماں سیکے جانشہ (شوق اہل) ایک طرف
۳۔ صالح برکدوسی طرف نکل جاتا ہے۔ روی بائیں سٹوڈنٹس کپینس مشہور (۱۹۷۵)

انہوں نے ہر کتاب کے حرف والفاظ تک گن رکھے تھے انہی کا بیان ہے:
 کہ الف : تمام کتب مقدسہ میں : ۲۲۳۷۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے ۔
 کہ ب : ۲۵۷۱۸ : : : : :
 و قس علیٰ ہذا

وہ کتابت کے لیے ایک خاص پنختہ سیاہی شہرہ کا بل اور کوٹھے سے
 تیار کرتے تھے کہ حرف جلدی مدغم نہ پڑ جائیں ۔ صرف حلال اور پاکیزہ جانوروں
 کی کھال پہ لکتے تھے ۔ حافظ سے لکنے کی صنعت ممانعت تھی ۔ اگر کسی صفحہ میں
 ایک سے زیادہ غلطی ہو جاتی تھی ، تو اسے زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا ۔ اور
 جب خدا نے یہود و مسیحیوں کو انعام آجاتا تھا ، تو پہلے دعا مانگی جاتی ۔ پھر قلم
 دھویا جاتا اور اس کے بعد خود ناقل غسل کیا کرتا تھا ۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے ؟ کہ وہ لوگ کتاب اللہ سے کتنا عشق رکھتے تھے
 اور اس کی کتابت میں کتنی احتیاط سے کام لیتے تھے ۔ ان فقہاء و ناقلین کی
 احتیاط حفاظت کتابت کی بہت بڑی ضامن تھی ۔ ہم مانتے ہیں کہ ان تمام
 احتیاطی تدابیر کے باوجود کتابت کی غلطیاں پیمانے مخلوطوں میں موجود ہیں ، لیکن
 وہ اس قدر کم اور غیر اہم ہیں کہ عبرانی زبان کا کوئی عالم حرف سباق و سباق دیکھ
 کر ان غلطیوں کی اصلاح کر سکتا ہے ۔

بہشت مسیح تک یہ مخلوطے غلط کتابت سے تقریباً پاک رہے ۔ لیکن
 دوسری صدی عیسوی میں جب عبرانی زبان صاف گئی اور اس کے علما خال خال رہ
 گئے ۔ اور دوسری طرف مسیح کی آمد کی وجہ سے انجیل مرکز توجہ ہی گئی تو کتابت ہی
 غلطی کی کثرت ہو گئی ۔ گو ان غلطیوں سے کہیں کہیں تراجم میں فرق پڑ گیا ۔ لیکن اللہ
 کا کلام پھر بھی صحیح و سالم رہا ۔ اور اہل دل سر زمانے میں اس کتاب سے ہدایت

و نور حاصل کرتے رہے۔

ان مافطین کتاب اللہ کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے۔ تفصیل کا انتظار فرمائیے
 موسم ان کتابوں کو محفوظ رکھنے کے لیے بعض معاہد کے ساتھ بڑے بڑے کتب
 خانے میں ہتھے۔ جن میں صحائف، ان کی تفسیر، انبیاء کے حالات اور دیگر کتابیں
 جمع رہتی تھیں۔

یہی آئیں کاغذات اور دفاتر میں تحریر ہیں۔ نخبیاء کی تحریر اس وقت
 تفسیرات میں بھی موجود ہیں۔ کہ اس نے ایک کتب خانہ قائم کیا۔
 جن میں اس نے انبیاء کی کتب، سلاطین کی تاریخ اور ماؤد کی
 کتابوں وغیرہ کو جمع کیا۔ (۲۰۲ مکاہولہ ص ۱۱۱)

علمائے نبی اسلام کے اس عشق، کامیوں کی احتیاط۔ ان کتب خانوں اور انبیاء
 کی اس کثرت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ذہن میں بھی نہیں آسکتی کہ کسی زمانے میں
 کتاب مقدس میں رد و بدل ہوتا رہا اور یہ تمام انبیاء و فقہاء اور کھڑے ہو کر تماشا
 دیکھتے رہے۔

چند اور شہادتیں
 یہودیوں نے سنہ ۱۸۰۰ء میں اشاعت دین اور تیس
 چند اور شہادتیں صحائف کے لیے جمنیہ میں ایک کونسل منعقد کی جس
 میں بڑے بڑے علماء و فقہاء شامل ہوئے اور فیصلہ کیا کہ جاہا مدارس کو لے جائیں
 ان میں تبصرہ۔ آنا اور طبریاں کے مدارس بہت مشہور تھے۔ ان مدارس میں کتب
 مقدسہ کی تفسیر کی جاتی تھی۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں طبریاں کے ایک فاضل استاد یہوداہ
 نے ان تمام تفاسیر و روایات کو ایک جلد میں منظر کیا اور اس کا نام سنہ یا سنہ
 رکھا۔ بعد میں ایک اور مجموعہ جبرائیل نام سے تیار کیا گیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں ان
 دونوں کتابوں کو یکجا کر کے اس کا نام تاملود رکھ دیا گیا۔ تاملود میں کتب مقدس کے

ہزارہا اقتباسات موجود ہیں۔ آج جب ہم کتب مقدسہ کے متن سے ان
اقتباسات کا مقابلہ کرتے ہیں تو کوئی فرق نہیں پاتے۔

ایکویلا کا ترجمہ؟ کام کے لیے پہلی صدی عیسوی کے آخر میں یرشلم میں وارد
ہوا تھا۔ یہاں آکر وہ عیسوی ہی گیا۔ لیکن اُس کی عادات مشرکانہ ہی رہیں، چنانچہ
کیسے اُسے ملامت کی۔ وہ بگڑ گیا۔ مسیحیت چھوڑ دی اور یہودیت کا سرگرم
مبلغ ہی گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انکار مسیح کی وجہ سے یہود نصاریٰ میں سخت
مدافعت تھی۔ نصاریٰ زورات کا ترجمہ سہینیہ سے مسیح کے متعلق بشارات
پیش کرتے اور یہود تادیبات سے ان کھلیں کو روکتے۔ ایکویلا کو خیال آیا کہ یہ مسیح
کی بشارات نصاریٰ کا اضافہ ہیں۔ اس لیے اُس نے عہدِ قدیم کا ایک نیا ترجمہ
پیش کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ترجمہ نقلی تھا اور سلسلہ میں مکمل ہوا تھا۔ آج جب
اس ترجمہ کا مقابلہ موجودہ بائبل سے کرتے ہیں تو مطالب کے لحاظ سے کوئی
فرق نہیں پاتے۔

ابھی ایک شہور مسیحی فاضل تھا۔ جس نے سلسلہ میں کتاب
اور یہ بھی کا ترجمہ مقدس کا عبرانی متن کدہ کر سامنے کئی کالم بنائے۔ پہلے میں
اپنا۔ دوسرے میں سہینیہ تیسرے میں ایکویلا اور آگے چند اور شہور و مردِ صالح
درج کر دیے۔ جن کا مطالعہ اس حقیقت کو اور واضح کر دیتا ہے۔ کہ عہدِ قدیم
کا متن ہر زمانے میں ایک تھا۔

صناعت گذشتہ میں آپ حضرت داؤد اور ابراہیم
حضرت داؤد کی کہانی کی کہانی پڑھ چکے ہیں۔ اور یہ بھی ملاحظہ کر چکے ہیں
کہ یہود کو زورات سے کس قدر عقیدت تھی اور یہ کیوں نہ ہوتی۔ ہے کوئی ایسا

انسان جسے اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب سے انہی عقیقت لاد ہو۔ علم الدین
 لاسور کا ایک آوارہ سانو جمان تھا۔ زندگی میں بیسیوں مرتبہ دوسروں کو
 گالیاں دین اور جھانڈاؤں سے سنی ہوں گی۔ بارہا اپنے والدین کے متعلق توہین
 آمیز کلمات برائے شرف کئے ہوں گے۔ لیکن جب راجپال نے حضور علیہ
 السلام کی توہین کی تو وہ جو لے کی طرح بی گنا تھا اور ہر یک طرف
 راجپال کا خاتمہ کر دیا۔ خدا اور اس کے انبیاء کا شرف ہر وقت میں پایا
 جا آجے۔ اگر یقین نہ آئے تو جہانم میں جا کر قرآن حضرت راجپال سے
 جہانم کرفتن علیہ السلام کے خلاف کوئی بات کہہ دیکھئے۔ قریب ترین
 جہانم میں وہ ہی آپ کا خاتمہ کر دے گا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ مسئلہ میں رنگوں کے ایک حوالہ نے حضرت ہد
 علیہ السلام کے خلاف ایک پمٹھی نکلا تھا۔ جو جی بے شرم ہیروان بدہ تک
 پہنچی۔ برہان میں ایک پیمانہ پیل گیا۔ رنگوں میں مسلمانوں کے ہار اور کات
 شہرہ آتش کر دینے گئے۔ سزاؤں کے حساب سے مسلمان قتل ہوئے۔ اور
 ایک ماہ تک یہ ہنگامہ کشت و خون جاری رہا۔ آپ لاکھ کہیں کہ اہل جہنم
 جاپان کا کوئی درہم نہیں۔ وہ ہر کار دزدی میں۔ لیکن کبھی جہول کر ان کے
 انبیاء و صحائف کو براہ کیئے گا۔ ورنہ وہ آپ کو اپنے گھر میں ہی زندہ نہیں رہنے
 دیتے گے۔

بہی حال تھا یہ دو نصداری کا۔ انہیں بھی اپنے انبیاء و صحائف سے بجا
 مشق تھا۔ ہر قطعاً ناقابل تسلیم ہے کہ کوئی فرد یا گروہ کتاب مقدس میں تحریف
 کرنا ہرگز باقی و صرف تماشا دیکھتے رہے بلکہ اپنے ذاتی فتنوں میں ہی اس
 تحریف کو داخل کرتے رہے۔ اگر ہر لوگ تحریف کے مجرم ہوتے، تو سب سے

پہلے حضرت داؤد، نوط اور ہوداہ کی داستانوں کو کتاب سے خارج کرتے۔ اہل کتاب سرزنے میں زبردست مبلغ رہے ہیں۔ آج بھی ان کے تہلیلی مرکز دنیا کے ہر حصے میں کھلے پھولے ہیں۔ ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہیں چار شخص کہا نہیں ہیں۔ جن کی نہ تو کوئی تادیب ہو سکتی ہے اور نہ قابل قبول تشریح۔ مصانف میں ان کہا نہیں کا بدستور موجود ہونا ثابت کرتا ہے کہ اہل کتاب کے تحریف کے قہم نہیں۔

حضرت مسیح سے ایک سو سال پہلے یہود کے دو گروہ صدوقی اور فریسی! صدوقی اور فریسی آپس میں بڑی طرح اُلجھے ہوئے تھے۔ فریسی قیامت کے قائل نہیں تھے (مترس ۱۱) ان میں بعض اور انقلابات بھی تھے۔ جو یہاں تک بڑھ گئے تھے کہ خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی اور کنعانا کی سرزمین ان کے خون سے سُرخ ہو گئی تھی۔ دونوں گروہ اپنے عقاید کی تائید میں بائبل پیش کرتے تھے۔ اگر تحریف کا کوئی راستہ نظر آتا۔ تو فریسی قیامت کی تمام آیات کتاب مقدس سے نکال ڈالتے یا دوسرا گروہ کوئی اضافہ کر دیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کسی گروہ نے بھی دوسرے کے خلاف تحریف کا الزام عائد نہیں کیا۔

حضرت مسیح نے بھی یہود کے علماء و فقہاء کی بڑی طرح خبر لی تھی۔ انہیں ریاکار گمراہ کنی، جنہم کا بیٹا، اندھا، احمق، بے انصاف، بے رحم، بے ایمان، نجاست سے لبریز، سانپ اور سانپ کا بچہ (متی ۲۳: ۱۵) کہا تھا۔ لیکن تحریف کا الزام ان پر نہیں لگایا۔ اسی طرح حواریوں نے یہود پر کئی الزامات عائد کئے۔ جن میں سب سے بڑا یہ تھا کہ یہود کی سازشوں نے حضرت مسیح کو سولی پہ

چڑھایا۔ ان الزامات کی دہ سے یہود و نصاریٰ میں سخت عداوت
 ہو گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر بڑی طرح کپڑا چھاتے تھے۔ بارہا قتل و
 غارت ہوئی۔ نہایت پہنچی۔ لیکن انہوں نے ایک دوسرے کو تعریف کا
 ملزم کبھی نہیں بنایا۔

حضرت مسیح کی تصدیق تواریخ حضرت مسیحؑ کی ہمارے
 ساتھیوں سے بہت تنگ تھے
 انہیں حرام خور، بے ایمان، سانپ کا بچہ اور جہنم کا پتلا کہا گیا۔ لیکن
 ان کی مقدس کتابوں کے خلاف ایک لفظ تک نہ کہا۔ بلکہ ایک موقع پر
 ان صانف کے متعلق فرمایا۔

”یہ نہ سمجھو کہ میں تواریخ نامیوں کی کتابوں کو مسخ کرنے آیا ہوں
 مسخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں تم کو یہ
 کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ
 یا ایک شوشہ تواریخ سے ہرگز نہ ملے گا۔ جب تک سب
 کچھ پورا نہ ہو جائے۔“

مسیحؑ
 کیا یہ ارشاد اس حقیقت کا ناقابل تردید ثبوت نہیں کہ حضرت مسیحؑ
 علیہ السلام کے زمانے تک تمام پہلے صانف اصلی صورت میں موجود تھے اور
 ان میں سے کسی قسم کی تعریف نہیں ہوئی تھی؟

جیسا کہ یہودیوں نے مسیحؑ کو پھانسی دلایا تھا اور جنہیں وہ زندگی بھر کرتے
 رہے۔ اگر وہ تعریف کے ملزم بھی ہوتے تو حضرت مسیحؑ کی شان صداقت
 ترجمان سے کہی نہ ہوتی۔ مسیحؑ علیہ السلام انہیں جو جہنم نامہ سانپ کا بچہ اور
 بے ایمان تک تو کہہ گئے تھے۔ جہاں تعریف کے الزام میں کوئی پہیلیاں نہ

تھیں کہ وہ اس کے اظہار سے ڈرتے۔ پیغمبر کی لغات میں ”ڈر“ کا لفظ نہواہی نہیں کرتا۔ اس لیے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لیے مجاہد میں کہ حضرت مسیح کے زمانے تک کتب مقدسہ میں کوئی تحریف نہیں ہوئی تھی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا پیغام کسی ایک کتاب میں بنیامہ نہیں **انا نبیل** لیتا۔ بلکہ وہ چار اناجیل میں پھیلا ہوا ہے۔ بعض مواضع سب میں ملتے ہیں۔ بعض دو میں اور بعض ایک میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ہم مکررات اور سماع حیات کو نظر انداز کریں تو مسیح کا پیغام اندازاً ڈیڑھ سو صفحات کی ایک جلد میں منضبط ہو سکتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا پیغام ایک جلد میں کیوں ضبط نہیں کیا گیا۔ پھر اناجیل اربعہ کی تفصیل میں کمی بیشی کیوں ہے اور متی کی تمام تفصیل باقی اناجیل میں کیوں موجود نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جامعین نے وہی باتیں اپنی اناجیل میں درج کیں جو یا تو اپنے کانوں سے سنیں اور یا سناہیت کا لیا اعتقاد رازوں سے انہی تک پہنچی تھیں۔ ممکن ہے کہ حضرت مسیح کے ”پہلے ہی وعظ“ متی موجود ہو اور یوحنا موجود نہ ہو۔ اور یوحنا کو قابل قبول ذرائع سے اس وعظ کا متی نہ مل سکا ہو۔ اس لیے اُس نے نظر انداز کر دیا جو صحیحی حال باقی واقعات کا ہے۔ انجیل نگار حضرت مسیح سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ اور اپنی تحریرات میں اتنا وجہ کے لحاظ تھے۔ اس لیے وہ صرف ایسے واقعات کے ذکر پر اکتفا کرتے تھے۔ جہاں کے معنی شام یا تو وہ خود تھے۔ اور یا ایسے حضرات جہاں کی صداقت و دیانت پر ایک عالم شام تھا۔ انجیل نگار چار ہیں۔ متی، مرقس، لوقا، یوحنا۔

متی کا جبرانی نام یہی تھا، والد کا نام سلطی۔ گلیل کا رہنے والا اور متی اور یانے گلیل کے ایک ساحلی شہر کا پرہام میں حکومت روم کی طرف سے مصلوب

جمع کرنے پر متعین تھا۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام اس چمکی کے قریب سے گذرے اور متنی پر نظر پڑی، تو اسے اپنے ساتھ لے لیا۔

و جب وہ جا رہا تھا تو اس نے حلفی کے بیٹے یسوی کو محصول کی چمکی پر بیٹھے دیکھا اور اس سے کہا کہ میرے پیچھے ہوئے ہیں تو اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا۔
(مرقس چمک دو کا چمک)

اور اپنا خاص حواری بنا لیا۔ متنی حضرت مسیح کے رفیق سلیمان تک ان کے ہمراہ رہا۔ ان کے دھڑکنے، ان کی زبردگی کا عیاں و نہاں مطالعہ کیا اور حضرت مسیح سے ہار اور بقول بعض آٹھ لکھس بعد انجیل مرتب کی۔ اور یہ وہ ناپا ہے۔ جب متنی پیغام مسیح کی تبلیغ کے لیے حبشہ میں گئے رہا تھا۔ متنی نے عبرانی انجیل سلیمان میں کسی اور اس کا یونانی ترجمہ سلیمان میں تیار کیا۔
مرقس ایروڈیلم کی ایک نیک خاتون مریم کا بیٹا اور حضرت مسیح کے مشہور شاگرد یوسف برناباس کا بھائی تھا۔ ہرچند کہ اسے حضرت مسیح کی معتقد و صحبت کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن علمائے انجیل کا خیال یہ ہے کہ اس نے حضرت مسیح کو دیکھا ضرور تھا۔ اور

ہر ایک نوجوان اپنے نئے بدن پر مہینہ چادر اللہ سے ہوئے اس

(مسیح) کے پیچھے ہو لیا اُسے لوگوں نے پتلا، مگر وہ چادر

(مرقس ۱۵: ۲۰)

چھوڑ کر جاگ گیا،

سے مراد غالباً یہی مرقس ہے۔

سے ماہل سٹوڈنٹس کمپنیز صفت: حضرت مسیح نے بارہ حواریوں کے علاوہ
ستر شاگرد بھی منتخب کئے تھے۔ جن میں سے ایک برناباس تھا۔

مقس حضرت مسیح کے سب سے بڑے حواریں حضرت پطرس کا اس قدر عقیدت مند تھا کہ پطرس اپنے مام خط میں اُسے اپنا بیٹا کہہ کر یاد کرتے ہیں۔

”..... اور میرا بیٹا مقس تمہیں سلام کہتے ہیں یہ (۱۔ پطرس ۵)

جب پطرس قید سے رہا ہوا۔ مرقس کے گھر آیا (اعمال ۵: ۴۱)

یہ تبلیغ کے لیے اہل میں اکٹھے کئے تھے۔ (۱۔ پطرس ۵)

مرقس نے پطرس سے جو کچھ سنا۔ اُسے اپنی انجیل میں درج کر دیا۔ اسے مرقس کی انجیل نہ کہیے۔ بلکہ دراصل یہ پطرس کے مشاہدات کی آئینہ دار تھی۔ مرقس تقریباً بائیس برس برنباس۔ پال اور پطرس کے ہمراہ مسیح کا پیغام لے کر مختلف جگہوں میں گھومتا رہا۔ آخر ایشیائے صغیر میں ۶۳ء اور ۶۷ء کے درمیان زمانے میں اپنی انجیل مرتب کی۔ اس کا مقصد اہل روم کو تعلیمات مسیح سے آشنا کرنا تھا۔

لوقا؛ انطاکیہ کا ایک طبیب اور پال (پطرس) رسول کا ایک عقیدت مند۔ پال ایک رومی رئیس تھا۔ جو پیروان مسیح پر زہرہ گداز مظالم توڑا کرتا تھا۔ رومی مسیح سے دو برس بعد (۶۳ء) جب دمشق کے عیسائیوں کو بد مذہب مصائب بنانے کے لیے جارہا تھا تو چاہک اس کے دل میں شدید رد عمل پیدا ہوا۔ اُس نے دین مسیح قبول کر لیا اور اس مذہب کی تبلیغ میں پوری سرگرمی اور انہماک کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد اُسے نبوت سے نوازا گیا وہ عرب۔ شام اور طرمسوس میں تبلیغ کرتا رہا۔ اور آخر رومی کے مشہور شہنشاہ نیرو نے اسے شہید کر دیا۔ پال کے حال اس وقت تک اُس کے تقدس۔ اس کے مصائب اور اس کے جہانت مندانہ اقدامات کی پوری

تفصیل رسولوں کے اعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔ لوقا اسی ہال کا شاگرد اور دوست تھا۔ ممکن ہے ہال کے پاس مٹی کی انجیل موجود ہو اور اُس نے اپنے حلقہ تبلیغ کے لیے مٹی ہی کے بعض مندرجات کو لکھ لیا ہو اور بعض دیگر تفصیل کس اور ماخذ سے حاصل کر لی ہوں۔ بہر حال یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہال اور لوقا دونوں حضرت مسیح سے ملائی نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ یہ پتہ چل سکتا ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل کے لیے مواد کہاں سے حاصل کیا تھا۔ علمائے انجیل کا خیال یہ ہے کہ ہال نے وہی کی مدد سے انجیل کمزائی تھی۔

یہ انجیل وہی کی مدد سے لکھی گئی ہو یا مٹی سے اخذ کی گئی ہو یا حضرت مسیح کے باقی حواریوں اور شاگردوں سے معلومات فراہم کی گئی ہوں۔ سلسلہ کے قریب مکمل ہو گئی تھی۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت مسیح کے تقریباً تمام حواری اور شاگرد ہتھیرو حیات موجود تھے۔ اور لفظی ۱۲ امکان بہت کم تھا۔

یوحنا اولاد مسیح کے وقت یوحنا زبیدی (جس کا نام کے دادا ہی تھے۔ ایک حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند جن کی ولادت کی بشارت اللہ نے ان الفاظ میں دی تھی۔

كَبِيرًا وَّعَظِيمًا ۝ وَلَقَدْ مَوَدَّاهُ ۝ اٰمِنًا
بِطَيْبِ
۵ (قرآن)

” فرشتے نے اس سے کہا: اے زکریا خوف نہ کر۔ کیونکہ تیری دعا سُن لی گئی، تیری بیوی ایسی ہی تیرے لیے بیٹا جنے گی۔ اُس کا نام یوحنا رکھنا۔“

ان کی ولادت حضرت مسیح سے چھ ماہ پیشتر ہوئی تھی۔ یہ اولاد کے بالوں کا لباس پہن کر فلسطین کی بستیوں میں اللہ کی طرف بلا یا کرتے تھے اور

دوسرا یوحنا گلیل کارہنے والا (مہدی کا بیٹا اور یعقوب کا بھائی) (متی ۱۰)۔
یہ کتاب مقدس کا حید عالم اور آبدیسی کا منتظر تھا۔ اس سے حضرت مسیح بہت
عہد کیا کرتے تھے۔

• اس کے شاگردوں میں ایک شخص یوحنا جس سے یسوع عہد
رکتا تھا۔ (یوحنا ۱۳)

یہ تنہا وہ حواری ہے، جو صلیب مسیح کے وقت موجود تھا۔ اور جسے آخری
وقت پر حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری والدہ کا خیال رکھنا۔ برن
مسیح کے بعد پہلے حضرت پطرس اور اس کے بعد باقی حواریوں (رضی اللہ عنہم)
کے ساتھ مل کر تبلیغ کرتے رہے۔ آپ کو بحیرہ روم کے ایک جزیرہ میں جلاوطن
کر دیا گیا۔ واپس آئے تو ایشیائے صغیر کے ایک شہر (Ephesus) میں
اپنی انجیل مرتب کی۔ سو برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ سلسلہ میں پیدا ہوئے
تھے اور سلسلہ میں وفات پائی۔ عام رائے یہ ہے کہ آپ نے اپنی انجیل
سلسلہ میں مکمل کی تھی۔

یہ تمام ۱۱ جیل حضرت مسیح کے سوانح حیات ہیں۔ جن میں ضمناً ان کا مکمل پیغام
بھی موجود ہے۔ چامعین میں سے وہ مقدس حواری تھے۔ جن کے مسلم اور
انصار اللہ کہنے پر قرآن بھی شام ہے۔

قَاتِلُوا كُفْرًا تَتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ يُبَاهِتُ الْمُشْرِكِينَ
رہنا کہ تم تجھ پر اسلام لائے ہیں۔ اے میں گواہ
(آل عمران ۵۶)

ایک پطرس کے شاگرد اور پطرس کے معلومات کے جامع و مفسر گویا یہ انجیل
بھی ایک حواری ہی کی ترتیب ہوئی تھی۔ اور جہتے پال ہی کے سب سے

بڑے دوست اور شاگرد۔ ان شہداء انیالا مسیح کی صداقت و دیانت تمام شہادت سے بالاتر تھی۔ ان لوگوں نے تبلیغ حق میں کسی قدر اذیتیں برداشت کیں۔ اس کی تفصیل اعمال رسول وغیرہ میں دیکھیے۔ ان صداقت کے سہاریوں اور خدایا رسول کے پرستاروں کو اپنے پیارے رسول کے کلام سے انتہائی عقیدت و شہینگی تھی۔ اس لیے ہم ایک لمحہ کے لیے یہ فرض نہیں کر سکتے کہ انہوں نے پیغام مسیح کو قلمبند کرتے وقت بددیانتی سے کام لیا تھا۔ یا کسی قسم کی تکلیف کر دی تھی۔

۱۹۳۱ء میں ایک قبیلہ قبرستان سے کچھ مرتبان برآمد تاجی شہادت ہوئے جن میں عہد عتیق و جدید کے گیارہ حصص موجود تھے۔ یہ نسخہ کتاب مقدس کے ایک انگریز عالم مسٹر اے پیٹر بیٹی نے خریدے ان میں سے آٹھ کا تعلق عہد عتیق سے تھا اور تین کا عہد جدید سے۔

عہد جدید کے مندرجہ ذیل حصص برآمد ہوئے ہیں۔

اول : اناجیل ۱۔

انجیل متی کے صرف دو ورق

۲۔ مرتس ۱۰ ۱۱ ۱۲

۳۔ لوقا ۱۰ ۱۱ ۱۲

۴۔ یوحنا ۱۰ ۱۱ ۱۲

دوم : خطوط پولس، جس کے تڑا لے اوراق ملے ہیں۔ اور صرف گیارہ اوراق
دساف شروع سے اور چار آخر سے) فائبر ہیں۔

سوم : یوحنا کے مکاشفات، صرف دس اوراق۔
محققین نے ثابت کیا ہے کہ یہ خطوط ۱۰۰ء میں تیار ہوئے تھے۔

آج جب ہم مردہ عہد جدید کا مقابلہ ان نسخوں سے کرتے ہیں، تو حیرت انگیز تطابق پاتے ہیں۔

اسی طرح مانچسٹر کی رائی لینڈ (RYLAND) لائبریری سے ایک محفوظ دستیاب ہوا ہے۔ جس میں یوحنا کی چند آیات منقول ہیں یہ صحیفہ ۱۳۱۷ء میں لکھا گیا تھا۔

اس وقت میسی ممالک کی مختلف لائبریریوں میں اناجیل کے ایسے سچاس محفوظ محفوظ ہیں جو پہلی تین صدیوں میں لکھے گئے تھے۔

۱۳۱۷ء میں ایک جرمن عالم تیشنارف (TISCHENORF) کو سینا کی ایک خانقاہ کیتھریں میں گیا۔ وہاں اسے چند قدیم اوراق ملے۔ جن پر سنپوش ترجمہ کا کچھ حصہ مرقوم تھا۔ وہاں سے وہ تینتالیس لوق اٹھا لیا۔ اور پندرہ برس بعد (۱۳۵۱ء) میں وہ دوبارہ وہاں گیا اور ایک راہب سے کتاب مقدس کا ایک نسخہ خرید لیا۔ جس میں عہد عتیق و جدید دونوں محفوظ تھے۔ یہ نسخہ چوتھی صدی کے آغاز میں لکھا گیا تھا اور نسخہ سینا کہلاتا ہے۔

اسی طرح روما کے پوپ کے پاس چوتھی صدی کا ایک نسخہ موجود ہے جو ویٹیکن (VATICAN) کے نام سے مشہور ہے۔ نسخہ اسکندریہ پانچویں صدی میں لکھا گیا تھا اور یہی حال نسخہ واشنگٹن، نسخہ آفرایسیک اور نسخہ بیریائی کا ہے۔ یہ سب کے سب چوتھی اور پانچویں صدی میں لکھے گئے تھے۔ اس وقت ارباب کلیسا کے پاس عہد جدید کے کلی ہزار یونانی متن موجود ہیں مثلاً

۱۔ چونکہ یہ نسخہ اسکندریہ کے ایک کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے۔ اس لیے نسخہ اسکندریہ

کہلاتا ہے۔ (بقیہ نوٹ بر ص ۱۱۵)

(۱) ۱۰۰۰ سے ۱۰۰۰ تک ساتھ یونانی متن

(۲) ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰

(۳) ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۰

(۴) مختلف دفعوں کے پندرہ سو پینسٹھ

میزان چار ہزار آٹھ سو پچیس : ۳۸۲۵

ان قلموں کا آپس میں مقابلہ کیا گیا۔ اور یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ موجودہ ۱۶ جیل بالکل اصل صورت میں موجود ہیں۔

علاوہ ازیں یورپ کی مختلف لائبریریوں میں قدیم یونانی کتابوں کی بہت سی بڑی تعداد موجود ہے ان میں سے بیشتر مذہبی ہیں، ان میں تو راسخ و انجیل کی کئی تعداد آفات منتقل ہیں۔ اگر آج اناجیل ایک ظم ضائع ہو جائیں، تو ان حوالوں سے نئی اناجیل مرتب کی جاسکتی ہیں۔ علمائے مسیح نے اناجیل کا مقابلہ ان حوالوں سے بھی کیا اور انہیں کوئی فرق نظر نہ آیا۔

سوال : اگر اناجیل اصل حالت میں موجود ہیں، تو پھر مزبور ترجمہ کے شروع میں REVISED EDITION (تیسرا ایڈیشن) کے الفاظ کیوں رکھے جوتے ہیں اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کتاب کو بدلتے رہتے ہیں۔

۱۱۲ء سے ۱۱۳ء
اسے یہ نسخہ ایک امریکی کو کہیں سے ملا تھا اور اب واشنگٹن کی ایک لائبریری میں ہے
اسے یہ نسخہ سو سووی صدی تک اٹلی میں تھا۔ لیکن جب کیتھرین فرانس کی ملکہ بنی تو اسے
پیرس میں لے آئی۔ اب یہ پیرس کے عجائب خانہ میں ہے۔

اسے یہ نسخہ سو سووی صدی میں ایک عالم تھیوڈور بیزا (THEZAR) نے شہر لائونز
(LYONS) کی ایک خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔

جواب ۱ اس نصیح کا تعلق تم سے نہیں۔ بلکہ صرف اخلاط کتابت اور تراجم سے ہے۔ جو کہتا ہے کہ پہلے ایڈیشن میں کتابت کی اخلاط رہ گئی ہوں یا بعض الفاظ کا ترجمہ غلط دے دیا گیا ہو اور اب محققین کو ان الفاظ کے صحیح معانی معلوم ہو گئے ہوں۔ یہ لوگ اخلاط کتابت کو نقد کرنے اور صحیح تراجم لکھنے کے بعد ایڈیشن کو ری وائرڈ ایڈیشن کہہ دیتے ہیں۔

قرآن حکیم کا فیصلہ ہم صلحاً گذشتہ میں تاریخی شواہد سے ثابت کر چکے ہیں کہ صرف سابقہ میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ آج اب یہ دیکھیں کہ اس مسئلہ پر قرآن کا فیصلہ کیا ہے۔

۱۔ یہ درست ہے کہ گذشتہ صحائف میں انبیاء کے سوانح حیات بھی درج ہیں۔ جو انسانی علم کا نتیجہ ہیں۔ لیکن باری رحمت اللہ نے انہیں تحریف قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان کی تصدیق کر دی۔

تصدیق کا مادہ صدق ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ سچائی۔ تصدیق۔ یہ باب تفسیل ہے۔ تعمیر و ترمیم، تہبیر اور تظہیر کی طرح۔ اس کے معنی ہیں۔ سچا سمجھنا اور سچائی کا اعلان کرنا۔ قرآن نے بیسیوں مقامات پر اس تواریخ و احوال کی تصدیق کی۔ جو نزول قرآن کے وقت اہل کتاب کے پاس موجود تھیں۔

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كُنَّا كُتُبًا
 وَجَعَلْنَا مَظْهَرًا مُّبِينًا
 فَسَاءَ مَا يَكْتُمُونَ
 لِقَوْمٍ يُظَاهِرُونَ

اے اہل کتاب اس قرآن پر بھی ایمان لاؤ کہ یہ اس کتاب کی سچائی کا اعلان کر رہا ہے جو تمہارے پاس اب موجود ہے۔

فَإِذَا كُتِبَ إِلَيْنَا مِثْرُكُمْ
 فَكَانَ إِلَيْنَا حَاقِبًا
 وَالَّذِينَ آمَنُوا
 لَوْ كُنَّا كُتُبًا لَفُتِنُوا
 بِهِمْ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

یہ مبارک کتاب (یعنی قرآن) پہلی کتابوں کی سچائی کا اعلان کر رہا ہے،

مُصَدِّقٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا
 يَدَّبَّرُونَهُمْ
 سَفَاہًا مُّبِينًا
 (انعام)

قرآن صرف اُن کتابوں کی تصدیق نہیں کر رہا، جو موسیٰ و عیسیٰ پہ نازل ہوئی تھیں۔ بلکہ اُن کی جو حضور علیہ السلام کے زمانے میں فی الواقعہ اہل کتاب پاس کے پاس موجود تھیں۔ اگر یہ کتابیں اصل کتابوں سے مختلف ہوتیں تو پھر اللہ ان کی تصدیق کیوں کرتا۔ اگر کسی دستاویز میں رد و بدل ہو جائے تو کوئی ذمہ دار حکم اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ اگر فی الحقیقت تو راستہ و انجیل محرف ہو گئیں تو پھر اللہ نے ان محرف صحیفوں کی کیوں تصدیق کر دی۔ کیا انعام بدہی، اللہ کو اس تعریف کا علم نہیں تھا۔ یا حضور علیہ السلام اہل کتاب کی دلدادگی کے لیے ان کے لفظ صحائف کی تصدیق کر رہے تھے۔ اگر خدا و رسول کو ان صحائف میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی تو سبھی میں نہیں آتا کہ ہمارے علمائے کرام نے وہ خرابی کہاں سے دیکھی۔

اور جب ہم نے ایک ایسی کتاب نازل کی۔ جو اُن کتابوں پر مہر تصدیق ثبت کر رہی تھی جو اُن کے پاس تھیں تو.....

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ
(بقرہ)

اور جب اُن کے پاس ایک ایسا رسول (حضور علیہ السلام) آیا، جو اُن صحائف کی سچائی کا اعلان کر رہا تھا۔ جو اُن

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ
(بقرہ)

پر یہ قرآن سچا ہے اور اُن صحائف کی سچائی کا اعلان کر رہا ہے جو اسے

کے پاس موجود تھے..... تو.....
وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا
(بقرہ)

اہل کتاب تمہارے پاس موجود ہیں۔

دیکھ لیا آپ نے کہ کس طرح قرآن حکیم ان صحائف کی سپائی کا بار بار اعلان کر رہا ہے۔ جو بشت حضور کے وقت اہل کتاب کے پاس موجود تھیں ۲۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح کے زمانے تک تو رات محفوظ تھی اللہ مسیح نے اس کی تصدیق کر دی تھی۔ لہذا انجیل کے اُس پہلو کی یوں تصدیق کرتا ہے۔

اور ان انبیاء کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جس نے تعلیم تو رات پر مہر تصدیق ثابت کی)

اللہ نے عیسیٰ ابن مریم سے کہا۔ میرے ان انعامات کو یاد کرو۔ جو میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو عطا کئے تھے میں نے دُوح القدس سے تمہاری مدد کی تھی۔ تم شیر خوار کی حالت میں لوگوں سے بائیں کیا کرتے تھے اور

وَقَفَيْنَا عَلَىٰ آثَارِ هَيْبَتِهِ
أَبُو مَرْيَمَ مَسَلًا تَسَابِينِ
يَدَايِدِهِ مِنَ التَّوْرَةِ (مائدہ)
قَالَ أَقْدَمُ يَهُوسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ
أَذْكَرُ لِعِيْسَىٰ هَلِيكَ وَعَلَىٰ ذَالِغِيَابِكَ
إِذْ أَيْدِيكَ بِدُوحِ الْقُدْسِ تَلْجِئُ
النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ
عَلَّمْتَنِي الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ
قَالَ نَجِيلٌ ط .

دوبارہ آکر کہوت میں کرو گے۔ وہ وقت یاد کرو۔ جب میں تمہیں کتاب و حکمت اور تورات : انجیل کی تعلیم دی تھی۔

اگر مسیح علیہ السلام کے زمانے میں تورات بگڑ چکی ہوتی، تو اللہ مسیح کو غلط تورات کیوں پڑھاتا۔ چہ سو برس بعد اس غلط آموزی کا ایک نعمت سمجھ کر کیوں یاد دلاتا۔ بار بار کیوں کہتا۔

عَلَىٰ كَذِبًا لِّتُؤْمِنُوا إِذْ قَاتَلْتُمُوهَا
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ . (آل عمران ۱۶)

کہ لاؤ تورات اور پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔

اور قدم قدم پہ صحائف کی تعلیم کی طرف کیوں متوجہ کرتا۔ کیا محرف اور غلط صحائف کی طرف سبھی کوئی دعوت دیا کرتا ہے۔

أَمْ كُنْتُمْ بَشَرًا مِمَّنْ بَدَّلْنَا
مُؤْمِنِي وَعِبْرَةَ الْمُؤْمِنِينَ
تَقْرِيرًا وَإِلْرَاقًا وَمَنْ لَنَا
أَلْحَسَنَى (۱۰)

دیکھا اسے معلوم نہیں کہ موسیٰ اور ہارون
ابراہیم کے صحیفوں میں کیا لکھا ہے؟
ہیں کہ کوئی شخص دوسرے کا لہجہ نہیں
آٹھالے گا۔ (۱۰)

۳۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہودی علماء و کاتبین کو کتب مقدس سے گہری عقیدت تھی۔ وہ با وضو سو کر کتاب کو پڑھتے اور لکھتے تھے۔ انہوں نے صحائف کے الفاظ و حروف تک گننے والے تھے۔ تاکہ کتابت میں کوئی حرف رہ نہ جائے۔ جس طرح آغا میں قرآن کی حفاظت و حفاظ کے مشہور تھے۔ اسی طرح تورات کی حفاظت احبار و رہا میسین کے حوالے تھی۔ جو ہر ہر نقطے اور شوٹے کی ہر ممکن طریق سے حفاظت کیا کرتے تھے۔ قرآن حکیم ان کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ آتًا لِّبَنِي
إِسْرَائِيلَ وَأَوْحَيْنَا بِهَا
مُوسَىٰ وَهَارُونَ قَالُوا إِنَّا
نُرِيدُكَ نَبِيًّا كَمَا نُرِيدُكَ
نَبِيًّا قَالُوا إِنَّا نُرِيدُكَ نَبِيًّا
كَمَا نُرِيدُكَ نَبِيًّا قَالُوا إِنَّا
نُرِيدُكَ نَبِيًّا كَمَا نُرِيدُكَ
نَبِيًّا قَالُوا إِنَّا نُرِيدُكَ
نَبِيًّا كَمَا نُرِيدُكَ نَبِيًّا

ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت
بھی ہے اور نور بھی۔ اس تورات
کے مطابق ہم پہ ایمان لانے والے
انبیاء یہود کو راہ حق دکھاتے رہے
اور وہ درویش اور علما، بھی جنہیں
حفاظت کتاب کا حکم دیا گیا تھا اور

شَهَادَاتُ ۱۹۹۹ء (۱۹۹۹ء) وہ اس کی مصحف کے گواہ ہیں۔

مصحف تورات کا کتنا پروردگار اعلان ہے۔ جس طرح ہم قرآن کے محافظ ہیں۔ اسی طرح صلواتی یہود تورات کے محافظ تھے۔ انہیں حفاظت تورات کا حکم دیا گیا تھا۔ اگر وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کر چکے ہوتے۔ تو اللہ نہ تو ان کی تورات کی تعریف کرتا اور ان کی خدمات کو سراہتا۔

۳۔ عربی نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ اگر کہیں جارو مجرور کا متعلق مذکور نہ ہو تو وہاں موجود اور کا تعلق کو موزوں فرض کر لیا جائے۔ آیۃ بالا کو سپر پڑھیے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ۔

اور اس قاعدہ کے مطابق اس کی تفسیر یوں کیجئے۔

دہم نے تورات نازل کی۔ جس میں ہدایت و نور موجود ہے "مسیحی" نہیں بلکہ ہے "خود ہی فیصلہ دیجئے۔ کہ غلط اور محرف تورات میں نور و ہدایت کا وجود کیسے ہو سکتا ہے؟

۵۔ اللہ نے قرآن حکیم کو ہدایت، رحمت، شفا، فرقان، موعظت، نور، ضیاء، حکمت، ذکر، بیان، تفصیل، کامل، نازل، لامسیب، فیہ۔ فکری، للہتقیین اور تمام کائنات کے لیے دریں ہدایت قرار دیا ہے۔ دوسری طرف صحف اولیٰ کو بھی اسی طرح کے بلند اوصاف سے نوازا ہے۔ مثلاً۔

فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ
مُطَهَّرَةٍ۔
قرآن پہلے مکرم۔ بلند اور مقدس
صحائف میں موجود ہے۔

دہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی۔ اور
بنی اسرائیل کو ایک ایسی کتاب کا
دارف بنایا۔ جو ہدایت میں تھی۔ اور

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدًى
وَأَوْسَرْنَا بَعِيًا إِسْرَآئِيلَ الْكِتَابَ
هُدًى وَذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ط

ارباب عقل کے لیے ڈکسائی . (موسىٰ)

و نصیرت و دستور سستی (بھی)۔

دکھو کہ موسیٰ کو وہ کتاب کس نے دی
تھی۔ جو لوگ اسے بھی تھی اور تمام دنیا نے
انسانی کے لیے ہدایت بھی)۔

كُلُّ مَسْئَلَةٍ نَزَّلْنَا الْكِتَابَ الَّذِي
جَاءَ بِهِمْ مُؤْمِنِي نُورًا وَهُدًى
بِلِنَاسٍ (انعام)

جو حضرات تعلیم تو رات کو صرف یہود کے لیے مخصوص سمجھے ہیں وہ ہدیٰ
بِلِنَاسِ کے جملے پر غور فرمائیں۔

ہم نے اپنے انبیاء کو حکم صداقتوں
کے ساتھ بھیجا۔ اور ان پر کتاب
و میزبان نازل کیا

وَ لَقَدْ اٰمُرُ صٰلِحًا مَّا سَلٰتُنَا
بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ
الْكِتٰبَ وَاِلْمِزٰنًا (مدینہ)

اور ہم نے پہلے انبیاء کو سہانی سے
بہرہ برد کتاب عنایت کی)۔

وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ (بقرہ)

اور کچھ عرصہ پہلے ہم موسیٰ کو ایک
کتاب دے چکے ہیں جو امام بھی ہے
اور رحمت بھی۔

وَمِنْ تَبْلِيغِهِ كِتٰبَ مُوسٰى
اِمَّا مَّا لَمْ تَرَ حَسَمَةً

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا الْقُرُوٰنَ الْاُولٰٓئِي
بِقٰسِرٍ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً۔

قدیم اقوام کو تباہ کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ کو ایک ایسی کتاب دی
جو تمام دنیا کے انسانی کے لیے بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے)۔

وَ اٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى
وَّاٰتٰنَا مَقَدَّ قٰرِسًا بَيْنَ
ہم نے مسیح کو انجیل دی۔ جس میں
ہدایت اور نور ہے۔ یہ تورات کی

يَذِيهِ مِنَ التَّوْسِطَةِ وَهَدَى
 وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (انعام)
 وَ لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْوَحْيَ
 انْفِرْ قَانَ وَ هِنَاكَ وَ ذِكْرًا لِّ
 لِمُتَّقِينَ ۝

تصدیق کرتی ہے اور متقین کے لیے
 ہدایت و موعظت ہے)
 ہم نے موسیٰ و ہارون کو قرآن (رہنما)
 اور متقین کے لیے ذکر کیا یعنی دگر
 حیات عطا کیا۔)

ہمارے علما کہتے ہیں کہ صائف میں قرآن ہی واحد صحیفہ ہے جس کی تعلیم
 کو اللہ نے کامل کہا ہے اور چونکہ کوراثہ و انجیل کے کمال پر کوئی آیت نہ
 ان صائف میں موجود ہے اور نہ قرآن میں۔ اس لیے یہ کتابیں نامکمل ہیں اور
 انسانیت کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لیے ناکافی۔ علما کا یہ خیال صحیح نہیں۔
 ذرا آبی ذیل پر نظر فرمائیے اور ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کوراثہ کے اکمل و
 اتم ہونے کا اعلان کسی واضح الفاظ میں فرماتا ہے۔

لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
 تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْضَرْنَا وَ كَفِينَا
 بِكُنْ قِيبِي وَ هَدَىٰ ذُرِّيَّتَنَا حِمَّةً
 (انعام)

دوسرے ہم نے موسیٰ کو ایک ایسی کتاب
 دی جو بہترین تعلیمات (احسن)
 پر پوری طرح حاوی (تماماً) ہو
 کی تکمیل ہدایت اور رحمت تھی۔)

ان الفاظ کو پھر پڑھیے !

” بہترین تعلیمات پر پوری طرح حاوی ؟“

لَقَدْ آتَيْنَاكَ التَّوْرَةَ فِيهَا ذِكْرٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هَدَىٰ
 قَانَ وَ هِنَاكَ وَ ذِكْرًا لِّ
 لِمُتَّقِينَ ۝ (انعام)

کام کر دیا ہے اور تم آپنی نعمت پر ہی طرح نازل کر دی ہے، یہ قرآن کا آخری آیت تھی۔
 اس کے بعد حضور علیہ السلام پر وی آنا نہ ہو سکتی تھی۔ (برقی)

تو جو کتاب د بہتر نہیں بلکہ بہترین تعلیمات پر درجہ دمی طوعہ پہ نہیں بلکہ پوری طرح حاوی ہو۔ اُسے ناقص کہنے کے کیا معنی !۔

اللہ کا پیغام ہر زمانہ میں مکمل چلند، مقدس، رحمت، نور، ہدایت، قرآن، میزان، بصائر، ضیاء، ذکر، اور تذکرہ تھا۔ اسے نامکمل کہنا اللہ کی توہین کرنا ہے۔ اگر قرآن نے فاروقؓ، صدیقؓ، چلیدؓ و بایزیدؓ، خالدؓ و حمیدؓ اور سینا و لارالی جیسے عظیم المرتبت انسان پیدا کئے، تو صائف اولیٰ نے داؤدؓ، ایساہاقؓ و سقراطؓ، افلاطونؓ، لقمانؓ و بقراطؓ۔ کالیداسؓ و کرفقؓ، رام اور بھدر جیسے جلیل القدر افراد کو جنم دیا۔ جن کے افکار کی روشنی میں کاروان انسانیت سزاوار برس تک رہ گئے منزل رہا۔

سُرْمُوْلَا لِي نَبِيْ اِسْمُ اَيْلِ كِي تَشْرِيْحُ اَنْبِيَاْ خَاصْ خَاصْ اَقْوَامْ كَيْطَرَفْ
 مہوٹ ہونے سے اور ان کی تعلیم ہماگیر نہیں تھی۔ حضرت مسیح کے مواعظ سے یہودی اور غیر یہودی دونوں کو مستفید ہونے لاحق تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کا پیغام بھی تمام نوع انسانی کے لیے تھا۔ ورنہ اگر ان کا مقصد صرف یہودی اصلاح ہوتا، تو وہ فرعون کے پاس پیغام حق لے کر کیوں جاتے اور حضرت مسیح کے ہماری ہر قوم کو دھوت، انجیل کیوں دیتے۔ فرض کھیلے کہ حضرت مسیح ایک ایسی بستی میں جاتے ہیں۔ جہاں تیس فیصد غیر یہودی بھی رہتے ہیں۔ وہ وہاں مہوٹ چوری اور بدکاری نہ دھت کہتے ہیں۔ اگر اس دھت کو سن کر کوئی غیر یہودی بدکاری کو چھوڑنا چاہے، تو کیا حضرت مسیح اُسے یہ کہہ کر کہ میری تعلیم صرف یہود کے لیے ہے نیک بننے سے روک دیں گے !
 بات یہ ہے کہ ہماگیر اول کسی خاص قوم کی اصلاح کے لیے آتا ہے۔

پھر وہ خاص قوم ہاقی دنیا کی اصلاح کیا کرتی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح کے متعلق قرآن میں درج ہے۔

كَذٰلِكَ سَوَّلْنَا لِيِّنِيْٓ اِسْرٰٓءِيْلَ
اسی طرح حضورؐ کو بھی عرب اُتیبوں کا رسول کہا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِيْ الْاَوَّلِيْنَ
اللّٰهُ هُوَ جِسْمِ نَے اِن پڑھو لول
کے طرف اہنی میں سے ایک رطلہ بھیجا

جس طرح حضرت مسیح کا دائرہ تبلیغ یروشلم اور اُس کا گردنواحی علاقہ تھا۔
اسی طرح حضور علیہ السلام کا حلقہ تبلیغ مکہ اور اس کا گردنواح تھا۔
بَلَدًا مِّنْ اَنْبِيَاۗءٍ مِّنْ قَبْلِكَ
اور گرد کے لوگوں کو تاملح اعمال سے آگاہ کرے

جس طرح حضورؐ کی تعلیم تمام دنیا نے انسانیت کے لیے تھی اسی طرح
ذرات کو بھی بصائر للناس اور ہدای للناس کہا گیا ہے۔

خداوند فرماتا ہے کہ یہ بات تو بہت کم ہے کہ تو یعقوب کے فرزند کو

کو تمام کے لایہ پہنچے ہوئے اسرائیلیوں کو پھر سامنے کے لیے میرا بندہ
بنے۔ بلکہ میں نے تم کو غیر تو سوں کے لیے بھی نور بخشا کہ تم سے

میری نباتات زمین کے کناروں تک پہنچ جائے۔ (یسعیاہ ۶۰)

جس طرح قرآن حکیم کو تمام حکموک و شبہات سے درائر سمجھا گیا ہے۔ اسی

طرح کتاب مقدس (صحائف اولیٰ) کو بھی ٹکد و شبہ سے منزہ کہا گیا ہے۔

مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اَنْ يَّفْتَرُوْا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاَلَيْسَ لَكَ اَلَّذِيْ يَمِيْنُ
بِيْنِيْهِ وَتَفْسِيْرُ الْكِتٰبِ لَا سَرِيْبَ فِيْهِ مِنْ سَرٰبٍ اَلْعٰلِيْنَ۔ (رولس)

مَا كَانَ الْقُرْاٰنَ اَلَّذِيْ يَمِيْنُ مِنْ سَرٰبٍ اَلْعٰلِيْنَ۔ (بقدر)

آج کے کئی تہ جے ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ تفصیل الکتاب“ میں کتاب سے مراد یوں محفوظ ہو۔ اور لاریب فیہ کا تعلق قرآن سے ہو، تو معنی یہ ہوں گے۔
 مگر اہل یوں محفوظ کی تفسیر ہے اور یہ تمام ٹکڑوں سے بالاتر ہے۔
 اور اگر کتاب سے مراد ہائیل ہو اور وہ فیہ“ کا تعلق اسی کتاب سے ہو تو پھر تفسیر یہ ہوگی۔

۷۔ اللہ کے بغیر کوئی اور سستی قرآن کی مصنف نہیں۔ یہ قرآن مصنف اور ہے
 کا مصدق اور کتاب مقدس کا مفسر ہے۔ کتاب مقدس تمام شہادت سے
 بالاتر ہے اور اسے اللہ نے نازل کیا تھا۔“

اگر مصنف اور ہے غیر حکم، معرف اور غلط سلط ہوتے، تو اللہ ان کے
 پیروؤں کو راستہ باز کیوں کہتا۔

وَمِنْ ذَمِّ مَوْسَىٰ أُمَّةٍ
 يَمْجُرُونَ بِالْحَقِّ
 مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ
 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ

ان اہل کتاب میں ایک گروہ راہِ حق پر جما ہوا ہے (.....)

اور انہیں تورات و انجیل کی پیروی کی کیوں دعوت دیتا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ
 عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا الشُّرُوعَ
 دَاوُدُ بْنُ جَبَلِ

کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کتاب میں معرف ہو چکی ہیں۔ اور اب ان کی طرف
 دعوت دینا ہے کار ہے۔ آیات ذیل کو بار بار پڑھیے اور دیکھیں کہ اللہ نے

تورات و انجیل پر عمل نہ کرنے والوں کو کون القاب سے نوازا ہے۔

وَ كَيْفَ يَكْفُرُونَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ . ثُمَّ تَتَوَلَّوْنَ
 مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ مَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ . إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى
 وَ تَوْرَةً يَكْتُبُ بِهَا الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا إِذْ نَسَبْنَا بَيْنَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ
 بِمَا اسْتَفْتَضُوا مِنَ كِتَابِ اللَّهِ وَ كَانُوا عَلَيْهِ شَهِدًا . أَرَأَيْتُمْ تَخْشَوْنَ إِنْسَانَ
 وَ تَخْشَوْنَ مَا يَأْتِي تَمَنَّا قَلِيلًا . وَ مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ
 لَعْنَةُ الْكَافِرِينَ . وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ
 وَ الْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَ الْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوحَ قِصَاصًا . وَ
 مَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ . وَ مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
 فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ . وَ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا
 لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ آتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَ تَوْرَةً وَ مَصَدِّقًا
 لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ هُدًى وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ . وَ لِكُلِّكُمْ أَهْلٌ
 أَوْجَحِلَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ . وَ مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ .
 وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْبُرْهَانَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُبَيِّنًا عَلَيْهِ قَاعًا
 بَيْنَهُمْ . بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مَوْلَا تِلْكَ آهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءُوكَ مِنَ الْحَقِّ . وَ
 نَكَلٍ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرَاعًا فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي جَعَلَكُمْ أُمَّةً
 وَاحِدَةً . وَ لَكُنْ يَسْتَرْحِبُونَ فِيمَا كَانُوا كُفَرًا . فَاسْتَبِقُوا الخَيْرَاتِ الَّتِي إِلَى اللَّهِ
 مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا . فَيُنْفِقُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ . (المائدة)

یہ الی کتاب تمہارے ہاں فیصلے کے لیے کیوں آتے ہیں جب خود
 ان کے پاس تورات موجود ہے۔ جمہور میں اللہ کے فیصلے درج ہیں۔ لیکن معصیت
 تو یہ ہے کہ یہ لوگ تورات کے فیصلوں کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ہم نے تورات

اساری، اس میں نور و ہدایت موجود ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے مطابق ہمارے انبیاء و پیغمبروں کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے۔ اور وہ علماء بھی جنہیں کتاب مقدس کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور جو اس کی صحت کے گواہ تھے۔ ہم نے انہیں کہا تھا کہ صرف جو سے ڈرو۔ لوگوں سے مت ڈرو۔ اور میرے فیصلوں کو منصف بچو اور یاد رکھو کہ جو لوگ تورات کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے وہ کافر سمجھے جائیں گے۔ ہم نے تورات میں لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور زخموں کا تادم لیا جائے گا۔ ہاں جو شخص معاف کر دے اسے اجر ملے گا۔ اور یاد رکھو کہ جو شخص تورات کی ہدایات کے مطابق فیصلے نہیں کرتا۔ وہ ظالم ہے۔

ہم نے پہلے انبیاء کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا، اس نے تورات کی سچائی کا اعلان کیا۔ ہم نے اسے انجیل دی۔ جس میں ہدایت اور نور ہے۔ جو تورات کی تصدیق کر رہی تھی۔ اور جو اہل تقویٰ کے لیے ہدایت و نصیحت ہے۔ اہل انجیل کو ہم حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے معاملات کے فیصلے انجیل کے مطابق کیا کریں۔ اور جو ایسا نہیں کریں گے وہ ناسق سمجھے جائیں گے۔

اے محمد! ہم نے تم پر بھی ایک کتاب نازل کی ہے۔ جو پہلی کتاب کی تصدیق و محافظ ہے۔ تم معاملات کا فیصلہ اس کتاب کے مطابق کیا کرو اور کفار عرب کی خواہشات کی پروا مت کرو۔ اس لیے کہ تم سچائی کے حامل ہو۔

بنظاہر تم میں سے ہر گروہ اور ہر امت کی راہیں الگ الگ ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو تم سب کو ایک امت بنا ڈالے لیکن (وہ روح مقابلہ کو زبردہ رکھنا چاہتا ہے) وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے انعامات کو حاصل کرنے کے

یے کون آگے بڑھتے ہیں۔ میرے انعامات کی طرف بڑھو تم سب کو ہمارے
ہاں آتا ہے اور ہم ہی تمہارے اختلافات کا فیصلہ سنائیں گے۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ کس قدر دلچسپ آیت ہے۔ یہود و نصاریٰ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ وہ اپنے معاملات کا فیصلہ تو راسخ و انجیل کے مطابق کریں ورنہ وہ کافر، فاسق اور ظالم قرار دیئے جائیں گے۔ پھر حضورؐ کو لرایا کہ تم پہلی کتابوں کی سپاہی کا اعلان کرو۔ اپنے پیروؤں کے فیصلے قرآن کے مطابق کرو۔ اور صحت جو لوگو کو ہر امت کی راہ بہ ظاہر دوسری سے الگ ہے۔ یہ اختلاف ہمارا شیست کا مقتضا ہے اختلاف ہی سے رُوحِ مقابلہ زندہ رہتی ہے۔ اگر آج رشک و مسابقت کا جذبہ مٹ جائے۔ تو دنیا کے تمام ہنگامے اور دولتیں سرد پڑ جائیں۔ اس لیے اس اختلاف کو رحمت سمجھ کر ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔

ہمارے صلوات کہتے ہیں کہ تو کتابت و انجیل بیکار ہو چکی ہیں۔ اگر ان کی پیروی کرو گے تو کالمبرہ جاؤ گے۔ اور اللہ کہتا ہے کہ اگر اہل کتاب نے ان کتابوں کے مطابق اپنے معاملات کا انتظام نہ کیا تو وہ کافر، فاسق اور ظالم قرار دیئے جائیں گے۔ وگرنہ آگیا ہے کہ تمام اہل مذاہب اپنے اپنے نقطہ ہائے نگاہ کی اصلاح کریں عبادانہ و مناسک کے اختلافات کو گوارا فرمائیں اور سب مل کر اُس غیر اکبر کی طرف بڑھیں جس کا نام انسانیہتِ کبریٰ ہے اور جو صرف مخلصانہ اشتراکِ عمل اور ہمہ گیر محبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

آیات تحریف

صفحات گذشتہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت بائبل اصل صورت میں موجود تھی اور کہ اللہ نے تورات و انجیل کی بار بار تصدیق فرمائی ہے تو یہ نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ بیسیوں آیات میں ان کتابوں کی تصدیق کرے اور وہ چار آیات ان کی تحریف پر بھی نازل کرے۔ ہمارے ظہا آیات تحریف کو تو نہایت ٹنڈو تہ سے دنیا کے سامنے پیش فرماتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتاتے۔

۱۔ کہ اللہ نے اس تورات و انجیل کی تصدیق کیوں کی جو نزولِ قرآن کے وقت اہل کتاب کے پاس موجود تھیں۔ *مُصَدِّقًا لِّمَا مَكَتُوهُ*۔

۲۔ کہ ہمیں ان جملہ صحائف پر ایمان لانے کا کیوں حکم دیا۔

۳۔ کہ اہل کتاب کو تورات و انجیل پر عمل کرنے کیوں دعوت دی۔

۴۔ کہ *فِيهَا هُدًى وَذِكْرٌ لِّمَن كَرِهَ* میں لہو بہائیت کے وجود کا کیوں اعلان کیا۔

۵۔ کہ ان جملہ صحائف کے عالمیں کو *أُمَّةً مُّتَّصِفَةً* اور *يُشْهِدُ فُنَّ* اہل الحق کیوں کہا۔

۶۔ اور کہ اہل کتاب کو قرآن و صحائف کے مشترک احکام *وَكَلِمَاتٍ سَوَّآءٍ* کی طرف کیوں بلا یا۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحریف کا مفہوم وہ نہیں، جو ہمارے علماء سمجھتے ہیں۔ تحریف کے وہ مفہوم ہیں۔ یعنی تحریف یعنی الہامی الفاظ کو بدل دینا اور

معنوی تحریف یعنی آیات کی سمائی تفسیر پیش کرتا۔ شواید بالاک روشہ
 میں ہم تحریف سے مد نظر تحریف نہیں لے سکتے۔ ورنہ کلام الہی میں قصص
 پیدا ہو جائے گا اور سارا قرآن پایہ اعتبار سے ساقط ہو جائے گا۔ اس لیے
 ہمیں لازماً معنوی تحریف مراد لینا ہوگی۔ یہی وہ راستہ ہے۔ جس پر چل کر ہم
 قرآن کو تضاد سے مرفوع، مکرم و مطہر صائب کو تحریف سے اور امت سخی
 کو اقوام عالم کی تباہ کن عداوت سے بچا سکتے ہیں اور یہی وہ عظیم حکمت ہے
 جس سے ہم جہاں گیر اخوت اور انسانیتِ عظمیٰ کی منازل سر کر سکتے ہیں۔

امام بیضاوی اپنی مشہور تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَقَدْ آسَأَدَ بِهِ مَا كُنْتُمْ لِآيَاتِنَا وَمِنَ الْقَائِدَاتِ الْفَائِضَاتِ

(غالباً تحریف سے مراد یہودیوں کی لفظ تفسیر و تادیلات ہیں)

کسی کتاب میں لفظی تحریف بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ہر زمانے میں تورات
 کے پیشمارنے موجود تھے۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ جنہیں اپنی
 کتاب سے انتہائی عشق تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی بد نیت نے تورات
 کے ذاتی نئے میں تحریف کر دی۔ اُسے تمام پیردان تورات را حبار و رہبان۔
 علماء و انبیاء، خواص و عوام، نے تسلیم کر لیا اور اپنے اپنے ذاتی نسنوں میں اس
 کے مطابقت تہذیبی کر دی۔ جس طرح ہمیں قرآن سے عشق ہے اور ہم تحریف کا
 تصور تک برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح یہودیوں کی امت قائمہ و مقصدہ
 کو بھی اپنی کتاب سے عقیدت تھی۔ ہم یہ کیوں فرض کر لیں کہ یہ نیک یہودی بھی
 قرآنین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اور تورات میں قطع بُرید کو مقصد حیات
 بنا بیٹھے تھے۔

آخر ہمیں یہ بھی تو سمجھایا جائے کہ اگر ان لوگوں نے تحریف کی تھی تو ان کا

مقتصد کیا تھا۔ کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ توابع کے شمسیہ دستاں ولے اسلام کی جگہ کوئی خانقاہی قسم کا آستان سا اسلام راج کر دیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیں۔ صوم و صلوات سے جان چھڑائیں اور پیش و طرب کو ملتہائے زندگی قرار دے دیں۔ تحریف تو کچھ ایسے ہی مقاصد کے لیے کی جاتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بات توابع میں موجود نہیں اور اس میں از ابتدا اتہا ایک پاکیزہ و بلند زندگی کے بیش بہا اصول درج ہیں تو پھر یہ تحریف کہاں ہوئی؟ اگر نہیں ہوئی، تو آپ ان مقدس، مطہر اور بلند صحائف پر تحریف کا الزام کیوں عاید کرتے ہیں۔ دوا رب انسانوں کی نطرت اور رب الصوائف کا غضب کیوں خریدتے ہیں۔ اخوت، عالمی کی تعمیر کیوں ڈھالتے ہیں۔ ابنِ عالم کا خواب کیوں بے تعبیر بناتے ہیں۔ اور اپنی مکمل بلاکف کے دن کیوں قریب تر لاتے ہیں؟ ان صحائف کو تحریف کہنا کسی بیماری کا علاج نہیں۔ کسی سیاسی و اقتصادی عقیدے کا حل نہیں۔ اس غلط عقیدے میں کوئی خیر نہیں اور نہ کوئی برتری مضمر ہے۔ تو پھر آپ اس غلط بات پر اڑ کر کیوں ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور قرآن کی بلند سیاست کو کیوں رُسوا کر رہے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ ذہنی تعصبات بہت محبوب مہیا کرتے تھے۔ انہیں ترک کرنا ہی نیکو شخصیت سے ناظر کو جدا کرنا ہے۔ لیکن جو روحانی مسترت حقیقت کی تلاش و دریافت میں ملتی ہے۔ وہ غلط تصورات کے ناپاک، ماحول میں کبھی نہیں مل سکتی۔ ایک طرف تعصبات تیرہ کی تنگ و تاریک دنیا ہے جس میں انسان انسانیت کو مار دے گا و کم کی طرح ڈس بسا ہے۔ جنہاں بعض و عناد کے جہنم کھول رہے ہیں پھر طرف آئیں اور گراہیں بلند ہو رہی ہیں چھوٹے ٹھوٹے جسموں سے پیپ اور خون بہ رہا ہے اور ہر سو رنگ و جاکف کے خوفناک غفریہ بد بچ رہے ہیں اور دوسری طرف امن و سلام کی روشنی

فضائیں ہیں۔ جہاں تتر میں مقصاں، زمزمے خنداں اور غار گل بداماں ہیں۔ جہاں :
 پہلی شے جنت کے گیت گاتے ہوئے ہندو شلوک کی حسین داریوں میں گم ہو رہے ہیں۔
 یہاں کا ہر غنچہ ہے عین وہ آغوش، ہر قطرہ ہے دجلہ بردش اور ہر قندہ ہے ایک
 ایسا حرم، جس میں تمام کائنات مجھ سمود نظر آئی ہے۔ آ۔ میرے بھائی! اس حسین
 و جمیل دنیا کی طرف کرو اپنے۔ عظیم و جلیل قرآن حکیم و ولیم رب اور زندہ دلانہ فال
 فلسفہ حیات کے ساتھ جہاں بھتا ہے۔

تیری زمین ہے صد تیرا اتق ہے ثغور
 تیرے سمندر کی موج و جلد و تیرے یونیل
 تیرے زمانے عجیب تیرے فسانے فریب
 عہد کجی کو دیا تو نے پیسا م رحیل

(اقبال بہ ترمیم)

تو مجھے عرض کر رہے تھے۔ کہ کتاب اللہ میں لفظی تحریف بہت مشکل تھی البتہ
 معنوی تحریف ہر زمانے میں ہوتی رہی۔ نصاریٰ کی تثلیث۔ یہود کا عقیدہ اہلبیت
 عزیز۔ زرتشتیوں کی آتش پرستی اور ہندوؤں کا فلسفہ طولی تحریف معنوی کا نتیجہ
 تھا۔ خود اپنے ان دیکھنے کہ اس تحریف نے کس قدر ملامت پھا کئے۔ خاتم النبیین
 کے بعد آج تک جو ایسے تمدنیانہ نبوت پیدا ہو چکے ہیں۔ آج بھی ہزار با علما حضور
 علیہ السلام کو عالم الغیب اور مردوں کو سمیع و بصیر سمجھتے ہیں۔ ابن العربی کا عقیدہ
 وحدت الوجود۔ معتزلہ کی کجرباکیاں۔ مرزا و ہزار یہ و قدریہ۔ جناحیہ۔ جہمیہ اور کراچی
 کی بدگامیاں اسی معنوی تحریف کی پیداوار تھیں اور یہاں وہ تحریف ہے جو ہر
 میں بھی پائی جاتی تھی۔

اَنْتُمْ كَوْنٌ اَنْ يَكُوْنُ سُوَا
 دیکھا تم یہ چاہتے ہو کہ یہو تو تم پر ایمان

لَكَوَدَّ قَدْ كَانَ قَسْرًا لِقَابِ مِنْهُمْ
 يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَ
 مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوا وَهُمْ
 يُضِلُّونَ ۝ (البقرہ)

لے آئیں: حالانکہ ان میں ایک ایسا
 مردہ ہو گندا ہے جو کلام اللہ کو
 سننے اور سمجھ لینے کے بعد عدواً
 اس کے معانی بدل دیتا تھا

اس آیت کے دو ٹکڑے خاص توجہ کے قابل ہیں۔

(۱) وہ اللہ کا کلام سنتے تھے۔

(۲) اور سمجھنے کے بعد اس میں تحریف کیا کرتے تھے۔

یعنی جو کچھ وہ سنتے تھے وہ اللہ کا کلام ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حرف
 کلام کو اللہ کا کلام کہنا درست نہیں۔ اور صحیح مفہوم کو سمجھنے کے بعد (من بعد)
 ما عقلوا) اس میں تحریف کیا کرتے تھے۔ یعنی اپنے ذہننگ کی تفسیر سنایا
 کرتے تھے۔ اگر اللہ کا مقصد یہ بتانا ہوتا کہ وہ لفظی تحریف کیا کرتے تھے۔ تو
 سیدھی طرح کہتا۔ مگر وہ تورات کے الفاظ بدل کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے؟
 یہ پہلے کلام اللہ کو سننا۔ پھر اس کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ لینا اور اس کے
 بعد عدواً تحریف کرنے کا مطلب بغیر اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ من مانی
 تفاسیر پیش کر کے یا تو چند کے بتور پلٹتے تھے اور یا ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد
 بنا کر اپنی لیڈی کی دکان چمکایا کرتے تھے۔ یہ بیماری آج ہم میں بھی موجود ہے۔
 یہ انگریز کے عہد میں اولی الامر کی نبی نبی تشریحیں۔ یہ وہی وہ دنیا کی مہلک تفریق۔
 یہ حرمتی جہاد کے فتوے۔ یہ وہ انتقوا اولیاء اللہ کی دلچسپ تفسیریں۔
 یہ خانقاہیت۔ یہ حال یہ قال۔ یہ تو انبیا۔ یہ ریش و قبا کے جھگڑے اور یہ
 شفت و مستحب کے تقاضے سب اسی تحریف کی پیداوار ہیں۔ لفظی تحریف
 کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لیکن مدنی تحریف ہرزانے میں کامیاب رہی

ہے اور آیت بالا میں اسی جتنے کا ذکر ہے۔

قرآن نے سورہ نساء میں تحریف کی کئی صورتیں بیان کی ہیں۔

اولیٰ: کہ آواز میں ہوں تہذیبی پیدا کی جائے۔ کہ "عجنا اور حجاب اور حجاب" مرصعہ

مرتبے حیا۔ سردار اور سردار۔ اطعنا اور عصینا" کی صورت میں اختیار نہ

ہو سکے۔ اس تحریف کی نئی نئی مثالیں ہر روز کالجوں میں ملتی ہیں۔ جہاں

حاضری لگاتے وقت کہیں کوئی "حاضر حجاب" کہہ جاتا ہے اور کبھی

وہی آواز میں "خانہ خراب" کی ندا لگا دیتا ہے۔ مشاعروں میں "مرصعہ"

اور مرتبے حیا" کے نعرے تو ہر جگہ سنئے جاتے ہیں۔

دوم: کہ کوئی شخص اپنے عینا کو چھپانے کے لیے ذمہ منین الفاظ استعمال

کرنے تاکہ مخاطب کو دھوکا لگ جائے۔ اس کی ایک مثال سعدی کا شعر

ذیل ہے جس میں وہ اہل گجرات و کاشمیراٹا کی بدسلوکی کا شکوہ ان

الفاظ میں کرتا ہے۔

سعدی و رای دیار تو مرو مسافری

باکس سنن نہ گوئی کہ گجراتیاں ز نند

پہلے مصرعہ کا مفہوم تو صاف ہے: "اے سعدی تو یہاں مسافر ہے۔ لیکن

دوسرے مصرعہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے کہ وہ مفہوم نکلتے ہیں۔

پہلا "کسی سے بات نہ کرنا" وہ گجراتی پیٹ ڈالیں گے۔"

دوسرا "کسی سے بات نہ کرنا" اس لیے کہ گجراتی زن اند (عورتیں) ہیں۔

سوم: تحریف کا تیسرا مفہوم غلط تاویل و تفسیر ہے۔ یہ وہ حضور علیہ السلام

کے واعظ میں شامل ہوتے اور ہر سہ قسم کی تحریف سے کام لیتے۔ کبھی

وہی آواز میں اطعنا دہم مانتے ہیں، کی جگہ عصینا دہم نہیں مانتے، کہہ دیتے۔

کبھی سراج و غیر مستنج کو ٹرے معنوں میں استعمال کرتے۔ سراج و سراجا
سے مرکب ہے۔ "سراج" کو جو کہتے، اور "جا" دمپہر سے "ہماری طرف
توجہ فرمائیے" عربوں کا کہا کرتے تھے۔ یعنی سبقت لڑا کلان میری طرف
کہنے یعنی ہاتھ پھینے، لیکن اسی لفظ سے وہ مفہوم اور بھی نکل سکتے ہیں۔

اول: "سراج کو" سراجی" کا مختلف قرار دیا جائے، تو اس کے معنی ہوں گے۔
"اے ہمارے گڈریے، مراد غیر مذہب اور غیر متہذیب۔"

دوم: "سراجین" کو "سراجوں کے سراجوں" سے مشتق سمجھا جائے تو پھر سراج
کے معنی ہوں گے مگر وہ پڑھو نہ صحابہ بھی سراجا کہہ کر حضور علیہ السلام
کو اپنی طرف متوجہ کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کا مفہوم کچھ اور ہوتا تھا
اور یہود کا کچھ اور۔

غیر مستنج کے لفظی معنی ہیں "سنسنا یا نہ جائے" اور مطلب وہ ہیں :-
اول: تو اتنا طاقتور بن جائے کہ تیرا دشمن تجھے اپنی بات سننا نہ سکے۔
یعنی منوا نہ سکے۔

دوم: کہ تو بہرہ ہو جائے یا اتنا کج و ناع بن جائے کہ حق کی بات بھی سننے۔
صحابہ اور یہود ہر دو "اسمع غیر مستمع" کا جملہ استعمال کرتے تھے
لیکن دونوں کی مراد مختلف ہوتی تھی۔ اس صورت حال کو بھی اللہ نے
تحریف کہا ہے۔

یہود الفاظ کو اصلی مقامات و معانی
سے ہٹا دیتے ہیں (تحریف) اور آواز
بدل کر کہتے ہیں "معنا و عصینا
و اسمع غیر مستمع و سراجا۔" الکا

وَرَبَّنَا الَّذِي نَعْبُدُ عَمَّا فِطْرَتِ
الْاٰلِهٰتِ الَّتِي لَا نَعْبُدُ اَبَاطُورًا
سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا اَدَّاسْمَعُ غَيْرًا
مُسْتَمِعًا وَّ سَرَايَا بَا نَسِيْتَهُمْ

یہ نصیب اللہ آپ کو طاقتور بنا دے۔

وَطَعْنَا فِي الدِّينِ وَكُنَّا لَهُمْ
 قَائِدًا مِمَّنَّ وَاطْعْنَا وَأَسْمَعُ
 أَنْظَرْنَا نَأْكَانَ كَيْسِرًا لَهُمْ
 وَآقَوْمًا
 دَسَائِدًا

مقصد طعن و تشنیع ہوتا ہے۔ اگر
 لوگ ان الفاظ کی جگہ نہ سمجھنا و اطعنا
 و اسمع و انظرنا کہتے تو ان کے لیے
 بہتر ہوتا۔

اس آیت میں اللہ نے یہود کی چار تحریفات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک
 (صیننا و اطعنا) کے بغیر باقی ہر جگہ الفاظ وہی ہیں۔ جو صحابہ کرام استہمان کیا
 کرنے تھے۔ لیکن چونکہ یہود کے ہاں ان الفاظ کی تعبیر الگ تھی۔ اس لیے اسے
 تحریف کہہ دیا۔

ایک اور آیت میں اسی تحریف کا ذکر ہوا کیا۔

وَمِنَ الَّذِينَ نَهَّأْنَا عَنْ مَعْقُودَاتِهِمْ
 نَكَذِبَ سَمْعُومٍ يَكْفُرُونَ
 لَسْنَا بِكُلِّ قَوْمٍ نَبِيٍّ نَلْزَمُ
 مِرْيَاقَهُمْ مَوَافِقَهُ

یہ یہود جوہوت سنتے۔ اور تمہارے
 ہاں اگر وہ سری اقوام کی جاسوسی کرنے
 میں۔ وہ جب آتے ہیں۔ الفاظ کو اپنے
 مقامات سے سرکاریتہ لیتے۔

یعنی دوسرا عند غیر مشیم، جیسے الفاظ ہول کر اور یا آپ کے ارشاد
 کو غلط معانی پہننا کر تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس آیت پر صاحب تفسیر مدارک کہتے ہیں

اے مستحقو! ماسمعوا منک بالزیادة والنقصان والتبدیل

والتفسیر۔

یعنی جو کچھ یہ یہود حضور علیہ السلام سے سنتے تھے۔ اُسے کسی، بیشی، تبدیلی اور

فلا تفسیر سے مع کر دیتے تھے)

تو گویا صاحب مدارک بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تحریف کی ایک صورت
فلا تفسیر بھی ہے۔

سورہ مائدہ میں تحریف کے متعلق ایک اور آیت ہے۔

فَبِمَا نَقُضُوا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسٍ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهَا
فَبِمَا نَقُضُوا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسٍ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهَا
مہم نے ان پر لعنت پر سالی اور ان کے
دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ اللفاظ
کو انکے اصلی مقامات سے سرکار دیتے ہیں)

اس تحریف کا تعلق میں مجلس رسول سے ہے اور اسی الزام کا اعانہ ہے
جس کی تفصیل اوپر گذر چکا ہے۔

تو یہ نہیں آیات تحریف جہاں میں سے تین کا تعلق مواضع رسول سے ہے
اور ایک کا بائبل سے۔ اب ایک اور آیت پر غور کیجئے
ذَٰلِذِينَ يَلْتَمِزُونَ يَلْتَمِزُونَ الْكِتَابَ يَأْتُونَ بِسُوءِ قَوْلٍ لَّا
يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَلْمِزُونَ
ہذا جن عن عبد اللہ (بقرو)

ترجمہ کرنے سے پہلے لفظ کتاب کا مفہوم سمجھ لیجئے۔ "کتاب" مصدر
ہے جس کے معنی ہیں کہنا۔ نحویر۔

كَتَبَ كِتَابًا وَكَتَبْنَا مَا كَتَبْتُمْ وَكَتَبْنَا مَا كَتَبْتُمْ

اور اس کے اصطلاحی معنی ہیں :

اَلْكِتَابُ الْمَكْتُوبُ الصَّحِيفَةُ - مَا يَكْتُبُ فِيهِ

دُخْرًا وَصِيفَةً (جس میں لکھا جائے یعنی کاغذ وغیرہ)

ترجمہ ۱۰ ان لوگوں پر لعنت جہاں نے انہوں سے حور کہہ کر اسے اللہ کی طرف

منسوب کر دیتے ہیں؟

مفہوم صاف ہے کہ اپنے ہاتھ سے کوئی بات کہہ کر بچپان کو کہہ دیا۔ کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ جیسا اس الزام کا مخالف تو رات سے کیا تعلق۔ یہود میں ایسے کئی فرسے گند چکے ہیں۔ جنہوں نے اناجیل کی تعداد ۱۵۸ تک پہنچا دی تھی اور ایسے مسلمان بھی ہو گئے ہیں جنہوں نے لاکھوں احادیث گزر کر انہیں خدا و رسول کی طرف منسوب کر دیا تھا۔ اور کچھ ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے قرآن کے دس اور پارسے ڈھونڈ نکالے تھے۔ جس طرح یہ پارسے قرآن کا حصہ نہ بن سکے۔ اسی طرح وہ جعلی صحیفے بھی بائبل میں شامل نہ ہو سکے۔ انسانی اقوال کو اللہ کی طرف منسوب کرنے کا مرضی بہت پرانا ہے اور اس مرضی سے نہ مسلمان محفوظ ہیں اور نہ یہود و نصاریٰ۔ یہ ملتانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کا بزرگوار وحی ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو قول میر رسول کی طرف منسوب کریں گے وہ لازماً خدا کی طرف منسوب ہو جائے گا۔ لہذا مذہبی کتابوں اور تفسیروں کو اٹھا کر دیکھو۔ ان مضحکہ خیز احادیث کو دیکھو۔ جو مختلف اور اندامیہ کے ثواب پر منقول ہیں۔ اور خود ہی فیصلہ کر دے کہ کیا خدا و رسول کی طرف ان کا ذیبت منسوب کرنے میں کوئی توہم سہارا متبادل کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ نہ سمجھئے گا کہ ہماری احادیث کی تعداد چودہ لاکھ سے زیادہ ہے۔ جن میں سے اہم مالک نے صرف سترہ سو اسی امام بخاری نے چار ہزار دسٹھ مکررات کے بعد بخاری کی جمع کردہ احادیث کی تعداد صرف چار ہزار رہ جاتی ہے) انتخاب کہیں اور باقی کو جعلی سمجھ کر مسترد کر دیا۔

تو یہ ہے حقیقت ان آیات کو لیکر صحیفہ کی جن کی بنا پر ہم نے بائبل کے چھیا سٹھ صحائف کی تکرید تکرید پر اس قدر مقالے لکھے کہ لائبریریاں بھر گئیں۔ جب یہ کتابیں یہود و نصاریٰ کے پاس پہنچیں، تو انہوں نے قرآن کی تکرید پر ہزاروں

کتا ہیں لکھیں، حضور علیہ السلام پر بے شمار حملے کیے، ہماری تہذیب کا بے پناہ مذاق اڑایا، ہمیں وحشی، خونخوار، ظالم اور چودر ثابت کرنے کے لیے ظلم کا سامانہ صرف کر دیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی، بلکہ دنیا جبر میں ہماری سیاسی، اقتصادی اور معاشی تباہی کے منصوبے باندھے۔ ہمیں اپنے گھروں سے اٹھا کر باہر پیٹیک دیا، ہمارے ممالک چھین لیے، ہمیں ظلم سے محروم کر دیا اور اقتصادی طور پر وہ رگڑے دیئے کہ ہم گسیارے، لکڑے اور پنہارے بن کر رہ گئے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم قرآن کی عظیم سیاست کو سمجھو۔ اقوام عالم سے دوبارہ تعلقات استوار کرو، اللہ کے جلیل المرتبت انبیاء اور مطہر و متقدّم صحابہ پر ایمان لاؤ۔ کھلی کوتاہیوں کی معافی مانگو۔ محقّق و تردید کی گھٹی سیاست پر مبنی حرب بیجو اور پورے قوت پورے ایمان اور دنیا کو لہذا دیتے والے یقین کے ساتھ اعلان کرو کہ تمام عالم کا مذہب ایک ہے۔ سب کے انبیاء صحائف برحق، انسانی گمراہی کی عظمت برحق اور سب کا منتہا کے مقصود یعنی انسانیت کبریٰ برحق۔

عرب کے سوز میں ساز مجھ ہے
 حرم کا راز تو حیدر اُمم ہے
 میہی وحدت سے ہیں انکا بانساں
 کہ پھر اولاد آدم ہے حرم ہے

(اقبال بزرگم)

اباطیل عیسائیت

جس طرح اسلام میں بے شمار اباطیل و خرافات داخل ہو چکے ہیں۔ مثلاً قبر پرستی، مغفرت گناہ کے افسانے۔ اور او و وظائف کا بے تماشہ اجر۔ جعلی احادیث کا مدار ایمان و عمل بن جانا۔ فقہی فتاویٰ کا مذاہب کی صورت اختیار کر لینا۔ شریعت کی جگہ طریقت کا آجانا۔ رہبانیت، جہاد اکبر، وحدت الوجود اور انکارِ محم کا ہماری زندگی پہ چھا جانا اور امت مسلمہ کو مروجہ و مغفوروہ بخشی بنشانی (فرض کر لینا وغیرہ) وغیرہ۔ اسی طرح عام عیسائیوں میں بھی کچھ ایسے عقائد راہ پا چکے ہیں جن کی تعلیم بہ حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی اور منہ پہلے انبیاء عظام نے مثلاً

عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح تمام امت کے گناہ کے ساتھ لے گئے ہیں۔ اس لیے کسی عیسائی کا گناہ گناہ نہیں رہا۔ اور کہ نجات کے لیے نیک اعمال ضروری نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح پر صرف ایمان کافی ہے۔ عوام اسلام کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ

مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
دَخَلَ الْجَنَّةَ (صحیح بخاری)

جس شخص نے منہ سے لا الہ کہہ دیا۔
بس سیدھا جنت میں جا پہنچا)

یہ حدیث صحیح ستھ میں اتنی مرتبہ دہرائی گئی ہے اور گذشتہ تیس سو برس میں ہمارے واعظین نے اسے اس قدر تشبیہ و تمثیل سے آج فاسق سے فاسق مسلمہ میں اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیوں نے یہ عقیدہ کہاں سے لیا۔ جہاں تک عبید عتیق

کی ۲۹ کتابوں کا تعلق ہے۔ ان میں ایک لفظ تک اس موضوع پر موجود نہیں۔
باقی رہی انجیل۔ تو اس میں از اول تا آخر نیک بننے اور ہدی سے بچنے کی تعلیم
دی گئی ہے۔

۵۔ نہ ہر ایک جو بچے خداوند خدا کہتا ہے۔ آسمان کی بادشاہت میں
شامل ہوگا۔ مگر وہی جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے۔ مرنے پر چلتا
ہے..... پس جو کوئی میری باتیں سنتا اور انہیں عمل میں لگاتا ہے۔
میں اسے اس عقل مند آدمی کی مانند ٹھہراتا ہوں۔ جس نے چٹان پر
اپنا گھر بنا یا ہوگا۔ (متی ۲۴: ۲۲)

۶۔ انہی آدم اپنے باپ کے جوں میں فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ تب
ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ (متی ۱۶)

حضرت مسیح نے پہاڑی وعظ میں راستبازوں، صلح کرنے والوں، سہانی کو مخاطب
دیکھ اٹھانے والوں کو مبارک باد دی۔ قتل، زنا، جھوٹی قسم، بہتان تراشی،
عدالت دہیرو سے رکھا۔ اور خیرات، صدقات، عبادت روزے۔ علم،
صبر وغیرہ کی پُر زندہ تلقین کی۔ اگر نجات کے لیے صرف ایمان یا مسیح کافی ہوتا،
تو حضرت مسیح کی انجیل میں صرف ایک حکم دیا ہوتا کہ مسیح پر ایمان لادو اور تم
نجات پا جاؤ گے اور مسیح بھی زندگی بھر صرف یہی فقرا دہراتے رہتے۔ یہی مسیح
نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے پہلے انجیل کی طرح قوم کو بدکاری کے نتائج سے
ڈرایا۔ اور نیکی کے عوض آسمانی بادشاہت کی بشارت دی۔ مسیح علیہ السلام
کے عمل اور ان کی مقدس تعلیم سے صاف عیاں ہے کہ ان کی آمد کا مقصد اپنی
کتاب پر عمل کرانا تھا۔ نہ صرف ایمان کو مدارِ نجات ٹھہرانا۔

مسیح سے پہلے یہود کی طرف ہزاروں انبیاء آپکے تھے جو سب کے سب
 شر سے روکتے اور غیر کی تبلیغ کرتے تھے۔ اللہ کی عادت بھی مہربانی میں
 پہنچا رہی کہ وہ ہدایت کا رستہ اور نیکو کاروں کو ہاند کرتا رہا۔ پھر ہم یہ کیسے باور
 کر لیں کہ حضرت مسیح کی آمد پر اللہ نے اپنی قدیم عادت ترک کر دی تھی اور اس نے
 ایمان بلا عمل پر جنت و سلطنت کے انعامات دینا شروع کر دیئے تھے۔ اگر اللہ
 فی الواقعہ اعمال کو نہیں دیکھتا اور صرف ایمان و عقیدت کی بنا پر فیصلے کیا کرتا ہے
 تو پھر اسے مسیح کے ماننے والوں میں میری ایک بات مانو۔ کہ تم اپنی زندگی سے اعمال
 صالحہ کو ایک قلم خارج کر دو۔ تم اپنی درس گاہیں۔ دانش گاہیں۔ تجربہ گاہیں اور
 مشاہدہ گاہیں بند کر دو۔ تم طلب علم اور تلاش حقائق سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ تم
 زندگی کے ہر شعبے سے صداقت۔ دیانت اور راستبازی کو باہر نکال دو۔ تم
 حرام کھاؤ۔ عدالتوں میں انصاف بچو۔ پیٹ بھر کر جھوٹ بولو۔ چوریاں کرو۔
 شراب پیو۔ زنا میں چوٹی تک ڈوب جاؤ۔ ایشیا۔ انڈیا۔ تنظیم۔ مرگ۔ دوستی
 اور حریت پسندی جیسے جذبات کو کھیل ڈالو اور پھر ظالی ایمان کے بل بوتے
 پر چند دن بھی زندہ رہ کر کھاؤ، تو میں جیوٹا اور تم چلے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ
 دنیا دار العمل ہے۔ یہاں صرف اعمال سے بیڑے پار ہوتے ہیں۔ اس بازار
 میں خلی عقاید کی مشابہت کم بہا کو قطعاً کوئی نہیں پوچھتا۔ تمہارا یہ موجودہ عروج تمہاری
 یہ ہیبت۔ قوت اور زندگی۔ تمہارا یہ کائنات گیر علم اور تمہاری یہ انقلاب آفرین
 دانش سب عمل اور صرف عمل کا نتیجہ ہیں مگر تم صرف چند دن کے لیے اعمال
 صالحہ کو چھوڑ دو تو تمہاری سلطنت کی دھجیاں خضابیں بکھر جائیں اور زمین کی پہنائیاں
 تم ہانگ ہو جائیں۔

اسے پادریوں کا

تم نے سارے جہاں میں عیسیٰ مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ تم اس کیلئے ہر کوڑوں ڈال رہے ہو۔ تم نے خدا کا سچا نام لیا ہے کہ تمہارا مقصد کیا ہے لوگوں کو انجیل کا حامل بنانا؟ صرف حضرت مسیح کی عظمت تسلیم کرنا، اگر پہلا مقصد ہے تو چشمِ ارشاد دلہا ماشاد۔ اگر دوسرا ہے، تو یہ مقصد نہایت بیکار اور بے نتیجہ ہے۔ حضرت مسیح نے انجیل پیش کی اور تم انجیل کو ایک طرف رکھ کر دوسرا مسیح کو پیش کر رہے ہو اور کہتے ہو کہ ایمان باسح سے سارے گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لائیسلی عقیدہ ہے۔ جس کی تعریف پر بائبل کے چھپا سبز مقدس دہاند اور مفسر صالفت بہ بائبل وہی شہادت دے رہے ہیں۔ جس طرح بعض علمائے اسلام نے بعض آیات کی غلط تفسیر و تحریف، پیش کر کے صرف ایمان کو ہمارے عقیدے بنا دیا۔ اسی طرح تم نے بھی کلام اللہ کو موڑ کر ایمان باسح، قرآنی اور کفارہ کا عقیدہ وضع کر لیا۔ تم وہ لوگ بگڑے غلط کار۔ غلط اندیش اور دنیا سنے انسانی کو گمراہ کرنے کے حیرت سے۔ اگر صرف ایمان کافی ہے اور نیک اعمالی ضروری نہیں تو تم۔ اسے پادریوں اللہ کے کسی چوراہے پر کسی قانون کی عصمت پر ڈاکہ ڈال کر دیکھو۔ تمہاری عدالت تمہارا یہ لغو عند نہیں بنے گی۔ کہ اسے عدالت صاحب اسمائے تمام گناہ تو حضرت مسیح علیہ السلام نے گئے ہیں۔ اس لیے میرا گناہ جو بظاہر گناہ نظر آتا ہے وہ اصل بھی ہے۔ یہی وہ غلط عقائد ہیں۔ جنہوں نے انسان کو انسان سے جدا کر رکھا ہے۔ وہ اللہ کے دین میں قرآن انجیل، تورات، گیت کی خالص تعلیمات کو جاری کر دیا جائے تو کہیں کوئی جھگڑا ہوا نہ رہے۔ تفریق و اختلاف کے فتنے مٹ جائیں۔ رنگ و نسل کے جھگڑے ختم ہو جائیں اور نسل انسانی کے لاکھوں گروہ سمٹ کر ایک

گمراہ بن جائیں۔

حقیقۃً تشبیہ میں چند لفظ نصیحتوں کی پیداوار ہے۔ ورنہ حضرت مسیح
تشیباً علیہ السلام صرف ایک خدا کے قائل تھے،

”یسوع نے اس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں میں اول یہ ہے
کہ اے اسرائیل میں وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خدا
ہے“ (مرقس ۱۲)

”یسوع نے اس سے کہا۔ تو مجھ کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں
گمراہ ایک ہی خدا“ (لوقا ۱۱)

یسوع عیسیٰ ایک ہی اللہ کی عبادت، آسمانی باپ کی مرضی اور اس کی بادشاہت
کی طرف بلا تار و پود۔ اسی لیے ایک لمحہ کے لیے اپنی عبادت کی تعلیم نہیں دی۔ اگر
یسوع نے خدا کو باپ کہا اور خدا نے اسے بیٹا کہا، تو اس کے یہ معنی قطعاً
نہیں کہ یسوع اللہ کا صلیبی بیٹا تھا۔ اس لیے کہ ہم انجیل میں یہ واقعہ درج ہے کہ حضرت
یسوع مریم صلیبیا اسلام کے بلوں سے پیدا ہوئے تھے اور مریم کنواری تھی۔ اگر خدا
ہو، تو حضرت مریم کو اللہ کی بیوی تصور کیا جائے۔ تو پھر وہ کنواری نہیں رہتی۔
اور قرآن و انجیل ہر دو کی صداقت پر حرف آتا ہے۔ جس طرح ہم اپنے شاگرد، جیسے
ہلے کے یا کسی چھوٹے بچے کو مانتا بیٹا کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت
یسوع کو ازراہ محبت اپنا بیٹا کہہ دیا تھا۔ اللہ کا مقصد اس قرب و محبت کا اظہار
تھا۔ جو خدا و یسوع میں موجود تھا کہ اپنی نسل چلانا اور یسوع کو صلیبی فرزند قرار دینا۔
اس میں شک نہیں کہ حضرت یسوع کی ولادت معجزانہ تھی۔ لیکن اس سے یہ
جاہلانہ نتیجہ اخذ کرنا کہ خود خدا مریم کا شوہر تھا۔ حماقت کی انتہا ہے۔ اللہ کے
اس شاہکار سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اس کی حکمت و دانش کا کوئی کراہ نہیں

وہ ظلمت سے نور، صحت سے زندگی، جگر سے ہالی، شہر سے آگ اور دوشیزہ سے مسیح پیدا کر سکتا ہے۔

يَوْمَ لَا يُخَلِّقُ فِي السَّمَاوَاتِ
يَوْمَ لَا يُخَلِّقُ السَّمَاوَاتِ فِي السَّمَاوَاتِ ط
رہ دن سے رات نکالتا ہے اور
رات سے دن)

ابن اللہ، خدا اور خداوند کے الفاظ صرف مسیح ہی کے لیے استعمال نہیں ہوئے۔ بلکہ پہلے، صغیاد انہیاد کہیں ان انقباب سے نرانا گیا تھا۔ خدا اور خداوند کے لغوی معنی ہیں آقا، سرور، رہنما اور مالک۔ چونکہ کائنات کا حقیقی مالک اور رب اللہ ہے۔ اس لیے ان الفاظ کی نسبت اللہ کی طرف حقیقی ہوگی اور انسانوں کی طرف مجازی۔

۱۱ میں نے تو کہا۔ کہ تم اللہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔

(زمزم ۱۱)

۱۲ پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ کہ دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے
خدا سا بنایا۔ اور تیرا مجاہدی فرعون تیرا پیغمبر ہو گا۔

(طوبہ ۱۲)

۱۳ اور تو اسے موسیٰ اس فرعون کے لیے خدا کی جگہ ہو گا۔

(غور ۱۳)

۱۴ خدا نے محمد کو سارے مصر کا خداوند کہا۔ رہ پیدائش ۱۴

۱۵ سارے ابراہیم کی فرما برداری کرتی اور اُسے خداوند کہتی تھی۔

(پطرس ۱۵)

۱۶ اس نے انہیں خدا کہا۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ (پروانہ ۱۶)

نو قوا کے نسب نامہ (باب ۳) میں حضرت آدم کو، پیدائش ۱۷ میں اپنا

آدم کو خروج جگہ میں اسرائیل کو، برمیاء پہا میں انراہیم کو، زبور پہا میں۔
 نافذ کو، ا۔ تواریخ جگہ میں سلیمان کو اور متی پہا میں بر شخص کو خدا کا بیٹا کہا گیا
 ہے۔ یہ قدیم مخالف کا انداز بیان تھا۔ جب وہی انداز بیان حضرت مسیح کے
 متعلق استعمال ہوا، تو عیسائی ظالموں نے مسیح کو خدا کا اصلی فرزند بنا دیا۔ اور ایک
 بہرہ و بہرہ یک، کا ایسا گور کہ دھندلا تیار کر لیا۔ جسے خدا و مسیح بھی نہ سمجھ سکے۔

دے تاویل شان دیرتلاخت

خدا و جبرئیل و انبیاء

آج کل عیسائی سو رکھتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کتاب
سور کا گوشت اقدس میں سور کے متعلق کیا حکم ہے؟

”اور سور کے کفر کے مدعے سمجھتے ہیں۔ اس کا پاؤں چھوا ہوتا
 ہے۔ پرفہ جگالی نہیں کرتا۔ وہ بھی تمہارے لیے ناپاک ہے تم ان
 کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ اور ان کی لاشوں کو مت چھوؤ کہ یہ
 تمہارے لیے ناپاک ہیں“

(احبار جلد ۱۱، امتنا ۱۴)

تعمد پر چڑھا دے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

”وہ جو ایک برہ ذبح کرتا ہے۔ اس کے برابر ہے۔ جس نے

ایک گتے کی گردن کاٹی ہے۔ جو کہ یہ چڑھا تا ہے۔ ایسا ہے جیسا کہ

نے سور کا بھوگھنا نا ہے۔“ (یسعیاہ ۶۶)

”جو سور کا گوشت اور مکروہ چیزیں اور چھ باکھاتے ہیں۔ وہ سب

کے سب فنا ہو جائیں گے“ (یسعیاہ ۶۶)

یہ تو تھا کتاب مقدسہ کا فیصلہ، ہاتی۔ با عیسائیوں کا عمل، تو اس میں

کتاب کا کوئی تصور نہیں۔ اگر کوئی مسلمان انبیوں کا تا اور خُدا کی عبادت ہے۔ تو اس کے عمل سے قرآن پہ کوئی حرف نہیں آسکتا۔

شہرِ ارباب: ”تم نے یا کوئی چیز جو نشہ دینے والی ہو نہ پھینکو۔ نہ تو، نہ تیرے بیٹے! ایسا نہ ہو کہ تم مُر جاؤ اور لڑکھو جاؤ، اور یہ تمہارے لیے تمہارے قرضوں میں ہمیشہ تک قانون ہے“

(احبار ۲۳)

جب نے لال اول ہوا اور اس کا عکس جام پر پڑے اور جب وہ سانپ کی مانند کاشمی اور بچھو کی مانند ڈبک مارتی ہے:

(اشمال ۲۴-۳۴)

”کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے واسطے نہ ہونگے۔

نہ حرام کار خدا کی بادشاہت کے واسطے ہوں گے۔ نہ بیت پرست

نہ زنا کار، نہ عیاش، نہ لونڈے سے باز، نہ چور، نہ لالچی، نہ شرابی،

نہ گالیاں بکنے والے، نہ ظالم“ (۱- کرشمیون ۲۳)

حضرت مسیح شہزاد ہونے کے ساتھ ایک دسترخوان پہ کھانا کھانا بھی بُرا لگتے

تھے۔ (مسی ۲۳-۲۴)

ان احکام کے سہتے سہتے بھی اگر کوئی شراب پیتا ہے۔ تو مذہب کا کیا نشانہ۔

سود: ”اگر تمہارا بھائی محتاج اور تیری دست ہو جائے، تو تم اس کی دست

گیری کرو..... اس سے سود اور نفع مسف ہو“

(احبار ۲۵-۳۶)

”تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مسف دیکو۔ نہ نقد کے سود پر نہ

نقد کے سود پر؟“ (استثنا ۲۳)

نیز ملاحظہ ہو زبور ۱۵۱، اشمال ۲۹، عزتی ایل ۱۱، یرمیاہ ۱۵۔

کثرت ازدواج: یہ خیال غلط ہے۔ کہ عیسائیوں کو بیک وقت ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں۔ کتب مقدسہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کثرت ازدواج کی اجازت دی گئی ہے، بلکہ بعض مقامات پر اسے باعث برکت کہا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ہاں بیک وقت دو بیویاں تھیں۔ بی بی تطوہ اور بی بی حاجرہ۔ ان سے پہلے بی بی سائرہ فوت ہو چکی تھیں۔ حضرت یعقوبؑ کی چار بیویاں تھیں۔ دائد کی سو، دیکمہ پیدائش ۲-۱۰۔ ۲۵-۲۶۔ احبار ۱۹، استثنائے ۲۱، قاضیوں ۱۰-۱۱۔ سمویل ۱-۱۱۔ ۲۵-۲۶۔ ۲- سمویل ۵، ۱۱، ۱۲، ۱۵ وغیرہ۔

حضرت مسیح نے انبیاء کے اس عمل اور تورات کے احکام کو منسوخ نہیں

کیا :

تنزیل قرآن کا فلسفہ

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب پہلے صحائف اصل صورت میں موجود تھے تو پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی۔ اس سوال کے چار جواب ہیں:

۱۔ اول ان کے اصلی تواریخ کے ہوتے ہوئے پُروری اکتسہ کتابیں اور اُتریں اور آپ کو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ تو قرآن کو بھی برداشت کیجئے۔

دوم جب کسی کتاب کو اترے ہوئے کچھ زمانہ گزرتا ہے، تو اہل غرض الہام کے مطالب بدل دیتے ہیں۔ یدانت، تطول، تثلیف، تکرر پرستی جیسے اصول و ارکان گھٹ لیتے ہیں۔ ان مذاہب تراشوں اور سلیم الطبع منکرین میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اختلاف بغض و عناد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ امن و رخصت ہو جاتا ہے۔ زمین مفسد سے بھر جاتی ہے۔ اور ساری خدائی بنے چین ہو جاتی ہے۔ ہر نیا پیغمبر اعلیٰ اختلافات کو مٹانے اور ان نقین و حاکمی مجروروں کے متعلق خدائی فیصلہ سنانے آتا ہے۔

آغاز میں نسل انسانی ایک امت تھی۔ جب الہام کا سلسلہ شروع ہوا اور لوگوں کو ملانے پرست اغراض کے لیے الہام کے مطالب بدلتے ہوئے گئے تو اختلاف پیدا ہو گیا۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
 اللہ کے دین کا آغاز ایک تھا، یعنی حُک جانا اور اسلام، اس دین کو دینا

کے بعد اہل کتاب نے پست اطراض و بغض کے لیے اختلاف پیدا کر دیا، اس اختلاف کو مٹانے کے لیے انبیاء آتے رہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۗ رَاٰ اٰلَاٰمِیْنَ نَسِلِ اِنْسَانِیْۙ اٰیٰتِیْۙ اِتَتْ
 قَبَعْتُ اللّٰهَ: النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ
 وَ مُنذِرِیْنَ ۗ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ
 بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْهَا
 اٰخْتَلَفُوْا فِیْهِ (النجمہ)

اور اسی مقصد کے لیے قرآن میں نازل کیا گیا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی
 بَنِیْۤ اِسْرٰٓءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ
 هُمْ فِیْهِ یُخْتَلِفُوْنَ ۗ (النمل)

سووم ان نزول قرآن کی تیسری وجہ عربوں کی ایک زبردست خواہش کا احترام تھا۔ وہ عموماً کہا کرتے تھے کہ تورات و انجیل انہی زبانوں میں ہیں، جنہیں ہم سمجھ نہیں سکتے۔ کاش کہ ہم پر بھی کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم اہل کتاب سے زیادہ نیک بن کر دکھاتے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مِنْهَا ۗ
 فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوا لَعَلَّكُمْ
 تُرْحَمُوْنَ ۗ اَنْ تَقُوْا لَوْلَا اِنَّمَا
 اَنْزَلْنَا الْكِتٰبَ عَلٰی قَلْبِیْۙ
 مِنْ قَبْلِیْۙ وَاِنْ كُنَّا مِنْ
 دَرَسِیْنٰهُمْ لَفَا فٰلِیۙتٌ ۗ

یہ متمدن کتاب ہم نے نازل کی ہے
 سو اسے مانو اور ڈرو۔ تاکہ تم پر رحم
 کیا جائے۔ اب تمہارے لیے یہ
 کہنے کی گنجائش نہیں رہی کہ ایک کتاب
 یہود و نصاریٰ پہ نازل ہوئی تھی لیکن
 ہم اس کی زبان و عبرانی سے

اَوْ لَقَوْا لَوْ اَنْزَلْنَا اَنْزِلًا عَلَيْنَا
 الْكِتَابَ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ
 فَقَدْ جَاءَكُمْ كِتَابٌ مُّبِينٌ
 مِمَّا يَكْتُمُوهُ هٰٓؤُلَاءِ وَمِنْهُمْ
 (العام)

نا آشنا تھے۔ اور نہ یہ کہنے کی کہ
 اسے کاش۔ اگر ہم پر بھی کوئی کتاب
 نازل ہوتی۔ تو ہم اہل کتاب سے
 زیادہ نیک ہی کر دکھاتے۔ لو یہ ہے
 ایک روشن کتاب۔ ہدایت اور

رحمت جو ہم تمہیں دے رہے ہیں۔)

دیکھا آپ نے کہ اللہ نے تنزیل قرآن کی وجہ یہ نہیں بتائی کہ پہلے صحائف
 معروف ہو چکے تھے۔ بلکہ یہ کہ عرب انہیں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ بائبل کے غیر
 معروف ہونے پر اس سے زیادہ واضح اعلان اور کیا ہو سکتا ہے۔

چہاں ہم؟ پہلے صحائف ایسی زبانوں میں تھے۔ جنہیں مرے ہوئے صدیاں گذر چکی
 تھیں۔ عہد عتیق کے انتالیس صحائف عبرانی میں تھے۔ عہد جدید کے قدیم یونانی میں۔
 وید و گیتا کی زبان سنسکرت تھی۔ صحائف بدھ کی ماگھی اور زرتشت کی اوستا۔
 یہ تمام زبانیں مر چکی ہیں۔ اور ان کتابوں کے متون کو سمجھنے والے خال خال باقی ہیں۔
 دوسری طرف قرآن ایک ایسی زبان میں نازل ہوا ہے۔ جس کا دائرہ سرحد وسیع
 سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ تنزیل قرآن کے وقت عربی صرف جزیرہ نمائے
 عرب کی زبان تھی۔ اس کے بعد شام کے وسطی علاقوں سے گزر کر ایشیا کے صغیر
 کے جنوبی حصوں تک پھیل گئی۔ مشرق میں عراق عجم کو لپیٹ میں لے لیا۔
 اور مغرب میں مصر، لیبیا، تونس، الجزائر اور مراکش پر چھا گئی۔ ایران،
 افغانستان اور پاکستان ہندوستان، بخارا، چین، ملایا، جزائر شرق الہند
 اور یوزب میں عربی زبان کو سمجھنے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اللہ
 نے عربی زبان میں ایک کتاب نازل فرما کر جہاں وسطی ایشیا کو ضابطہ

حیاض سے نوازا۔ وہی چند اور فوائد بھی متفق ٹھہرے۔

اول : ہائیل کے صحائف کی تصدیق کر کے قرآن کو ان کا محافظ و ہمیں

بنادیا۔

دوم : چونکہ پہلے صحائف کو سمجھنے والے دنیا میں بہت کم تھے اور خطرہ تھا کہ کوئی مذہبی رہنما کسی غلط تعبیر یا تفسیر سے انسانوں کے کسی گروہ کو گمراہ نہ کر ڈالے۔ اس لیے اللہ نے ہائیل کو قرآن کی صورت میں دوبارہ نازل کر دیا تاکہ تحریف کا خطرہ کم ہو جائے۔ عربی زبان کو بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد اس وقت گیارہ کروڑ سے کم نہیں تھی۔ کسی کی کیا مجال کہ کسی لفظ کی غلط تعبیر کرے یا کوئی گمراہ کن تفسیر پیش کر دے۔ دوسری طرف اگر ایک پنڈت یہ کہہ دے کہ وید میں گیدڑ حلال دکھائے ہو اسے تو اس کی تردید کون کرے گا۔ لیکن اگر کوئی مولوی یہ کہہ دے کہ قرآن بہت پر سننا کا قائل ہے تو گیارہ کروڑ انسان اس کی تردید کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن کوئی نئی شریعت نہیں۔ بلکہ پہلی شریعت کا اعادہ ہے۔ اللہ نے طبقاتِ انسانی پر کتنا بڑا کرم کیا کہ ان کی شریعتوں کو ایک زندہ و پائندہ زبان میں محفوظ کر دیا۔ حقیقتاً حضور علیہ السلام کا نجات کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔

صحائفِ اولیٰ کی تعلیم

نورات ! حضرت مومنیٰ کو جو دس احکام کوہ طور پہلے سے نہ مختصراً یہ ہیں۔

- ۱۔ شرک نہ کرو۔
- ۲۔ بتوں کو مسک نہ ہو۔
- ۳۔ خدا کا نام بے نامہ مت لو۔
- ۴۔ والدین کی عزت کرو۔
- ۵۔ خون مت کرو۔
- ۶۔ زنا مت کرو۔
- ۷۔ چوری مت کرو۔
- ۸۔ جھوٹی گواہی مت دو۔
- ۹۔ سبقت کا احترام کرو۔
- ۱۰۔ ہمسایہ کو ڈک نہ دو۔

مزید احکام یہ ہیں:

- ۱۱۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلا نا اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔
- ۱۲۔ محتاج کو قرض دو۔ لیکن اُس سے سود مت لو۔

۱۳۔ ہدی میں تعافک نہ کرو۔

۱۴۔ ہدیے سے لو کہ اس سے دانا اٹھا ہوا جاتا ہے اور سچا سچائی کو چھوڑ دینا ہے۔

۱۵۔ تو چھ برس اپنی زمین کا غلہ کھا۔ اور ساتویں برس مسکینوں کے لیے چھوڑ دے۔

۱۶۔ شراب ناپاک کر دیتی ہے۔ اسے مت پیو۔

۱۷۔ میں قدوس ہوں، تم مقدس بنو۔

۱۸۔ اگر تم میری شریعتوں پہ چلو گے تو میں تمہاری کھیتوں پر بارش برساؤں گا

تمہارے درخت بہت پھل دیں گے۔ تم آرام سے اپنے ملک میں

بیٹھے اور تمہاری زمین پر تلوار نہیں چلے گی۔ (احبار۔ ملخص)

زبور کی تعلیم :- ۱۔ خدا خوفی اور دغا باز سے نفرت کرتا ہے۔

۲۔ خدا جھوٹوں اور بغض رکھنے والوں کو ناپود کر دے گا۔

۳۔ خدا چا پلوسی کے ہونٹ کاٹ دیتا ہے۔

۴۔ خداوند کی عدالتیں سچی اور اس کی تمام راہیں سیدھی ہیں۔

۵۔ خداوند کی تمام راہیں رحمت اور صداقت ہیں۔

۶۔ صادق کی مقوی دولت شہریر کے زیادہ مال سے اچھی ہے۔

۷۔ جس شخص کی زبان تیزاً سترے کی طرح جھوٹ بولتی اور بہتان تراشتی

ہے۔ خدا اس کے خیمے اکھاڑ پھینکے گا۔ (زبور ملخص)

۱۔ خداوند سات چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اونچی آنکھ

سلیمان کے مواظظ؛ جھوٹی زبان۔ قتل۔ سازش۔ جھوٹی شہادت۔ بھائی

سے طرائی اور اقدام بد۔

- ۲۔ والدین کی عزت کر۔
 - ۳۔ خدا چہر اور نانی کو تباہ کر دیتا ہے۔
 - ۴۔ جو شخص رشوت لے کر انصاف پہنچتا ہے وہ اللہ کا غضب خریدتا ہے۔
 - ۵۔ شراب مسخو بنا دیتی ہے۔
 - ۶۔ دو قسم کے توہوں سے خدا کو نفرت ہے۔
 - ۷۔ اگر تیرا دشمن بھی سبھو کا اور پیسا سہو، تو اسے روٹی اور پانی دے۔
 - ۸۔ غضب بے رحمی ہے اور قہر ایک سیلاب۔ لیکن غیرت کے مقابلہ میں فتنہ کر۔
 - ۹۔ جس شخص کو اپنے نفس پر ضبط حاصل نہیں۔ وہ اس شہر کی مانند ہے جس کی دیواریں گر گئی ہوں۔
 - ۱۰۔ اگر سہا آدمی غیبی آدمی سے ڈرے تو وہ اس پشے کی طرح ہے جس کا پانی گد لاہر جائے۔ (امثال۔ مخلص)
- یسعیاہ کے احکام** ۱۔
- ۱۔ میرے سامنے جھٹی قربانیاں مت لاؤ۔ مجھے دمنی لوہان اور عہدوں سے نفرت ہے۔
 - ۲۔ اپنے آپ کو پاک کرو۔ بھائی چھوڑو۔ نیک کام کرو۔ اور انصاف پہ چلو۔
 - ۳۔ مسکینوں اور مظلوموں کی مدد کرو۔
 - ۴۔ انسانوں سے محبت کرو۔
 - ۵۔ رب الاطراف فرماتا ہے کہ میں راشیوں اور ظالموں کو مشاڈوں گا۔
 - ۶۔ ساحروں، منتریں اور مڑوں کی تنظیم چھوڑو۔ (یسعیاہ۔ مخلص)
- یرمیاہ کے احکام** ۱۔
- ۱۔ انصاف کرو۔
 - ۲۔ بیوہ۔ یتیم اور مسافر کو ڈک نہ دو۔
 - ۳۔ قتل بد کرو۔

۴۔ اللہ کے بغیر کسی اور کی پرستش مت کرو۔

۵۔ چوری، زنا اور جھوٹی قسم سے بچو

۶۔ خداوند فرماتا ہے کہ میں بدکاروں کی فریادیں نہیں سنوں گا۔ ابہیں قحط و باسے ہلاک کر رہا گا۔ اور بدکار گاؤں ڈم ڈامھی فالوں کو سزاؤں گا۔

(یرمیاہ - ملخص)

سپا انسان کہ ہے ۲۔

حزقی ایل کے احکام:

۱۔ جس کے کام صلہ و انصاف کے مطابق ہوں۔

۲۔ جس نے نبی اسرائیل کے بتوں کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا ہو۔

۳۔ جس نے ہمسایہ کی بیوی کو ناپاک نہ کیا ہو۔

۴۔ جس نے قرضدار کا گروہ واپس کر دیا ہو۔

۵۔ جس نے ٹھوکوں کو روٹی کھلائی اور ننگوں کو کپڑا دیا ہو۔

۶۔ جس نے سود نہ کھایا اور بدی سے ہاتھ کیسچا ہو۔

۷۔ اور جو سدا میری راہوں پہ چلتا رہا ہو۔

باب ۱۸۔ آیات ۵۔ ۱۰

۱۔ شراب ناپاک کرتی ہے۔

۲۔ بدکاری موجب ذلت بنتی ہے۔

۳۔ نکوکاری سے منہ سفید ہوتے ہیں (رد اینال - ملخص)

خداوند فرماتا ہے کہ میں اودھم کو اُس کے گناہوں کے

عموس کے احکام اسبب مشادوں گا کہ اُس نے تلوار سے مہائی کو مارا کسی

پدرم نہ کھایا۔ غصے کی وجہ سے لوگوں کو پھاڑتا تھا اور دل میں کینہ رکھتا تھا۔ میں

تیمان پر آگ جیبوں گا جو بصرہ کے حملوں کو کھائینگا۔ (عموس کی کتاب - ملخص)

میکاہ کے احکام؛ ۱۔ ہلکتے ہو ان پر جو بُرائی کے منصوبے باندھتے

ہیں۔ جو اپنے بستوں پر شرارت کی تدبیریں سوچتے ہیں۔
۲۔ جو کینتوں کا لالچ کرتے اور انہیں ظلم سے چین لیتے ہیں۔

۳۔ اے بنی اسرائیل کے قاضیو! کیا تمہارے لیے انصاف کرنا جائز نہیں۔ تم نیکی کے دشمن اور بدی کے دوست ہو۔ تم لوگوں کی کھال کینتے اور ان کی بڑیوں کا گوشت فوجتے ہو۔ یاد رکھو کہ جب تم مجھے پکارو گے تو میں تمہاری آواز نہیں سنوں گا۔ (میکاہ۔ ملخص)

حضرت مسیح کی تعلیم؛ ۱۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے غمگین ہیں کہ وہ تسلی پائیں گے۔

۲۔ مبارک ہیں وہ جو عظیم ہیں کہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔

۳۔ مبارک ہیں وہ جو سچائی کے سہو کے اور پیاسے ہیں کہ وہ آسودہ ہوں گے۔

۴۔ مبارک ہیں وہ جو تم دل میں کہ ان پر رحم کیا جائے گا۔

۵۔ مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔

۶۔ مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔

۷۔ مبارک ہیں وہ جو سچائی کے سبب ستائے گئے کہ آسمان کی بادشاہت

انہی کے لیے ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا پہاڑی وعظ حکمت و دانش کا ایک شاہکار اور

نباتِ انسانی کا لازماً ہے۔ مجھے متعدد انبیاء کے سماعِ پڑھنے کا اتفاق ہوا

لیکن میں رہنما ایسے میں جن سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اور وہ میں،

محمدؐ۔ عیسیٰ اور رام علیہم السلام۔ محمد علیہ السلام کی وہ شبانہ روزگن و نماز

وہ نباتِ انسانی کے لیے اضطراب۔ وہ ایشیا۔ وہ زہر۔ وہ بے نفسی

دو انکسار وہ گناہ و شیطنت کے خلاف جہاد۔ انسان سوچتا ہے ، تو حیرت میں کھو جاتا ہے۔ کہ ایک ایسا شخص جو تریسٹھ برس تک دنیا میں جیا اور ایک گھرنک نہ بنا سکا۔ جس کے چولہے میں ناداری کی وجہ سے کئی کئی مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔ جس کے پاس زندگی بھر کھد کا صرف ایک جوڑا رہا۔ جو کئی کئی دن پیٹ پر پتھر باندھ کر پھرتا تھا۔ اور جس کے گھر سے اس کی رحلت کے بعد ایک کھوٹا پیسہ تک نہ نکلا۔ وہ آخر یہ سارے ذرا کس مقصد کے لیے اٹھاتا رہا۔ اس سوال کا جواب صرف ایک ہے کہ وہ یہ سب کچھ گھلا آدم کو تباہی سے بچانے کے لیے کرتا رہا۔ یہی حال حضرت مسیح کا تھا۔ اونٹ کے بالوں کا چند سپن کر وہ گلیل اور یروشلم کی کلیوں ، اداویوں ، جھیلوں ، دریاؤں اور پہاڑوں میں گھومتے رہے۔ پھر پھر کر اللہ کا پیغام سناتے رہے اور ایک ہی بات مختلف عبارتوں اور تمثیلوں میں پیش کرتے رہے۔ حضرت مسیح کو متعدد معجزات دینے لگے تھے۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا ، مٹی کی چیزوں میں جان ڈال دینا۔ مہد میں باتیں کرنا وغیرہ۔ لیکن آپ کا سب سے بڑا معجزہ آپ کا پیغام تھا۔ جو اپنی سادگی ، خلوص ، امثال اور شاعرانہ تمثیل کی وجہ سے دل میں گھر بنا لیتا ہے۔

حضرت رام چندر کا کمال آپ کا بلند کردار ہے۔ اتنا بلند کہ ہمارے اس کے سامنے پست نظر آئے۔ اتنا روشن کہ چاند دیکھ لے تو شرمائے اور اتنا پتھر کہ گنگا پہ جائے ، تو لہریں سہدے میں گر جائیں۔ رام کے ایشوار محبت ، وفا ، اطاعت اور عظیم انسانیت کا صحیح اندازہ لگانا سہو تو رامائن کو دیکھئے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ باقی انبیاء سے میں متاثر نہیں ہوا۔ یقیناً ہوا ہوں لیکن
 یہ میرا بزرگ اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ انہیں نہایت بلند درجے کے
 سوانح نگار مل گئے۔ ان سوانح نویسوں نے ان کی تعلیم و سیرت کو اس ماہر
 رنگ میں پیش کیا ہے کہ بات قلم کی زبان سے نکل کر سیدھی دل میں جا بیٹھتی ہے۔

ہندوستانی انبیاء و صحائف

ہندوستان کے مشہور پیغمبر تین ہیں۔ حضرت رام چندر۔ حضرت کرشن اور حضرت بھگت علیہم السلام۔ رام چندر کے حالات زندگی بالیک نے رامائن میں منضبط کئے ہیں۔ اس کتاب سے اُن کی بلند سیرت کے ہر گوشے پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ایک کامیاب اور مقدس زندگی کے ترکیبی عناصر کیا ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کی تعلیمات کا کوئی ملحدہ مجموعہ دنیا میں موجود نہیں۔ اس لیے ہم اُن کی تعلیمات پر بحث کرنے کے قابل نہیں۔ البتہ ہم بیرواں قرآن و انجیل سے اتنی اتنا ضرور کریں گے کہ وہ اس محترم و مکرم ہستی کے خرد افروز اور ایمان افزا ساطع حیات بالیک یا تمسی واس کی رامائن میں ضرور مطالعہ فرمائیں۔ کہ دیانت، صداقت، ایثار و وسیع النظری اطاعت والدین۔ صبر، علم، وفا، محبت اور راستنہازی کا جو معیار اس مرد کمال کے قائم کیا ہے۔ وہ انبیاء کے بغیر کہیں اور نہیں مل سکتا۔ اور ساتھ ہی چھتیس کوڑھ ہندوؤں سے کہیں گے کہ اگر تم حضرت رام چندر جی کی کوئی خوبی بھی اپنے اندر پیدا کر لو تو سز میں مہارت امن و سلام کا حرم بن جائے اور چار کروڑ مسلمان، جو تمہاری دست درازی کوٹ مارا اور قتل و فحاشی سے بھاگ بھاگ کر پاکستان میں پناہ لے رہے ہیں۔ محفوظ و مطمئن ہو جائیں۔

ایک مرتبہ جہا تہا گاندھی نے اعلان فرمایا تھا کہ ہندوستان میں رام راج قائم کیا جائے گا۔ اس پر کوتاہ نظر مسلمان بھڑک اُٹھے تھے۔ لیکن میں بہت خوش

ہوا تھا اور اس وقت سے آج تک مسلسل دعا کر رہے ہیں کہ اسے خدا ہندت
 نہرو اور اس کے رفقا کو بھارت میں رام چند جی کا اولاد نظام قائم
 کرنے کی ہمت دے۔ تاکہ یہ ملک امن و سکون کی ایک جنت ہی جائے
 ہر طرف محبت کے چٹھے بہت نکلیں۔ اور انسان انسان کا خون پینا ترک
 کھائے۔ لیکن وہاں بڑی مشکل یہ ہے کہ ملکہی کتابیں سنسکرت میں ہیں جنہیں
 صرف چند برہمن سمجھ سکتے ہیں۔ اور برہمن کی تربیت ایک ایسے عناد پرور
 انسانیت کش، تعصب زدہ اور تاریک ماحول میں ہوتی ہے کہ وہ سنگ پتلا
 چھوٹ چھات اور نفرت کے بغیر کچھ اور جانتا ہی نہیں۔ اسی کو وہ مذہب
 سمجھتا ہے اور ساری زندگی اسی کی تبلیغ میں گزار دیتا ہے۔ ضرورت ہے کہ
 حکومت ہند مذہبیات کا ایک ایسا ادارہ قائم کرے۔ جو وہ اگیتا اور حضرت
 رام چند جی کی بلند زندگی کو سامنے رکھ کر مذہب کو اس کی اصل شکل میں دنیا
 کے سامنے پیش کرے اور یہ فرض روشن خیال مفکرین کے سپرد ہو۔ اس لیے
 کہ تنگ نظر، کج داغ اور آدم زندہ ہندت سے کسی بہتر اور قابل قبول چیز
 کی امید ہی نہیں ہو سکتی۔

کرشن
 ہندوستان میں دو خاندان بہت مشہور ہو گئے ہیں۔ سورج بنسی
 اور چندر بنسی۔ حضرت کرشن والد کی طرف سے سورج بنسی اور والدہ
 کی طرف سے چندر بنسی تھے۔ گویا نسل آپ چندے آفتاب و چندے ماہتاب
 تھے۔ آپ کی ولادت سے کئی سو برس پہلے متھرا میں چند بنسی خاندان
 کا ایک ماجہ مدھونامی حکمران تھا۔ اُس نے اپنی لڑکی ایک شہزادہ ہرلیسو
 کو دی۔ مدھو کی وفات کے بعد ہی شہزادہ تخت و تاج کا مالک بن گیا اور اسی
 نے دہلی سے اسی محلہ قدر دہائے جنانے کے کنارے ایک شہر

کی پشت سے کئی سو برس بعد داس دیو پیدا ہوا۔ جو حضرت کرشن کا والد تھا داس دیو کی شادی راجہ کنس کی بہن دیو کی سے ہوئی۔ کنس ایک خاص صنف راجہ تھا۔ جس نے داس دیو کے آبائی تکت پر زبردستی قبضہ ہمارا کیا تھا۔ اسے جو تیشوں نے خبر دی کہ داس دیو کا ایک لڑکا تمہیں تاج و تخت سے محروم کر دے گا۔ چنانچہ اُس نے داس دیو کے گھر پہ پہرے بٹھا دیئے۔ اور جو نہیں لڑکی لڑکا پیدا ہوتا۔ اُسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس طرح سات بچے کنس کے ظلم کا شکار ہو گئے۔ جب آٹھواں بچہ پیدا ہوا تو داس دیو اُسے راتوں رات دُود بھنا کے کنارے ایک کُٹیا میں لے گیا۔ جہاں ایک نیک بخت خاتون جسو دھا کے ہاں اُسی رات ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ بچوں کا تبادلہ ہو گیا۔ جسو دھا کی پتی تو صبح کے وقت غوٹی کنس کے انتقام کا شکار ہو گئی۔ اور کرشن اُس بن میں پلتا رہا۔ جب بڑا ہوا تو انڈ لے اُسے نبوت و حکمت کے انعامات سے نوازا اور حکم دیا کہ جاؤ کراہتی ہوئی انسانیت کو بوس پرست ظالم اور عیاش حکمرانوں سے نہایت دلاؤ۔ چنانچہ آپ نے چار مایاؤں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کرناٹک کا راجہ بان۔ بنارس کا راجہ پونڈر۔ آسام کا راجہ کرک اور متھرا کا راجہ کنس۔ مہاراجت کی مشہور جنگ کبھی نہ لڑی جاتی۔ اگر حضرت کرشن علیہ السلام بار بار ارجمین کو نہ کہتے کہ ظالم اور بدکار کو مٹا دینا ہمارا فرض ہے۔ اور اگر یہ جنگ نہ ہوتی، تو دنیا ایک عظیم پینام سے محروم ہو جاتی جو اسی جنگ کے دوران میں نازل ہوا تھا۔ اور اسی کا نام مقدس گیتا ہے۔

گیتا گیتا پر مونا چار اعتراض کئے جاتے ہیں۔

اول کہ اس نے یوگا یعنی حرکت و دنیا کی تعلیم دی۔

دوم: کہ عقیدہ حلول (ادتار) راجح کیا۔ یعنی کہ اللہ انسانی لباس میں نمودار ہوتا ہے۔ حضرت کرشن بقا ہر بشر اور دماغ حاصل فرماتے۔
سوم: کہ حضرت کرشن نے گیتا میں بار بار اپنی طرف خدائی صفات منسوب کیں۔

چہارم: کہ دیوتاؤں کی پرستش کی تعلیم دی۔
آئیے دیکھیں کہ ان اعتراضات کی حقیقت کیا ہے۔
گیتا میں یوگا کا لفظ اسی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی چار مذاہبات یوگا: کے سما آتی ہر جگہ کام، عمل اور محنت ہیں۔
مثلاً جب ایک شخص نے حضرت کرشن سے کہا کہ:
”اے رونا نے چار یہ منسوب نہیں ہو گا۔“
تو آپ نے فرمایا:

”وہ صرف ایک ہی یوگا (عمل) سے مفتوح ہو گا“ (مہا بھارت ۱۱۱)

نیز کہا:
”یوگا عاقلانہ عمل کا نام ہے“ (گیتا ۱۱۱)
ایک اور مقام پر فرمایا:

”اے ارجن یوگا میں محو ہو جا اور عمل کر۔“
نیز کہا:

”اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے مرجانا بہتر ہے۔ (گیتا ۱۱۱)
یہ شو اپہ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ حضرت کرشن
ایک لمحہ کے لیے کرک دنیا لفظ سنیا س کی تعلیم نہیں دی۔ جو کرشن عمر
بہر ظالم راجاؤں کے خلاف لڑتا رہا اور تلوار سے کر ایک سپاہی کی طرح

دشمنانِ خدا کے خلاف مسلسل جنگ کرتا رہا۔ اُسے سنیا س کا مبلغ کہنا حقیقت کا منہ چڑانا ہے۔ گیتا محنت و عمل کا پیغام دیتی ہے۔ اس میں جد کشی، گوشہ عزیزی اور دنیا سے نفرت کے متعلق ایک لفظ تک موجد نہیں۔ ہاں اگر انسان تاویلات پر اتر آئے۔ تو قرآن سے شکر۔ انجیل سے بدکاری اور گیتا سے سنیا س کا جواز نکال سکتا ہے۔ اور ہندوستان کے کاہن اچھ متیہ اور سست پنڈتوں نے یہاں کچھ کیا، شکر اچاریہ نے شکر جسیا میں ویرانت اور یوگا کی تسلیم سے کر گیتا کی زندگی بخش پیغام سے عمل کی روح نکال دی۔ اچاریہ کے بعد مادھو سدا نہ اور ہنومان فلسفی نے بھی اچاریہ کی تائید کی۔ سری رامائے اچاریہ پہلا صحیح انجیل منکر ہے۔ جس نے سلسلہ میں شکر اچاریہ کی ترویج کی اور گیتا کے فلسفہ عمل (یوگا) کو پھر زندہ کیا تین سو برس بعد مادھو اچاریہ نے لانا بنے پر سخت تنقید کی اور سنیا س کو پھر مقصد حیات بنا دیا۔ چند صدیوں بعد میں ایک اور مفکر و لہجہ اچاریہ پیدا ہوا۔ جس نے کرشن کو خدا بنا کر قوم کو اس کی عبادت کی دعوت دی۔ یہ برہمن۔ پادری اور مولوی بظاہر مذہب کے حافظ سمجھے جاتے ہیں۔

بین دراصل تمام غلط عقائد۔ اولہم۔ خرافات اور پدمات کے خالق ہیں لوگ جوتے ہیں۔ عوام کو کیا معلوم کر عبرانی تورات، عربی قرآن اور سنسکرت زبان کی گیتا میں کیا ہے۔ جو کچھ مذہبی ٹھیکیداروں نے انہیں سمجھ یا انہوں نے یقین کر لیا۔ پریشیت و کفاح۔ یہ سنگ پرستی و گائے پرستی یہ قبر پرستی، خانقاہیت سب کے سب ملا و برہمن کے اٹھانے ٹھونے نیتے ہیں۔ جن سے انسانی گھرانے کی وحدت تباہ ہو چکی ہے اور جو امن عالم کے لیے ایک مستقل خطرہ ہیں۔

عقیدہ مَحْلُول (ادتار)؛ جس طرح نصاریٰ نے انجیل کے بعض الفاظ کو غلط معانی پہننا کر عیسیٰ کو ابن اللہ بنا دیا۔ اسی طرح ہندوؤں نے گیتا کے بعض الفاظ سے ادتار کا عقیدہ تراشا لیا۔ اگر ہندو علماء اللہ کے انداز بیان سے آگاہ ہوتے تو وہ اس غلط فہمی کا فکارتہ ہوتے۔ اللہ نے قدیم صحائف میں انبیاء کی آمد کو اپنی آمد کہا تھا۔

خداوند ہر سینا سے آیا اور شیعر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ اور اس کے مائیں ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت تھی؟ (استثنا پہلے)

سینا کا تعلق موسیٰ سے۔ شیعر درویشلم کے قریب ایک مقام کا مسیح سے اور فاران (کہہ) کا محمد (علیہم السلام) سے ہے۔ ان کے ظہور کو خدا نے اپنی آمد کہا۔ بیعتنا رضوان میں محمد صلعم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بتایا۔

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِي رَسُولِهِ

(صحابہ کے ہاتھ پر محمد کا ہاتھ نہیں تھا۔ بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا۔)

اور جنگ بدر کے موقع پر فرمایا:

وَمَا سَمِيَّتْ إِذْ سَمِيَّتْ رَأْسُ مُحَمَّدٍ إِيْرَتِي تَوْنِيْ نِيْسِيْ جَلَانِيْ
وَأَلِكِيَّتِ اللَّهُ مَرَحِي (قرآن) بلکہ ہم نے چلائے ہیں۔

اللہ نے یہی اسلوب بیان گیتا میں بھی اختیار فرمایا۔ جس سے پندتوں کو یہ دہوکا لگ گیا کہ شاید کرشن کے لباس میں خود اللہ آرایا تھا۔ بات سیدھی سی تھی لیکن ٹیڑھے داغ کا کوئی علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”اے کرشن! جو مذہب میں تم کو دے رہا ہے، یہ کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ تم سے پہلے مختلف انبیاء کو دیا جا چکا تھا۔ مرور زمانہ سے مذہب بگڑ

گیا۔ آج میں دُہی پُرانا مذہب تم پر پھر نازل کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ تم میرے
 عقائد پر بُھارتی اور حبیب ہو۔ یہ مذہب ایک سرعظیم ہے۔ (گیتا ۱۰/۱۰)
 ”جب سہائی کم ہو جائے اور گناہ بڑھ جائے تو میں خود جلوہ گر ہوا
 کرتا ہوں۔ تاکہ سہائی قائم رہے اور بدکار مٹ جائیں۔ میں سہائی کی خاطر بار
 بار جلوہ گر ہوتا ہوں؟“ (گیتا ۱۰/۱۰)

آیات ۷-۸ کا ترجمہ فیضی نے منظوم گیتا (دعاویٰ) میں یوں کیا ہے

چونہ یاد دین سست گرد رہے

نمائیم خود را بہ شکل کسے

کوشن میں خُدائی صفات ! سہا اہامی کتاب کا انداز بیان بڑا پیچیدہ

اور پُراسرار تھا کرتا ہے۔ قرآن شریف کو دیکھیے۔ سورہ فاتحہ سے یوں شروع
 ہوتا ہے۔ کہ کوئی آدمی خدا سے کہہ رہا ہے۔ اَيُّهَا الَّذِي لَهُ الْاِسْمَاءُ الْاِحْسَانُ

الْبَصِيْرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هُوَ اَعْلَمُ بِمَا نُرُوْنَ... تو

ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ اور جینا اور انزلنا میں خدا متکلم ہے۔ ادھی ابی

عبدہ میں غائب ہے اور اِنَّا لَمَعْلُومَاتُ لَنَا میں مخاطب ہے یہ سلسلہ

قرآن میں از اول تا آخر موجود ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر ایک ہی آیت میں

خدا متکلم بھی ہے اور غائب بھی یہی حال گیتا کا ہے کہ اس میں بھی اللہ
 کہیں ”میں“ ہے، کہیں ”تو“ اور کہیں ”وہ“۔

مہرچند کہ انداز بیان پُراسرار اور پیچیدہ ہے۔

”اد معصوم انسان ! گیتا ایک نہایت مبہم و پُراسرار کتاب ہے“

(گیتا ۱۰/۱۰)

”میرے بلند اور جلیل القدر پیغام کو سن۔ یہ پیغام دیگر پیغاموں سے

زیادہ مشکل ہے اور پُراسرار ہے؟
 (گیتا ۱۶)

لیکن ایک سلیم الطبع انسان کو بشرطیکہ وہ پنڈت نہ ہو۔ سمجھنے میں کوئی
 دقت پیش نہیں آتی۔ حضرت کرشن صرف ایک خدا کے قائل تھے اور اسی کی
 عبادت کی طرف دُنیا کو بلاتے رہے۔

”نیک لوگ میری عبادت کرتے ہیں۔ میں ایک ہوں؟“

(گیتا ۹)

”جو لوگ دیوتوں، بزرگوں اور عناصر کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ ان کے
 پاس جائیں گے۔ اور جو میری عبادت کرتے ہیں۔ وہ میرے پاس آئیں گے۔“

۹

”نیک رہنی ہے جو قدیم، طاقتور، حاکم مطلق، منفی، حامل کائنات،
 ناقابل تصور اور آفتاب کی طرح روشن خدا ایک خدا کی پرستش کرتا ہے۔“

۱۱

”بہترین عقل مند وہ ہے۔ جو ایک خدا کی پرستش کرتا ہے۔“ (۱۱)

”صرف خالق کائنات رب کی عبادت سے کمال روحانی حاصل

ہو سکتا ہے۔“

”اسے اوچھ خدائے فاعد کائنات کے دل میں رہتا ہے۔ وہ اُمورِ عظیم
 کو انہی مشیت کے قالب میں اسی طرح دُعا کرتا ہے۔ جس طرح کبارشی سے
 مختلف شکل کے برتن بناتے ہیں۔ اطمینانِ دل حاصل کرنے کے لیے تم اسی
 اللہ کی پناہ میں آؤ کہ اس کی نگہِ التفات کے بغیر اصلی سکون نہیں مل سکتا۔“

(۶۱-۶۲)

آپ نے خدائی صفات بیان کرتے وقت کہیں ”وہ“ استعمال کیا اور

کہیں "میں" دونوں مقامات پر صفات خاصہ خدائی تھیں۔ مثلاً
 "کائنات کی سب سے بڑی طاقت وہ ذاتِ عظیم ہے۔ جو تمام کائنات
 کو محیط۔ بین جہانوں (جبرائلت۔ نبیائت۔ جمادات) کا رب اور ناقابل
 فنا ہے" (۱۵)

اور معاً ساتھ والی آیت میں مذکور ہے۔

"میں فانی و غیر فانی (روح) ہر دو سے بڑھوں مجھے وید میں نیز ساری
 کائنات میں ذاتِ عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ جو شخص میری ذاتِ
 عظیم کو پہچانتا ہے۔ وہ صرف میری پرستش کرتا ہے" (۱۵)

(۱۹-۱۸)

صاف ظاہر ہے کہ اس "میں" اور "وہ" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے
 ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

"خدا کی آنکھیں۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ سراورٹ نہ ہر جگہ موجود ہیں۔ وہ ہر
 بات میں رہا ہے۔ وہ ہر جگہ رہتا ہے۔ اور وہ تمام کائنات پر محیط ہے۔ اس
 کے حواس نہیں۔ لیکن سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔ خود بے سہارا ہے۔ لیکن
 ارض و سما اس کے سہارے پر قائم ہیں۔ صفات سے متصف بھی ہے اور
 بے نیاز بھی۔ وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، متحرک بھی ہے اور غیر متحرک بھی۔
 دور بھی ہے اور قریب بھی۔ وہ غیر منقسم ہونے کے باوجود تمام کائنات میں بٹھا
 ہوا ہے۔ وہ رب کائنات ہے اور وہ خالقِ موت و حیات ہے (۱۳-۱۲)۔
 دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

"میں ہر جگہ رہتا ہوں میں ہر چیز کی ابتدا۔ وسط اور انتہا ہوں (۱۵)

(۱۲)

"میں سمندر ہوں"

”میں ہمالہ ہوں“ (۱۵)

”میں چھیلیوں کا خان ہوں“ (۱۶)

”میں غیر فانی زمانہ ہوں۔ میں وہ رب ہوں جس کا منہ ہر طرف پھرا ہوا

ہے۔“ (۱۷)

”میں ہر چیز کا خالق ہوں اور شہرت۔ خوش حالی، تقریر۔ حافظہ عقل

استدلال اور عفو کا منبع ہوں۔“ (۱۸)

”جہاں سورج کی روشنی نہیں۔ جہاں چاند کی چاندنی نہیں۔ جہاں آگ نہیں اور جہاں سے کوئی واپس نہیں آسکتا۔ وہاں میرا عرشِ رخت ہے۔“

(۱۹)

اس ”میں“ اور ”وہ“ کا مفہوم اہم قدر واضح ہے کہ کوئی جھگڑا پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن برہمنوں نے پہل۔ مود۔ بندر۔ سانپ۔ گنگا۔ جنا۔ ہمالہ اور جہاں سبر کے پتروں کو خدا بنا رکھا ہو۔ ان سے حضرت کرشن کیسے بچ سکتے تھے۔

دیوتاؤں کی پرستش اور گیتا اور مہدوؤں کی دوسری مذہبی کتابوں میں دیوتاؤں سے مراد فرشتے، برگ۔ مال۔

باپ۔ رہنما۔ بادشاہ اور حکما ہیں۔ اور پوجا سے مراد تعظیم و اطاعت ہے۔

(منوسمتی ۶)

”بادشاہ ایک دیوتا ہے!“

”اپنے ماں باپ اور استاد سے اس طرح پیش آؤ، گویا وہ

دیوتے ہیں۔“ (شیریا ۱، ۱۱)

دیوتاؤں، استادوں، ماناؤں، سچوں، قانونوں، نیکیوں اور بے آزاروں

کی تعظیم (لفظ پوجا اور عبادت ہے) کرو۔“ گیتا (۱۲)

” وہ عبادت جو لوگوں سے تعظیم (پُو جا کا لفظ ہے) حاصل کرنے

کے لیے کی جائے ریا کاری ہے“ (گیتا ۱۷)

گیتا اور بائبل کا انداز بیان ایک جیسا ہے۔ جس طرح بائبل میں بزرگوں اور پیغمبروں کو خدا، خدا کا بیٹا، خداوند اور فرشتہ کہا گیا تھا۔ اسی طرح گیتا میں بھی انہیں خدا اور دیوتا کہا گیا ہے۔ جس طرح وہاں کسی نبی کی آمد کو خدا کی آمد بتایا گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی کرشن کی لباس میں اللہ جلوہ گرد دکھایا گیا ہے۔ جس طرح وہاں تعظیم اور بیرونی کے لیے سجدہ یا عبادت کا لفظ استعمال ہوا تھا۔

” بنت سبع لے داؤد کو سجدہ کیا“ (۱۔ سلاطین ۱۶)

” کوشی نے داؤد کے سپہ سالار یو اب کو سجدہ کیا“

(۲۔ سموئیل ۱۸)

” بنت نعر نے دانیال کو سجدہ کیا“ (دانیال ۱۶)

کیسرو ایران کا آتش پرست بادشاہ تھا۔ اس کے متعلق درج ہے۔
 ” خداوند یوں فرماتا ہے کہ مصر اور سببا کے قد آور لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ تیرے ہو جائیں گے۔ تیری پیروی کریں گے.... اور تیرے آگے سجدہ کریں گے اور تیرے آگے منت کریں گے۔ (یسعیاہ ۴۵)

اسی طرح یہاں بھی اس مفہوم کو ”عبادت یا پُو جا“ سے تعبیر کیا گیا ہے قرآن میں بھی دو مقامات پر تعظیم کے لیے سجدہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک ابلیس و آدم کے سلسلے میں اور دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کے قلعے میں آپ سجدہ گئے ہوں گے کہ اس ”پُو جا“ کا عبادت سے کوئی تعلق نہیں۔

تعظیم گیتا: جہاد: ”اے ارجن نامراد و بزدل نہ بن۔ خوف کو جو شک کر

جنگ کے لیے اٹھو“

(۲۶)

”روح کسی ہتھیار سے کٹ نہیں سکتی۔ آگ میں جل نہیں سکتی۔ پانی

میں بھیج نہیں سکتی اور نہ ہوا میں سوکھ سکتی ہے؟“ (۲۷)

• ہر موجد کو فنا ہونا ہے اور فنا ہو کر پھر اُٹھنا ہے، تو پھر موت

سے ڈر کیسا؟

(۲۸)

• تمہیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ ایک سپاہی کا فرض لڑنا ہے۔ تم

لڑو۔ اور ڈرو مت۔ کہ لڑنے کی خاطر جہاد بہترین عمل ہے؟“ (۲۹)

• وہ بہادر خوش قسمت ہیں جو جہاد کے دروازے سے گزر کر

جنت میں جا پہنچتے ہیں۔ (۳۰)

حضرت کی حدیث یاد کیجئے۔

الْجَنَّةُ مَكْتُبَةٌ لِطَلَالِ السِّيُوفِ (جنت تلواروں کے سامنے میں لکھی)

• اگر تم لڑائی میں قتل ہو گئے تو بہشت میں جا پہنچو گے اور اگر جیت

گئے تو سلطنت کے مالک بن جاؤ گے۔ ایسے اے ارجمند! اٹھو اور جنگ

کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (۳۱)

توبہ؟ اگر کوئی گنہگار خلوص سے میری عبادت شروع کرے تو اُسے

نیک سمجھو۔ اس لیے کہ وہ نیکی کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ اگر یہ اپنے فرائض

کو پوری طرح ادا کرنے تک جائے تو اُسے غیر فانی سکون حاصل ہوتا ہے اور

وہ کبھی مرے گا نہیں جو لوگ میری پناہ میں آجاتے ہیں۔ خواہ وہ گناہ کے پیٹ

سے پیدا ہوئے ہوں۔ وہ میری رونسن راہوں پہ چل پڑتے ہیں۔ (۳۲)

عمل؟ ”تیرا فرض صرف عمل ہے۔ صلہ کی لاپرواہی نہ کر اور بے عمل سے بچ۔“ (۳۳)

• تم صلہ سے بے نیاز رہ کر عمل کے جاؤ کہ عمل پر اسے تم ذاتِ عظیم تک

ہیں سکتے ہو:“ (۱۶)

” جو شخص کسی سے بغض نہیں رکھتا۔ سب کا دوست اور ہر روئے میں
میں لاپٹ اور نکوت نہیں۔ جو غم و مسرت میں معتدل رہتا ہے۔ جو دوسروں کے گناہ
معاف کر دیتا ہے۔ قانع و بُرد بار ہے۔ نفس پر ضبط رکھتا ہے۔ بلند ہمت
و مستقل مزاج ہے۔ صرف اللہ پر تکیہ رکھتا ہے۔ وہ میرا محبوب اور پاک بندہ
ہے۔ یہ دنیا سے نہیں بھاگتا اور نہ دنیا اس سے بھاگتی ہے۔ یہ خوشی، غم
اور خوف کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ بے پاک
دل۔ بے حرص۔ مصائب سے متاثر نہ ہونے والا۔ اللہ کی راہ میں سب
کچھ دے دینے والا، نہ کسی دنیوی چیز سے محبت کرتا ہے نہ نفرت۔ نہ غموم
ہوتا ہے۔ نہ امید باندھتا ہے۔ اور یہ اچھی بُری چیز سے بے نیاز رہتا
ہے۔ اس کا سلوک دوست اور دشمن سے یکساں ہوتا ہے۔ وہ شہرت و
گناہی سے بے پروا ہوتا ہے۔ سردی ہو یا گرمی۔ دکھ ہو یا خوشی۔ فلک
ہو یا فراغت۔ اس کی تعریف ہو رہی ہو یا ہو۔ اُس کا دماغی سکون و
توازن بہر حال قائم رہتا ہے۔ خاموش، قانع، بے خانماں راسخ العزم
اور خلوص و محبت سے لبریز۔ یہ ہے میرا بندہ“ (۱۷-۱۸)

” منافقت، نکوت، تکبر، تند مزاجی، بدکلامی اور حماقت، ابلیسی

غصائل ہیں۔“ (۱۹)

” ابلیس صفات لوگ نکو کاری، تقویٰ، پاکیزگی، اعتدال اور صداقت

سے بالکل نا آشنا ہوتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں نہ خدا ہے نہ
سہائی اور اس کی تخلیق محض کسی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ یہ کم فہم، گمراہ اور فاجر
لوگ دنیا کو تباہ کرنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ یہ شہوات کے ہاتھ میں ایک کھلونا

ہوتے ہیں۔ ان کے دماغ غرور، فریب اور تکبر سے لبریز ہوتے ہیں۔ ان کے خیالات گندے، ارادے بُرے اور اعمال فاسد ہوتے ہیں۔ وہ موت کو زندگی کا انجام سمجھتے ہیں۔ اور پست خواہشات کی تسکین ہی کو حاصل زندگی تصور کرتے ہیں۔ (۱۶/۱۱)

خدا کا دن؟ خدا کا سہ دن اور ہر سات ایک ہزار سالوں کی ہوتی ہے۔ (۱۷/۱۱)

سنبھال! ”جو لوگ نفس کشی کرتے ہیں۔ جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ یہ فریب زدہ احمق اور خواہشات پرور لوگ اُس جسم کو تباہ کرتے ہیں۔ جس میں اللہ رہتا ہے۔ ان لوگوں کے یہ اعمال شیطانی ہیں“ (۱۸/۱۱)

(لا سہبانیتہ فی الاسلام)

خیرات! ”جو خیرات بُرے عمل اور ناموزوں اوقات میں ذلیل اشخاص کو نفرت کے ساتھ دی جائے۔ وہ بُری ہے“ (۱۹/۱۱)

(وَلَا تَوَلَّوْا السُّفٰهَانَ اَمْوَٰلِكُمْ)

تو یہ ہیں مقدس گیتا کے چند احکام۔ ہے کوئی بات ان میں خلاف صداقت۔ خلاف قرآن اور خلاف صحائف۔ یہ ممکن ہے کہ گیتا میں چند ایسی باتیں موجود ہوں، جو آپ کے عقائد یا قرآن حکیم کی کسی سہایت سے متضاد ہوتی ہوں۔ اس مشکل کا علاج یہ نہیں کہ آپ گیتا کی تردید پر مطلقاً ناعنا شروٹ کر دیں۔ بلکہ یہ سب سے سوچ کر تناقص کو رفع کریں۔ اگر کوئی علم کی وجہ سے ایسا نہ کر سکیں تو خاموش ہو جائیں۔ مسلم کا شعارہ ہی یہ ہے کہ وہ حکمت پر ایمان لائے اور مشابہات کو سمجھنے کے لیے علم کی نئی دنیاؤں کی تلاش میں نکل جائے۔ کہ کمالِ علمی کے بغیر مشابہات

سمجھ میں نہیں آتیں۔

فَمَا يَكْفُرُ تَارِيَهُ إِلَّا اللَّهُ
وَالسَّامِعُونَ لِلْعِلْمِ رِقْوًا

مکشا بہات کا مفہوم یا تو اللہ جانتا ہے
اور یا وہ لوگ جو راسخ العلم ہیں)

وید : دید چار ہیں۔

۱۔ رگ وید : اگلی رشی پہ نازل ہوا اور اس میں ۱۰۵۱۸ اشلوک ہیں

۲۔ بجر وید : ۱۹۷۵۱

۳۔ سام وید : ۱۰۶۲

۴۔ اتھرو وید : ۵۸۲۷

دیدوں میں بت پرستی کا کہیں ذکر نہیں۔ از اول تا آخر صرف ایک

خدا کی عبادت کی تلقین کی گئی ہے۔ چونکہ پنڈت کی ذہنیت بُری طرح مسخ
ہو چکی ہے۔ مظار کی پرستش اس کے رگ و ریشہ میں گھسی ہوئی ہے۔ اس کے ہاں
تعظیم و عبادت میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اس لیے وہ خدا اور مہاتما گاندھی دونوں
کے سامنے سہمے میں گر جاتا ہے۔ وہ کرشن کی مودتی اور اکبر بادشاہ کے
پاؤں چومتا ہے۔ اُسے سہارہ پر خدا کا سنگھاسن بچھا نظر آتا ہے۔ وہ سبیلوں کی
کرک اور طوفانوں کے شور سے درختوں کی پُریہیت آواز میں سنتا ہے۔ اُسے
سانپ کے سپن اور مور کے ناپ میں اللہ ٹھوٹا ٹھوٹا نظر آتا ہے۔ اور اسی لیے وہ
دید مقدس کے ایک ایک حرف میں ایک لیا خدا تلاش کرتا ہے۔ سمجھ میں نہیں
آتا کہ صرف خدا سے برہمن کی تسلی کیوں نہیں ہوتی۔ جب وہ جانتا ہے کہ یہ تمام
کائنات، یہ سمندر، یہ پہاڑ یہ کروڑوں آفتاب و ماہتاب ایک خدا کی تخلیق
ہیں۔ اس کی قوتوں کا اندازہ لگانا محال ہے۔ اس کے پاس تمام نعمتوں کے
بیشمار خزانے ہیں۔ سچائیں وہی چلاتا ہے۔ ہارٹیں وہی برساتا ہے۔ زمیں سے

رزق دہی آگاتا ہے عقل و فکر کا نور اسی کا عطا کردہ ہے۔ دل کی مشینری وہی جلا رہا ہے۔ موت و حیات۔ لیل و نهار۔ نور و ظلمت، عورت و ذلت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ تو پھر کس پتھر کے سامنے کیوں ماتھا رگڑا جائے کسی دُمدار، نو سرول والے اور پھاس ہاتھوں والے مضحکہ خیز بت کے سامنے کیوں جھکا جائے۔ گلی سے ایک پتھر اٹھا کر اس کا ٹنڈ تراشنا اور پھر اُس ٹنڈ بے می اور بیکار کھیلنے کے سامنے سجدے میں گر جانا بے بصیرت کی فہمی کی انتہا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ دید میں خدا کے صفاتی اسماء مثلاً برہمہ و اکبر (ہا دیو (عظیم) و شنو (محافظ، نگہبان) و غیرہ اور دیوتوں (فرشتوں) کا ذکر موجود ہے۔ لیکن متعدد خداؤں کا کہیں نشان تک نہیں ملتا۔

ویدکا ایک فاضل مارش میں لکھتا ہے۔

”ویدوں کا خاص مسئلہ خدا کی وحدانیت ہے۔ ان میں خدا کے بغیر کسی اور ہستی کی پرستش کا ذکر موجود نہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ جاہا دیوتوں کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان سے مراد فرشتے یا دنیا کی مثنی طاقتیں ہیں۔ مقام افسری ہے کہ ہندو قوم ویدوں کی تعلیم سے بہت دُور جا پڑی ہے۔“
(مارشیں ہندی ص ۱)

”ایک اور محقق کالبروک کہتا ہے۔

”ویدوں میں متعدد خداؤں کی پرستش کا کہیں ذکر نہیں۔“

تحقیقات حالات ایشیا ج ۸ ص ۲۱۵

پروفیسر ولسن کہتے ہیں۔

”وید سے بتوں کی پرستش اور ان کا بنانا ثابت نہیں ہوتا۔“

(دوسرے کا لکچر مطبوعہ آکسفورڈ ص ۱۲)

ہندوستان میں اُردو دان ہندو علماء کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے لیکن آج تک کسی کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہیں کو اُردو زبان میں منتقل کر دے۔ میری نگاہ سے صرف بجرود کے دو اعداد ترجمے گزرے ہیں۔ ایک غازی محمود دھرمپال لدھیانوی کا۔ دوسرا عبدالحق ودیارتھی کا۔ غازی محمود نے یہ ترجمہ اس وقت کیا تھا۔ جب آپ نے ۱۹۲۲ء کے قریب آریہ دھرم قبول کر لیا تھا۔ اور عبدالحق نے ۱۹۲۳ء میں کیا۔ عبدالحق مشہور مذہبی مناظر ہیں۔ اور آپ کا پیشہ تمام مذاہب و مذاہف کی تردید ہے۔ آپ نے یہ ترجمہ بھی اس ہڈ بہ آریہ۔ و تحقیق کے ماتحت تیار کیا ہے۔ اور دید کے مضامین کو بے ربط۔ مصل اور لغو ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ آئیے ذرا ایک آدھ منقار کا مقابلہ کریں۔ بجرود کے پہلے منتر کا ترجمہ دھرمپال اور سوامی دیانند یوں کرتے ہیں ا۔

”اے انسانو! خدا تمام کائنات کو پیدا کرنے والا۔ مکمل جلال والا اور تمام سکھوں کا منبع ہے۔“
اور عبدالحق یوں:

”تجھے بائیں یا اناج کے لیے، تجھے طاقت یا رس کے لیے دُور جا کے شہر۔ سوتا دیوتا تمہیں ایک کام کے لیے لے جا دے۔ اسے گایو اندر دیوتا کے لیے ہر طرح حصہ کو بڑھاؤ۔“

ہے کوئی تعلق ان ترجموں میں!

چنا منتر دیکھئے!

”اللہ اچھے اعمال اور علم حاصل کرنیکا حکم دیتا ہے۔ ہمیں تبلیغ مذہب

نیکوں سے ملنے اور نیک اوصاف پیدا کرنے کی ہدایت کرتا ہے“ (محمود)
 اب اسی منتر کا ترجمہ دیا رہتی صاحب کی زبانی سنئے :
 ”کون تجھ کو ملاتا ہے۔ وہ تجھ کو ملاتا ہے۔ کس لیے تجھ کو ملاتا ہے۔
 اس لیے تجھ کو ملاتا ہے۔ کام کے لیے تم دونوں کو۔ بہت کاموں کے لیے
 تم دونوں کو لیتا ہوں“

ہے کسی فقرے میں کوئی مفہوم، اسرار منتر ایک مجذوب کی بڑے معلوم ہوتا
 ہے۔ ددیار تھی صاحب کا سارا ترجمہ اسی قسم کے جمل اور بے ربط جملوں کا
 مجموعہ ہے۔ اگر بگردید ایسی ہی ہے ربط اور لغو کتاب ہوتی، تو کس کو کیا پڑی
 تھی کہ اس پر ایمان لاتا پھرتا۔

انتہا زانوں سے، الامحدود انسانوں کا اس کتاب کی عظمت کے
 سامنے سر بسجود ہونا اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ ددیار تھی صاحب
 کا ترجمہ حقیقت سے بہت کم تعلق رکھتا ہے۔ اور انہوں نے اس کتاب کو
 اپنی نظری نظر سے گمانے کے لیے جہاں بے ربط و جمل بنانے کی کوشش کی ہے
 خود ہندوؤں نے دیدوں کو اردو میں منتقل نہ کیا۔ شاید برہمنوں کا یہ عقیدہ ہو
 کہ وید کو طیر مذہب کی ”ناپاک“ نگاہوں سے بچانا ان کا مذہبی فرض
 ہے۔ یہ وہی برہمن تو ہیں، جو اچھوتوں کے کانوں میں ایسے پگھلا ہوا سکتے
 ڈال دیا کرتے تھے۔ کہ وید کی آداد ان تک کیوں پہنچی۔ اس وقت جو کچھ
 ملتا ہے۔ وہ یا تو چند متفرق حصوں کے انگریزی تراجم ہیں۔ یا سوامی دیانند
 کا سنہی ترجمہ اور یا محمود ددیار تھی کے تراجم جن میں سے ایک شرط عقیدت
 کا آئینہ دار ہے۔ اور دوسرا جذبہ عناد کی پیداوار۔ احکام ذلیل سوامی دیانند
 اور محمود دسر سپال کے تراجم سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے لیے

کوئی دوسرا راستہ موجود نہیں تھا۔

”اے خدا، تو سب عیوب سے پاک ہے، تو دنیا کا گھراں ہے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ جو لوگ ہم نیکیوں کو فکدہ دیتے ہیں اور جو چور ہیں انہیں آتشیں اسلحہ سے چاک کر؟“ (۱۱)

”میں تمام کائنات کو پیدا کرنے والا، جاہ و جلال والا اور سکھ دینے والا ہوں؟“ (۱۲)

”اے خدا، تو نورنگ، مقدس، غیر فانی، تمام اشیاء کا سہارا۔ حمد و ثنا کے قابل، نہ ڈسنے والا اور قابل عبادت ہے۔ میں تیری پناہ لیتا ہوں؟“ (۱۳)

”اے عدل مجسم! اور اپنی سنت کو پورا کرنے والے نورنگ۔ مجھے بہت دے کہ اپنے اعمال کے نتائج برواشت کر سکوں؟“ (۱۴)

”جو بدکار یا کاری کرے، مذہب کو چھپائے۔ اغراض نفسانید کو پورا کرے۔ دوسروں کے مال و متاع کو ظلم سے چھینے۔ اے نورنگ و خالق کائنات تو اے دونوں جہان سے فدا کر دے؟“ (۱۵)

”اے پریشور! مجھے اپنے فضل سے سلطنت عطا کر تاکہ میں سب کو سکھ چھپا سکوں؟“ (۱۶)

”خدا تعالیٰ سورجوں کا سورج ہے۔ وہ جنگل میں جنگل کیا کرتا ہے۔ اسی نے فضا کو وسعت دی۔ اسی نے گھوڑے کو دوڑنا سکھایا، وہی گائے کے تھنوں میں دودھ پیدا کرتا ہے۔ وہی نورنگ اور مقلد القلوب ہے۔ وہی خالق نباتات ہے۔ ہم اس خدا کی عبادت کرتے ہیں؟“ (۱۷)

”اے ہم پر فضل کرنے والے! ہمہ صفت موصوف۔ نورنگ، علم کل سبب سے بڑھتے سبب کو تو کیسے دیکھنے والے ہو چاک کرنے والے تیرے آگے زمین و آسمان

سجدہ کرتے ہیں۔ اے انسانو! تم اسی خدا کی حمد و ثنا کرو؟ (۲۵)

”اے انسانو! تم صرف اسی خدا کی عبادت کرو۔ جو نورِ نکل، آگ کو حرارت اور سورج کو روشنی دینے والا۔ سب کا خالق۔ کائنات کا منتظم اور تمام جہان میں جلوہ گس ہے“ (۲۶)

”اے عالمو! خدا وحدہ لا شریک، غیر متحرک۔ حاضر و ناظر۔ غیر مرئی۔ قائم بالذات، بدکاروں سے دُور۔ نیکوں کے قریب، قادر مطلق۔ عیوب سے مبرا، ناقابلِ تقسیم۔ عالم الغیب، قدیم، خالق کائنات اور بدکاروں کو سزا دینے والا ہے۔ تم صرف اسی کی عبادت کرو؟“ (۲۷)

دیدوں میں از اول تا آخر خدا کی وہی صفات دی ہوئی ہیں۔ جو قرآن میں درج ہیں۔ کہیں کسی بت یا دیوتے کو معبود نہیں بتایا گیا۔ کہیں شرک، جگنا، ظلم، بدکاری، پجوری، زنا، اور فریب کی تعلیم نہیں دی گئی۔ ہمارا فرض ان تمام انبیاء و صلوات پر ایمان لانا ہے۔ پیرانِ ویدو گیتا سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرنا ہے کہ تمہارا ہم تمہیں یہ نہیں کہتے کہ قرآن کو مانو۔ یا اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرو۔ بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ تم ویدو گیتا کی تعلیم پر عمل کرو۔ کیا ان مقدس کتابوں میں سنگ پرستی یا عناصر پرستی کا کہیں کوئی ذکر ملتا ہے۔ اگر نہیں ملتا اور ہرگز نہیں ملتا۔ تو جتاؤ تم ویدو و ہمالتہ ان لغویات کے کیوں متکب ہو رہے ہو۔ تم اس جلیل القدر رام کے پیرو ہو جو جس نے ایک جینئی کے چمکے ہوئے بیرٹے منے سے کھائے تھے۔ اور تمہارا یہ حال کہ تم شہور کے سانے سے بھی کوسوں دُور بھاگتے ہو۔ کسی مسلمان سے ہاتھ ملا بیٹھو۔ تو اے پیروں رگڑ رگڑ کر دھوتے ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم کسی عیسائی، مسلمان یا شہور کا وجود تک برداشت نہیں کر سکتے، تم جس سنگدل سے مسلمانوں

کو قتل کرتے اور ان کی لڑکیوں کی عصمت لوٹتے ہو، تم جس اطمینان سے ان کے گھروں کو جلاتے اور پھر قبضے لگاتے ہو۔ اس کی مثال وحشی سے وحشی قوم میں بھی نہیں ملتی۔ تمہارے اعمال اور تمہارے عقائد کا تمہارے مکرم و مرفوع صحائف سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر آج حضرت رام چندر جی یا حضرت کرشن علیہا السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں اور تمہارے کروت و دیکھ پائیں، تو شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔ تمہارے یہ زنا، یہ لمبی لمبی چوٹیاں، یہ ٹیکے، یہ دخوتیاں، یہ عجیب و غریب سُورتیاں، یہ شولنگ۔ یہ لکشی اور یہ کالی دیوی کچھ ایسی چبستانیں ہیں۔ جنہیں رام دکرشن تو رہے ایک طرف خود خدا بھی نہیں سمجھ سکتا۔

ہندو دستو امت بھولو کہ ہر قسم کے ادا م و ابا طیل کے موجد مذہبی رہنما ہوا کرتے ہیں۔ تم جب تک رہنمائی کے لیے پنڈت کامنہ دیکھتے رہو گے۔ کبھی گیتا کی بلند تعلیم سے مستفید نہیں ہو سکو گے۔ اٹھو اور مقدس گیتا کو تمام کراس نومیانی دنیا کی طرف بڑھو۔ جہاں تمام کائنات صرف ایک آقا کے آگے سر بسجود ہے۔ اور جہاں ایک نسل انسانی ایک معبود کے سامنے نغمائے حمد پڑھنا گارہی ہے۔

ہرما تماندہ

”بدہ“ کے لفظی معنی ہیں مدشن ضمیر۔ بدہ کا اصل نام سداھارتھ اور خاندانی نام گوتم تھا۔ والد کا نام سرودنا اور والدہ کا نام مایا تھا۔ جو آپ کی ولادت سے سات دن بعد انتقال کر گئیں۔ آپ کی پیدائش سکلتہ قبل مسیح میں ایک سرسبز مقام بلینچی میں ہوئی جو بنارس سے ڈیڑھ سو میل شمال کی طرف نیپال کی ترائی میں ساکیوں کے پایہ تخت کپل دستو کے قریب واقع تھا۔ پینتیس برس کی عمر میں سلسلہ الہام شروع ہوا۔ آپ کی عمر پچیس برس کی تھی کہ شاہی محل کے عیش و آرام کو ترک کر کے حقیقی راحت کی تلاش میں نکل گئے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کی غذا ہر روز چاند کا صرف ایک دانہ ہوا کرتی تھی۔ آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ حقیقی مسرت دکھ چھیلنے کے بعد دستیاب ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ہر قسم کے دکھ اٹھانے اور آخر وہ منزل پائی۔ جہاں دکھ بھی خوشی کا ندپ دعا لیا کرتا ہے۔ آپ کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ کے مختلف سوانح سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے تقریباً اسی برس کی عمر پائی اور سن ۵۳۵ ق م کے بعد انتقال کیا۔

بدہ کی مقدس کتابیں تین ہیں۔

اول اوستا پٹنکا : جس کے پانچ حصے ہیں (۱) ویکانک یا (۲) مجھا

نک یا (۳) سمیتا نک یا (۴) نگترا نک یا (۵) کھدکانک یا۔

اس کتاب میں بدہ کے الہامات مدعا ہیں۔ ایک حصہ تاریخی ہے۔ جو

ہا تھا بدھ اور آپ کے اصحاب کے حالات پر مشتمل ہے۔

دوم : دنیا پتکا۔ اس میں ہر گناہ کی سزا دیا ہے۔

سوم : اہیدھما پتکا۔ اس میں کچھ مناظرے اور کچھ اخلاقی مضامین ہیں۔

نیرھیات: انسانی پر تبصرہ دیا ہوا ہے۔

ہا تھا بدھ کا پیغام مغرب میں مصر اور مشرق میں جاپان کے آخری جزیرے

نیک پہنچا۔ ڈاکٹر بیلو اپنی مشہور کتاب "اقوام افغانستان" (ص ۶۵-۶۶) میں

میں لکھتا ہے کہ وادی جلال آباد کا پہلا نام ننگرہ یاد رہا تھا۔ جو ہار کے

معنی میں مندر اور یہاں کسی وقت بدھوں کے نو مند تھے۔ قند ہار کا

بدوائی نام کھنا تھا۔ ان علاقوں میں بدھی مندوں کے کھنڈرات آج بھی موجود

ہیں۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں مشہور چینی سیاح ہیئن تنگ ایران

میں وارد ہوا۔ تو اسے تین بدھی مندوں کا نام دیا۔ جن میں کئی سو فقرا بدھ

مت کا درس لے رہے تھے۔

پروفیسر مہالی لکھتا ہے کہ ولادت مسیح سے دو سو برس پہلے کئی بدھی مبلغ

فلسطین میں بھی پہنچے تھے۔ رائیگر پٹھان اسپار صلیبا اور ڈاکٹر پیٹری کی

تحقیق یہ ہے کہ اشوک اعظم کے مبلغین نے بدھ کا مذہب مصر میں بھی

پھیلا یا تھا۔ (مذہب مصر)

مغربی ایشیا سے اس مذہب کے آثار ملت گئے۔ لیکن مشرقی ایشیا

کے بعض ممالک مثلاً چین، کوریا، جاپان، برما، ملایا، سنگاپور، سیام اور

ہندوستان وغیرہ میں آج بدھ کے سنز کھد بہاری موجود ہیں۔ یہ سب کے سب

ہا تھا بدھ کے اصلی پیغام کو بھول کر بت پرستی اور بچھو قسم کے خرافات میں

چوٹی تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بدھ کا پیغام

ماگدھی یا پالی زبان میں تھا۔ یہ زبان سنسکرت سے کچھ ملتی جلتی تھی۔ اس زبان کو مرے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ عوام اس زبان سے واقف نہیں خواص کو اس کے سیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تیجوبیہ کہ چند بدھی پنڈت مذہب کے شکیکیدار رہنے ہوئے ہیں، وہ حدت کی خاطر ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی بدعت رائج کرتے رہے اور آج مذہب چند ایسی بدعات کا مجموعہ بن چکا ہے۔ جسے بعد کے اصلی پیغام سے فود کا بھی تعلق نہیں رہا۔

۱۱) مبارک ہیں وہ جو نفرت کرنے والی دنیا میں نفرت بکھڑے کا پیغام ا سے دُور رہتے ہیں۔

۱۲) مبارک ہیں وہ جو پرع لہتے ہیں۔

۱۳) مبارک ہیں وہ جو اپنے آپ پر فتح حاصل کرتے ہیں۔

۱۴) سمندر کا ذائقہ ایک ہے۔ یعنی نمکین۔ اسی طرح میری تعلیم کا ذائقہ بھی ایک ہی ہے یعنی نہات۔

۱۵) میں ایک ہی بات سکھاتا ہوں۔ یعنی دکھ سے رہائی۔

۱۶) محبت اصل ایمان ہے۔

۱۷) طبع۔ نفرت اور دھوکے سے بھنا بھد کا دھرم ہے۔

۱۸) اصلی مذہب وہی ہے جو غصے کی جگہ حیلہ نفرت کی جگہ محبت اور لاپٹھ کی بجائے قناعت کی تعلیم دے۔

۱۹) نہات وہی ہے۔ جہاں انصاف اور اخلاق کی پیروی ہو۔

۲۰) سکون دل بہترین خزانہ ہے۔

۲۱) جو لوگ والدین کی خدمت کرتے ہیں وہ گویا سب سے بڑے ریوتا

کا وصال حاصل کرتے ہیں۔

۱۲۔ ناراضی کو محبت سے، بُرے کو نیکی سے اور کینے کو فراخ دلی سے

شکست دے۔

۱۳۔ اصلی و حرم کیا ہے؟ کسی کو ڈکھ نہ دینا۔

۱۴۔ محض پیدائش کوئی چیز نہیں۔ اچھے اعمال ہی آدمی کو ممتاز کرتے ہیں۔

۱۵۔ یاد رکھو کہ سمندر کی تہ میں پہاڑوں کی قاعدوں میں اور گہوا میں دُور

جا کر تم اعمال کے نتائج سے نہیں بچ سکتے۔

۱۶۔ دُوسروں کے عیوب ڈھونڈنا آسان ہے، میرا پروردہ ہے جو اپنے

عیب تلاش کرے۔

۱۷۔ علم اور نیکی بہترین زیور ہیں۔

۱۸۔ اگر کوئی شخص گناہ کا اعتراف کر کے اس سے بچے تو گناہ کی گرفت

رنتہ رنتہ ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ اور یہی وہ توبہ ہے جس کی بددہ قدر

کڑا ہے۔

۱۹۔ لہو و لعب، کاٹی اور بے اعتدالی سے بچو۔

۲۰۔ یاد رکھو کہ شاندار زندگی کا ایک لمحہ گناہ کی زندگی کے سو سال سے

بہتر ہے۔ (بدھ مت، مصنفہ شیو نارائن شیمہ)

بابا گرو نانک

ہندوؤں کی گذشتہ ہزار سالہ تاریخ میں قابل ذکر مصلح و مدد تھے۔ بابا گرو نانک اور سوامی دیانند - ہر دو نے بت پرستی اور بدعات کے خلاف جہاد کیا۔ لیکن ان کے نقطہ نگاہ میں ایک بنیادی فرق تھا اور وہ یہ کہ بابا نانک تمام مخالف و انبیاء کی یکساں تعظیم کرتے تھے وہ جہاں سچائی دیکھتے تھے۔ وہیں جا پہنچتے تھے وہ اگر ایک طرف صداقت کی تلاش میں جنگال، آسام اور جگن ناتھ تشریف لے گئے تھے۔ تو دوسری طرف مکہ و مدینہ میں بھی جا پہنچے تھے۔ اگر ایک طرف وہ ہندو علماء و صوفیوں کے خوشہ چین تھے تو دوسری طرف بابا فرید، بابا اولی تقدس کی میاں قطب الدین امیاں فقیر و حلوی، فقیر جلال الدین، فقیر شمس الدین شاہ اہر چشتی اور صوفیائے اجیر کی صحبتوں سے مدتوں مستفیض ہوتے رہے۔ آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ اور باشندگان ہند کے بہت بڑے فاضل تھے وہ تو عید کی تعظیم دے کر ہندوؤں کو ایک عظیم ذمہ کی بجائے سچا ہے تھے۔ اور مسلمانوں کو نیکی کی طرف بلا کر صحیح معنوں میں ماہلین قرآن بنا رہے تھے۔ بدیگر الفاظ بابا جی ہند و مسلم ہر دو کے من تھے۔ لیکن سوامی جی مسلمان ہی کا نام نہیں کر سکتے۔

سہ بابا نانک کے گاؤں لیزنڈی دلاہور سے چھ میل جنوب میں سہ راولی ایک گاؤں کے قریب ہی کسی گاؤں میں دفن کیا کرتے تھے۔
 سے فقیر جلال الدین شمس الدین اور شاہ اہر چشتی کرنا ل کے رہنے والے تھے۔

جاتے تھے۔ باباجی نے مسلمانوں کے اعمال پر نکتہ چینی کی اور سوامی جی نے
 قرآن پر باباجی کا مقصد اصلاح تھا اور سوامی جی کا تخریب۔ باباجی نیکی کو
 مذہب سمجھتے تھے اور سوامی جی کتابوں کو۔ باباجی ہندو مسلم کو ایک دوسرے کے
 قریب لانا چاہتے تھے۔ اور سوامی جی ان دونوں میں ایسی دیواریں اٹھاتا جاتے
 تھے جنہیں کوئی پہلانگ نہ سکے۔ ہر چند کہ سوامی جی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈال
 کر ہندوؤں کے ایک بہت بڑے گروہ کو بعض عقائد میں مسلمانوں کے قریب کر
 دیا۔ لیکن ساتھ ہی قرآن و رسولؐ پر وہ اندھا دھند آتش بازی کی کہ ذہن بے دہنوں
 تو میں ایک دوسرے سے بہت دور ہو گئیں۔ مظلومی جی کے مشن کو پنڈت بیکرام
 ڈاکر (مسافر) نے زندہ رکھا۔ اور مخالفوں کی وہ خبر لی کہ تو یہ ہی سہی۔ بیکرام
 کے بدگئی اور مناظر پیدا ہوئے جن میں بہت مشہور پنڈت رام چندر دہلوی تھے
 ان کے متعلقے میں کئی مسلمان مناظر بھی اُٹھے۔ جن میں سے زیادہ مشہور دہلوی
 شہداء اللہ صاحب امرتسری، فازی محمود دھرمپال اور مرزا غلام احمد صاحب
 قادری تھے۔ ان حضرات کی تحریری تصویریں دونوں قوموں کے دل و دماغ میں
 زبردستی رہیں۔ اس وقت میں اخبارات بھی آگے آگے۔ انہوں نے ایک دوسرے
 پر وہ گندگی اُچھالی کہ خدا ہی بغض و عناد نے فسادات کی شکل اختیار کر لی۔
 اس سلسلے کا سب سے بڑا ہنگامہ اگست ۱۹۲۷ء کا وہ محشر تھا جس میں کم
 بیش تیرہ لاکھ ہندو مسلم ہلاک ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ کروڑ کو اپنے گھر بار سے
 جدا ہونا پڑا۔ یہ تھے سوامی دیا نند اور وہ تھے باباجی۔

بابا نانک رحمتہ اللہ علیہؒ کو تلونڈی میں پیدا ہوئے۔ جملہ پور سے
 ۱۱ میل فاصلے جنوب میں دیائے راوی کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ والدہ کا نام پریتا
 دیوی اور والد کا لوہام تھا۔ کالورام اپنے گاؤں کے ایک مسلمان راجپوت رائے

یوں لڑکا گماشتہ تھا۔ بابا جی کے قلب و دماغ پر مدد لکھو اس لائحہ عمل نے بھی ضرور اثر ڈالا ہوگا۔ شب و روز ایک مسلمان گھرانے میں رہنا سہنا اور نیک چلنی اتھنا۔ اس سے لازماً وہ نفرت و اہمیت نقد ہو گئی ہوگی۔ جو مدد مہاجر کے افراد میں رہا رہے ”بزرگوں کی کوششوں“ کی وجہ سے موجود ہوتی ہے تاکہ اپنے مذہبی تعلیم پر مشتمل روحانیت سے حاصل کی اور فارسی مولوی قطب الدین سے فرمیں۔ تین بدوغت کو پہنچتے ہی نائل بہ تصوف ہو گئے۔ اور مختلف صوفیہ فرقوں کے ہاں جانا شروع کر دیا۔ انہی دنوں آپ کو اللہ نے بیس روپے دے کر لاہور معاذ کیا کہ جاؤ اور ہاں سے کوئی منفعت بخش جس تجارت کے لیے خریدو۔ راہ میں بابا جی کو چند فقرات مل گئے۔ رقم ان کے حوالے کی اور خود گاڈن میں لوٹ آئے۔ جب والد ناراض ہوئے تو کہنے لگے۔

”پتا جی! آپ ہی نے تو حکم دیا تھا کہ کھرا سودا خرید کر لانا۔ مجھے اس سے زیادہ کھرا سودا اور کوئی نظر نہ آیا“ (مجموعہ ساکسی از دولت رائے صفحہ ۱۸)

بابا جی ہر بدوغت کے (خواہ وہ مسلمانوں میں تھی یا ہندوؤں میں) زبردست شکن تھے اور جو نامی چاہتے تھا اس لیے کہ انسانیت کا کوئی حصہ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ لوگ غلط عقائد اور غلط اعمال کا شکار ہو کر خدائی غضب کا نشانہ بنیں۔ چنانچہ بابا جی نے بھی مسخ شدہ عقائد و اعمال کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ جب اُس درد کے طمانے دیکھا کہ ایک ہندو فقیر اُس کے بنائے ہوئے چھوٹے پہاگت برسا رہا ہے۔ تو اُس نے ابراہیم لودھی کو مشتمل کر کے آپ کو جیل میں ڈلوادیا۔ جب باہر نے ابراہیم کو شکست دی اور تمام قیدی جیلوں سے بھاگ نکلے تو بابا جی اندر ہی بیٹھے رہے۔ اور کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔

”جیل سے بھاگنا حکیم وقت کی جہد تک ہے۔ اور میں یہ گناہ کر کے لیے تیار نہیں“ (مجموعہ ساکسی صفحہ ۱۹)

اس جواب کو سچ پڑھئے۔ اور اندازہ لگائیے کہ بابا جی کا کردار کتنا عظیم اور بلند تھا۔

قرآن نے یہ فرض مسلمانوں پر عاید کیا تھا کہ وہ اقوام و ملل کے اسیباہ و صحائف پر ایمان لائیں۔ ان کی صداقت و عظمت کا اعلان کریں اور دنیا میں سچ پھر کر اس حقیقت کو واضح کریں کہ اعمال ضائع نہیں ہوتے اور اللہ کی نظر میں سب انسان یکساں ہیں۔ جو نیک عمل کرے گا جزا پائے گا۔ اور جو بدی کا مرتکب ہوگا۔ خدائی غضب کا شکار بنے گا۔ خواہ اس کا دامن قرآن سے وابستہ ہو۔ یا انجیل دیکھتا ہے۔ لیکن مسلمان اس فرض کو صدیوں سے ترک کر چکے ہیں۔ بابا نانک پہلا ہندوستانی مصلح ہے۔ جس نے اس حقیقت کو پھر زندہ کیا۔ چنانچہ مذکورہ سلسلہ ہے کہ جب ۱۴۹۹ء میں آپ لاہور پہنچے اور سکندریہ لودھی کے مرشد سید احمد سے ملے تو اسے اس بات کا قائل کر لیا کہ خدا کی نظر میں ہندو مسلم برابر ہیں۔ اللہ اختلاف مذاہب کی بنا پر کسی کو عذاب نہیں دے گا بلکہ صرف اعمال کو دیکھے گا۔

سہاٹی بالاک جہم ساکھی میں درج ہے کہ جب بابا جی باہر بادشاہ سے ملے اور قرآن کا ذکر چل پڑا تو آپ نے فرمایا:

”حق تعالیٰ بولی تے پاک“

(کہ خدا کا کلام سچا اور پاک ہے)

بابا جی کے اقوال روحانیت میں ڈب بے ڈب ہونے ہیں، کوئی ٹرے۔ ان سے متاثر ہونے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فرماتے ہیں۔

(اللہ ایک ہے۔ اس کا نام سچا ہے۔ وہ خالق حقیقی ہے اس کو کسی

- کا خوف نہیں۔ کسی سے عداوت نہیں۔ وہ لالچ اور تقاضا بالذات ہے۔
- ۲۔ اسے نایک! اگر کوئی سمجھے تو دنیا میں سب کچھ اعمال پر منحصر ہے۔ نیک اعمال ہی سے اچھا پھل مل سکتا ہے۔
- ۳۔ اسے نایک! ایذا، حرص اور طغیانی کی نمریاں ہیں، جو ان میں گرتا ہے وہ تذبذب جاتا ہے۔
- ۴۔ جو لوگ ایشور کی حفاظت میں آجاتے ہیں۔ وہ سب دکھوں سے نہایت پا جاتے ہیں۔ ایشور چمکتی کے بغیر زندگی عیب سے ہے اور بڑھتی (موجود خدا) کے بغیر ہر گھڑی بیکار ہے۔
- ۵۔ اسے جانیو! ہم دیوی دیوتا کی کیوں پوجا کریں ان سے کیا مانگیں۔ وہ کیا دے سکتے ہیں۔ ان کی پوجا تو ایسی ہے۔ جیسے پانی میں پتھر تیرا نہیں۔
- ۶۔ عاقبت میں ذات اور جہنم نہیں پوچھیں گے۔ بلکہ صرف اعمال پوچھے جائیں گے۔
- ۷۔ دانش مند سوئے دل دھوئے
مسلمان سوئے دل کھوئے
- دعوتِ وہ ہے جو دل صاف رکھے اور مسلمان وہ ہے جو دل کا میل دھو ڈالے۔
- ۸۔ اسے مسلمانو! محبت کی مسجد بناؤ۔ اس میں سہانی کا مٹھلے پھاؤ۔ حق و حلال کا قرآن پڑھو۔ شرم کو سنت سمجھو اور صلح کا مدد قرار دو۔ تو تہ پہلے مسلمان بنو گے۔
- ۹۔ اسے مسلمانو! انہیں پانچ نمازوں کے نام بتاؤ۔ اقل سہائی۔ دم حلال کی کمان۔ سوگ یا مہلی۔ چہارم نیک نیتی۔ اور پنجم خدا کی راہ میں

حضور میں بیٹھ کر ان کے ساتھ رہا۔

سید توحید نے اپنے گروا کو ایک جگہ پر بلوایا اور پوچھا کہ تمہاری تہنیتیں عرفان
 بکھیرنے کے بعد کونسا کو وہ گراسے غلط ہونے لگا اور اب ہمارا واسطہ پر گیا
 ہے۔ ان کے پاس کیا چیزیں تھیں، جن کی کوئی کئی شہید بھی نہیں رہی۔ کہا بابا جی
 کا وہ سہرہ گیر پیغام محبت اور کہا سکھوں کا مظاہرہ بیہوشی اور بربریت میں
 تھا۔ یہاں کہ ہندو مسلمان سب اپنے اپنے مذہب کے قدر جاننے لگے ہیں
 اور ان کا تعلق اپنے اصلی پیغام سے بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ لیکن سکھوں
 کو تو بابا جی سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی۔ کتنا ظلم ہے کہ جو قوم بابا جی کی
 طرف منسوب ہے اس کے خلاف فساد کو اپنا شعار بنالیا ہے جس کا نتیجہ میں
 مسلمانوں کا خون بہا ہے۔ ستر ہزاروں شہداء ان کی عصمت لگی۔ وہ بچوں
 کو پھانسی سے لٹکا کر ہٹا دیا اور بچے لگا لگا وہ عورتوں کو
 لاکڑوں سے پکڑ کر دو حصوں میں چیر دینا۔ وہ پل آڑا کر گاڑیوں پر گاڑ دیا
 وہ دیڑوں میں گرا دینا۔ وہ دفعہ خود لٹاؤں کو ایک ٹکڑے میں بند کر کے
 آگ لگا دینا اور ہلاک ہونے والی کراہیوں کو آگ میں سن کر اٹھیل
 آچھ کر یہاں تک لٹکا کر۔

کیا بابا گرو نانک علیہ الرحمۃ کی تعلیم یہی تھی۔ اگر آج بابا جی جنٹلے کے
 درجہ کو ان کے تہنیتوں کو توڑوں تو دیکھ پاؤں تو وہ گت رہ جائیں۔
 میرا مقصد ان کے عقائد کو ان کے انہیں اور وہ خدا کی رحمتوں کو دیکھنا
 چاہتا ہے۔ بلکہ تمہیں اپنے گرو کی مقدس تعلیم اور ان کے بلند معنی کی
 طرف متوجہ کرنا ہے اور ان کے پیغام کو سن کر ان کے پیغام کی بنیاد لگانا ہے
 جہاں پہلے کراہیوں نے ان کے پیغام کو لٹکا کر ان کے عقائد کو توڑا

پھیلے گا۔ جہاں صرف اعمال معیارِ انسانیت بنیں گے اور جہاں ابو آدم
 نڈا پنڈت گیانی اور ہادری کی انسانیت کش تمدنیب سے محفوظ
 رکھائے گا۔

اتھ! کہ اب بزمِ جہاں کا ادبی انداز ہے
 دیکھ! پھر انسانیت کے درد کا آقا ہے
 (اقبال بہ ترمیم)

رسولِ عربیؐ

اے اقوامِ عالم! خدا سوچو، کہ یہ سزا ہر انبیاء، یہ شمعِ الوہیت کے پرکانے اور صداقت کے دیوانے کس مقصد کے لیے اس قدر مصائب برداشت کرتے رہے۔ حضرت بدر شاہی حملات کو چھوڑ کر کسی بے جنگوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ حضرت کرشن نے کیوں بڑی بڑی سلطنتوں سے ٹکر لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خلاف کیوں لوٹے بغاوت بلند کیا اور کس لیے ایک بے آب و گیاہ صحرا میں اپنی قوم کو لے کر چالیس برس تک پتے نہ پتے وہ کس جلوۂ نظر فریب کا کرشمہ تھا کہ ان میں سے بعض آگ سے چیرے گئے۔ ہزار ہا قتل ہوئے۔ کچھ ہاتھیوں تلے روندے گئے۔ اور بعض آگ میں زندہ پھینکے گئے۔ لیکن یہ اپنی ہمت سے باز نہ آئے۔ اور مسلسل اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ کیا یہ سب کچھ مکرو فریب تھا۔ کیا انکا مقصد صرف دنیا کی دولت سمیٹنا اور اپنی تجارت کو چمکانا تھا۔ کیا یہ سب لوگ معالیٰ اللہ مکار فریب، جھوٹے اور کھیرے تھے۔ اور پھر لطف یہ کہ آخری دم تک ان میں سے نہ کوئی نائبِ نبیؐ ہوا، نہ اپنی دُھس سے باز آیا اور نہ ایک پائی تک وراثت میں چھوڑ کر مرا۔ کیا جھوٹ اور فریب کو اپنی عظیم الشان کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ ہزار ہا سال گند جانے کے بعد بھی ان کے نام اور مشی دنیا میں زندہ ہیں۔ اللہ کے نام ایساؤں کی تعداد کو لکھوں سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور ان کے پاؤں پر تمام کائنات سجدہ ریز نظر آتی ہے۔

درحقیقت یہ لوگ شکارِ فریب نہیں تھے۔ بلکہ ہم ہیں، جو ان کے بے پناہ مقرر بانیوں ان کی واحد خدمات اور ان کے بے شمار احسانات کو سنبھال کر ان میں سے بعض کو عبورِ ثناء اور بعض کو گشتیا سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ہونے جلیل المقدر دستاویز کو پرکھ کے برابر وقعت نہیں دیتے۔ انہیں پڑ سے اور سب سے بغیر مسترد کر دیتے ہیں۔ انسان کی کل نظریہ، کم فہمی، حماقت اور خود فریبی کا اندازہ لگائیے کہ انبیاء کے مقابلے میں اس کی حیثیت بدرجہ کے ایک کیڑے سے زیادہ نہیں۔ لیکن وہ ان خدائی ماہرین پر عقو کئے سے نہیں شرماتا۔ وہ کتاب کائنات کی ایک سطر تک نہیں بھٹکتا۔ لیکن اللہ کا انقلاب الگیز کتابوں پر خطِ نسخ کینہنے سے باز نہیں آتا۔ اس سے خدا پوچھو کہ تو ہے کیا۔ اور تیری مقدار کیا؟ اسی برس کی زندگی میں تونے کتنے بد معاشوں سے بد معاشی چھڑائی کتنے چودوں کو جذب شہری بنایا۔ کتنے شرابیوں کو راہِ راست پر ڈالا کتنے غنڈوں کو خادمِ خلق بنایا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر صرف ایک بد معاش ہایت کی خاطر تیرے حوالے کیا جاتا، تو یہ حقیقت تہہ پہ کھل جاتی۔ کہ کسی کو نیک بنانا کس قدر صبر آزا اور دشوار فرض ہے اور کچھ وہ مشکل کام تھا جو ان انبیاء کے سپرد کیا گیا اور انہوں نے اس فرض کو یوں سرا بنام دیا کہ باطل کے ٹہے بڑے محل و مہرام سے زمین پہ آسے۔ صداقت کی تہلیاں، فسق و فجور کی ظلمتوں کو چیر کر نکل گئیں۔ دلوں کی دنیا میں لاکھوں زلزلے آئے ان سے خبر و معرفت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ اور ابنِ آدم کے نق و ورق صحرا پہلہائی چھٹی کیستیا میں بدل گئے۔

اسے اہلِ عالم!

تم ایک دوسرے کے شعراء و حکما کی عظمت کو تسلیم کرتے ہو تم سب کا حاکم

غالب، کالیداس، ٹیگور، ٹیکسپیئر۔ ڈائٹے، گوٹے۔ البیرونی۔ ابن سینا
 ہرہٹ پنسر۔ آئی سٹائن۔ ویاس۔ ملک اور گاندھی کے سامنے سر جھکاتے
 ہو۔ یہاں تک کہ تم رستم نندک پہلوانی، رام سدتی کا غیر معمولی قوت جسمانی
 اور خدا بخش بنگالی کی شہدہ بازی پر ایمان رکھتے ہو۔ لیکن جب ہمیں انسانیت
 کے حسین اعظم یعنی انبیاء کے سامنے سر تعظیم خم کرنے کو کہا جاتا ہے تو تم مہاگ
 نکتے ہو۔ نہ جانے اس راہ میں کون سے وہ کمنٹے ہیں۔ جن سے تمہاری عقیدت
 کی کعب پا مجروح ہو جاتی ہے۔ کبھی تم کہتے ہو کہ فلاں رہنما جہاد کی تبلیغ کرنا
 برا اس لیے قابل قبول نہیں۔ میرے نادان بھائیو! سوچو کہ اگر ایک لمحہ کے
 لیے جہاد کا اصول ختم کر دیا جائے، تو دنیا فتنہ فساد، ٹوٹ مار اور مار دھاڑ
 کا ہشرستان بن جائے۔ تمہاری آزادیاں ختم ہو جائیں۔ تمہارا چین جاتا رہے۔
 تمہاری دولتیں اور تمہاری خواتین کی عصمتیں لٹ جائیں۔ یہ تلوار ہا کا اعجاز
 ہے۔ گرفتاروں اور بد معاشوں کا دستِ حرص تم تک نہیں پہنچ سکتا۔

امریکہ کا بڑا عظیم سرخ و حشیوں کا مسکن تھا۔ وہاں انگریز پہنچے جہاد کے
 بن پر حکومت قائم کی اس جہاد کے نتائج دیکھو کہ آج اہل امریکہ علم و دانش میں
 دنیا کے امام بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح عہدِ قدیم میں ہندوستان ایک سیاہ
 رنگ، اجالی اور وحشی قوم کا وطن تھا۔ وسط ایشیا سے آ رہے اچھوے ان کے
 ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے میں دید مقدس، وہ ہندوستان میں
 پہنچے اور ان کے دم قدم سے یہ زمین ہم پائیہ آسمان بن گئی۔ چھٹی صدی عیسوی
 میں عرب، عراق، ایران، مصر اور یورپ گناہ و جہالت کی ظلمتوں سے تاریک
 ہو رہے تھے۔ عرب سے ایک مصلح آتشیں شریعت لے کر اٹھا۔ اس نے قیصر
 کسرو کے ظالمانہ اور مستبدانہ نظام حکومت کو الٹ کر ایک ایسی جمہوریہ کی

بنیاد ڈال دی۔ جس میں ہر فرد کی ذاتی صلاحیتوں کو چھونے چلنے کا موقع ملے۔ اور اسی صحرا سے جہاں قتل و غارت، نمار بازی، شراب خوردگی اور حرام کاری کے بغیر کوئی اور چیز موجود ہی نہ تھی، حکمت و دانش کے وہ سیلاب ٹھوسٹ نکلے کہ بغداد سے سپین تک جل تھل کا عالم ہو گیا۔ ہمارے شہرہ آفاق حکماء و مفکرین سے ایک دنیا مستفید ہوئی اور رفتہ رفتہ فرادانی علم کی یہ کیفیت بگٹی۔ کہ جب ہلاکو خاں نے ۱۲۵۸ء میں بغداد کو تباہ کیا تو وہاں بہتر لائبریریاں موجود تھیں، جن میں کتابوں کی مجموعی تعداد چار کروڑ کے قریب تھی۔

ہندو بھائی نظریہ جہاد کے سخت مخالف ہیں۔ میں ان سے صرف ایک بات کہتا ہوں، کہ اگر تم واقعی جہاد کے خلاف ہو تو اپنی حکومت چھ دو باڈی ڈالو کہ وہ فوجوں کو نوڑ کر عدم تشدد کا اعلان کر دے اور پھر دیکھو کہ تم کتنے دن زندہ رہتے ہو۔ منہ سے آمہنسا و عدم تشدد کا پرچار کرنا آسان ہے۔ لیکن ایک ایسی دنیا میں رہ کر جہاں جرم کے ہاتھ بہت بے ہیں جہاں گناہ کے سائے بہت ہییب ہیں۔ اور جہاں تلوار کا ڈر دہر ہوتے ہی شرافت خندا پن کا رپ بدل لیتی ہے۔ اس پر عمل کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ یہ تلوار ہی کی برکت ہے کہ تم واگہ سے کلمتہ تک بلا خوف حکومت کر رہے ہو۔ تم اپنے گھروں میں چین سے بیٹھے ہوئے ہو۔ تمہارا تمدن ترقی کر رہا ہے۔ تمہاری تہذیب درخت چنار کی طرح پھیل رہی ہے۔ تمہاری علمی کیتیاں بسنت کی سرسوں کی طرح لہلا رہی ہیں اور تم ایک حسین مستقبل کی تعمیر میں باطنیان تمام مصروف ہو۔ اگر تم آج تلوار پھینک دو۔ تو اس کلی کی طرح جیسے گھمپیں توڑ کر ہاتھ میں مسل دیتا ہے۔ تمہاری زندگی آنا فنا ختم ہو جائے اور بے رحم مودع تمہیں تاریخ کے قبرستان میں ہمیشہ کے لیے سلا دے۔

جہاد کے خلاف وہی لوگ آواز اٹھاتے ہیں جو زندگی کی تلخیوں سے
نا آشنا ہوں۔ جو حسانی حیات کو کسی برہمن کی آنکھ سے دیکھنے کے عادی
ہر پکے ہوں۔ اور جو صرف مخالفت کی خاطر مخالفت کرتے ہوں۔ ورنہ تلوار
انہی ہی ضروری ہے۔ جتنا پیری کے لیے عصا۔ جوانی کے لیے طاقتور بازو اور
آرٹ کے لیے اعجاز نگار قلم۔

کبھی تم انبیاء کو تسلیم نہ کرنے کا یہ عذر پیش کرتے ہو۔ کہ انہوں نے شادیاں
کی ہوئی تھیں۔ جھٹلو۔ اگر شادی کا سلسلہ نہ ہوتا تو انبیاء کہاں سے پیدا ہوتے
اور تم کیسے عالم وجود میں آتے۔ تم جانتے ہو کہ بحر حیات کی سب سے بڑی
بہر اور آتشکدہ گینتی کا سب سے بڑا شعلہ جذبہ جنسیت ہے۔ اگر اس
جذبہ کی تسکین کے لیے جائز وسائل اختیار نہ کئے جائیں، تو یہ اُسبگر نظر اخلاقی
کے تمام درد دیوار کو گرما دیتا ہے۔ اللہ نے عورت مرد کے لیے پیدا کی ہے۔
اور مرد کے نظام جسمانی کو نسوانی تقاضوں کے قالب میں ڈھال کر بنایا ہے۔
مجھ میں نہیں آتا کہ انبیاء نے کیا خاص قصود کیا ہے۔ کہ انہیں اس جذبہ کی تسکین
کے جائز وسائل سے محروم کر دیا جائے۔ سوائی دیا نند نے عورت کو مرد کی
روحانی ترقی کی سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا تھا کہ ان کے پیر و عورت
سے فائدہ رہی۔ لیکن سب سے پہلے خود سوائی جمنے اس غیر نظری ہدایت کی
خلاف دزدی کی ادھر ادھر میں جا کر ایک عورت سے شادی کر لی۔ ہندوستان
کی سرزمین میں روحانیت کا روشن ترین پیکر اور انسانیت کبرٹی کا عظیم ترین
منظہر حضرت رام چندر جمتھے۔ کیا کوئی صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ ان کی سیتا
ان کی روحانیت میں کیوں رکاوٹ نہ بنی اور جہاں تا گاندھی کی ماہ میں ان کی
بیوی کیوں آڑے نہ آئی۔ بے روحانیت اور تہجد کا غلط نظر ہے ان پندتوں کا

قائم کیا ہوا ہے۔ جنہیں یا تو کسی عورت نے پسند نہ کیا اور یا نفس کشی کی خود ساختہ راہوں پر چل پڑے۔ وہ خدا نے کسی الہامی کتاب میں عورت سے بھاگنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر خدا نے عورت کو معانیت کی راہ میں مدد کا دست نہیں سمجھا۔ تو پھر اسے پسند تو! انصافاً کہو کہ ہم تمہاری بات کیوں سنیں اور بات سنی ایسی جس پر تمہارے اسلاف عمل کر سکے اور نہ ان کے اُخلاف۔

ہمارے ہندو بھائی رسولِ عربی کو تسلیم نہ کرنے کا ایک حذر یہ پیش کرتے ہیں کہ بعض مسلمان حملہ آوروں نے ان کے بت توڑ ڈالے تھے اور ان کے مسابد کی بے عزتی کی تھی۔ الزامِ درست، لیکن اس میں قرآن و رسول کا کیا تصور! ہمارے رسول کے صحابہ نے چالیس لاکھ مربع میل پہ قبضہ کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی وسیع سلطنت میں ایک گرجا نہ گرایا۔ ایک آتش کدہ سرد نہ کیا اور کسی بت کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ مذہب میں جبرگناہ ہے۔ ہمارے رسول بارہ سال تک مکہ میں رہے آپ نے کعبہ کے من سو ساٹھ بتوں کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھا۔ لیکن جب تمام اہل مکہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے مل کر التماس کی کعبہ سے بتوں کو ہٹایا جائے تو حضور نے ان کی منمنہ التماس کو منظور فرمایا۔

۱۹۲۷ء کے فسادات میں ہندوؤں اور سکھوں نے مل کر دس لاکھ مسلمان قتل کئے۔ ان کی مساجد جلائیں۔ اور دیگر مقدس مقامات کی بے حرمتی کی۔ ظاہر ہے کہ ان مظالم کی ذمہ داری مقدس گیتا اور گرتھ پر عائد نہیں ہوتی۔ اسی طرح غزنوی کی بت شکنی قرآنی ہدایات کا نتیجہ نہیں تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ قرآن سنگ پرستی کے خلاف ہے۔ لیکن قرآن نے سنگ شکنی کی ہدایات قطعاً نافذ نہیں کیں۔ رسولِ عربی کے بت پرستی کے خلاف اسی طرح تبلیغ کی۔

جس طرح حضرت بُدھ اور حضرت کرشن آپ سے پہلے کر چکے تھے۔ دنیا کا کوئی پیغمبر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ انسانی عظمت پتھر کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ اس لیے ہر نبی نے ہر زمانے میں بتوں کے خلاف پرچار کیا۔ لیکن انسانی ہمت کی داد دیکھئے کہ جو نبی پیغمبر رخصت ہوا۔ خدا کے گھر بتوں سے صبر گئے۔ اور انسان اپنی حاجات کے لیے بے جان پتھروں کے سامنے ریگلتے اور گڑبڑانے لگا۔

بعض لوگ انکار انبیاء کا یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ ظلالِ نبی نے عبادت کا نیا طریقہ جاری کر دیا تھا۔ جہلا آپ کو کیا تکلیف پہنچی۔ خدا مشرقِ مغرب شمال جنوب ہر طرف موجود ہے۔ کسی طرف مُنہ کرنا اسے سامنے پاؤ گے اگر تم شمال یا مشرق کی طرف مُنہ کر کے نغمہ گارے ہو اور کوئی مغرب کی طرف متوجہ ہو کر یہی کام کر رہا ہے۔ تو تم اس سے اُجھتے کیوں ہو۔ یا تو ثابت کرو کہ خدا صرف مشرق کی طرف ملتا ہے۔ اور اگر ثابت نہ کر سکو، تو دوسرے کو شمال کی طرف رخ پھیر کر دنا مانگتے دو۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔ تم کیوں ٹھنڈے کر اُس کے پیچھے پڑو۔ کیوں مساجد میں اُس پر ہم برسائو۔ اور کیوں اس کے کلیسا کو بارود سے اُٹاؤ۔

بعض یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ رسولِ عربی نے اپنا مذہب بلا در شمشیر پھیلا دیا تھا۔ خدا کے لیے سوچو کہ کیا تلوار میں اتنی ہمت ہے کہ وہ رُوح کی چٹانوں کو کاٹ سکے یا ایمان کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکے۔ تم اپنے جیلوں ہتھیاروں اور کرٹوں کے بل پر چند چوہوں سے بد معاشی نہیں چھڑا سکتے تم انہیں سزائیں دے کر چھوڑتے ہو اور وہ پھر مجرم کہتے ہیں۔ پھر تمہاری تلوار میں یہ ہمت کہاں کہ وہ کسی نیک انسان سے اس کا ایمان چھین سکے۔ اگر تلوار سے

مذہب بدل سکتا ہے تو آئیے گوارا میں دیتا ہوں اور آپ خدا نذیریوں اور مہندیوں میں جا کر اس نئے کوازمیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ قبائل بے حد جاہل اور متعصب ہیں تو میں عرض کروں گا کہ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا تو وہ آج سے ہمدت زیادہ جاہل، جنگجو اور وحشی تھے۔ آج تو ان میں میٹرک اور بی۔ اے پاس تک مل جاتے ہیں۔ اور اس زمانے میں ان کی زبان میں تعلیم کا لفظ تک موجود نہ تھا۔ مذہب ایک عجز پر ترین تعصب اور ہٹ کا نام ہے۔ جسے چھوڑنا گوشت سے ناخن کو جدا کرنا ہے۔ مذہب بدلنے سے پہلے دل و دماغ میں خوفناک زلزلے آتے ہیں۔ اللہ کان چھتے ہیں۔ تمام ماحول میں تذبذب کا دھواں چھا جاتا ہے۔ ہر قدر اتنی سے ایک نئی کرن پھوٹتی ہے۔ جو رفتہ رفتہ تمام مطلع پہ پھیل جاتی ہے۔ تنہا یا ناپننے لگتی ہیں۔ ظلمتیں سیاگ نکلتی ہیں۔ اور دل و دماغ میں فورد سرور کی اک نئی دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ اور اس کیفیت کا ناکار ہے تبدیل مذہب۔ یہ تبدیلی فکری انقلاب کا نتیجہ ہوتی ہے۔ تاکہ تلوار یا ڈانگ چلانے کا۔ جو لوگ اسلام کو ایک ذہنی زلزلہ اور ایک فکری معشر نہیں سمجھتے بلکہ اُسے ڈانگ ماروں کی دھما مہلی قرار دیتے ہیں۔ وہ فلسفہ مذہب سے قطعاً نا آشنا ہیں۔

اے ساکنانِ گیتی!

رسولِ عربیٰ دنیائے انسانیت کے اتنے بڑے مہسن ہیں کہ آپ ان کے احسانات کا شکر یہ قیامت تک ادا نہیں کر سکتے۔

عرب ہر مومنے زمانے با شدت !
شکر یک نعمت گھوٹی از ہزار (سعدی)

(۱) آپ کی آمد سے پہلے تم لوگ ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔

ایک دوسرے کے انبیاء و صحائف پہ کھڑا اچھال رہے تھے۔ آپ نے تمام انبیاء و صحائف کی تصدیق فرما کر تمہارے اختلافات کو ختم کیا۔

(۲) تمہاری کتابوں کی زبانیں مرچکی تھیں۔ آپ نے ان تمام کتابوں کی شریعت

کو ایک ایسی زندہ و محکم زبان میں دوبارہ پیش کر دیا۔ جس کو بولنے والے گیارہ

کھڑا دیکھنے والے پندہ کھڑے زیادہ ہیں۔ ابدی بچا وجہ ہے کہ اسلام

کی تعلیمات میں اب تک کوئی خاص ہنگامہ نہیں پاسکا۔ اگر ایک مولوی

کوئی خود ساختہ اصول پیش کرے، تو اس کی تردید میں پندہ کھڑے

سے زیادہ آدماریں بلند ہوتی ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ جعلی احادیث

کی ماہ سے بعض غلط تصورات اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ لیکن

ہمارے صحیح الخلیل علما کی بہت بڑی تعداد ان کی بیخ کنی میں مصروف

ہے۔ اور دیر درندہ اپنی طرقات کا خاتمہ ہو کر رہے گا۔ اور دوسری

طرف پنڈتوں اور پادریوں نے تمہارے غائب کا وہ منگیا ناس کیا

ہے کہ تمہارے عقائد اور تمہارے صحائف میں وعدہ کا تعلق بھی باقی

نہیں رہا۔ اور پھر زیادہ قابل انسووس حقیقت یہ ہے کہ تمہارے ہاں

صحیح الفکر نقائص کی کمی ہے۔ جو اٹھتا ہے اور ہاں و باطل کی

عملیات کو اور آدھا کر جاتا ہے۔ آریہ سماج اور پروٹسٹنٹ گروہ سے

کچھ امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن پنڈت بیکرام اور نوٹھر کے بعد یہ میدان بھی

خالی ہو گیا۔ اور اب پادری اور پنڈت کا الجھا ہوا دماغ الہام کی وہ وہ

تلاشیں پیش کر رہے۔ تثلیث، کفارہ، عبادتِ اجمار اور دیگر

خرافات پر نصاحت کے وہ دیا بہار رہے کہ انسانیت سرپیٹ

رہی ہے۔

(۳) تم ہر نبی کو ایک نئے مذہب کا نانی سمجھے بیٹھے تھے۔ تم حضرت کریم اور حضرت مسیح کے اسی ارشادات کو تمہارا چمکے تھے کہ ہم کوئی نیا مذہب کے کر نہیں آئے۔ بلکہ مذہب انزل سے ایک ہے اور ہم اسی کی تجدید کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ نتیجتاً تم ایک دوسرے کو کافر و مرعوب سمجھتے تھے رسولِ عربی نے انبیاء سابقہ کے اس اعلان کو پھر دہرایا اور فرمایا کہ اے انسانو! مذہب ایک حقیقت ہے۔ حقیقت ہر زمانہ میں ایک رہتی ہے۔ تم ایک ملت اور ایک گھرانہ ہو۔ تمہارا مذہب ایک تھا، ایک ہے اور ایک رہیگا۔ اسلئے ایک دوسرے سے صفت اٹھو۔

(۴) تم نے جوائے اعمال کو چند عقاید سے باندھ رکھا تھا۔ اھ کہتے تھے کہ ظالم عقیدہ کے بغیر اعمال ضائع ہو جاتے ہیں رسولِ عربی نے پوری طاقت کے ساتھ اعلان فرمایا کہ اعمال ضائع نہیں ہوتے اور بلا لحاظ مذہب ہر نیک اعمال انسان اپنے اعمال کا صلہ پاتا ہے۔

ان اللہا کیس بنظلام
وان اللہ کسی اللسان پر قطعاً ظلم
بَلْعَبْدِیْنَ
نہیں کرتا

(۵) تم ایک دوسرے کی کتابوں کو غلط سلط اور محرف قرار دے رہے تھے۔ رسولِ عربی نے نہ صرف ان کی صداقت کا اعلان کیا، بلکہ حاملینِ قرآن کو انکا محافظ بنا دیا۔ (رَوِّیْہِمْنَا عَلَیْہِمْ)

میں بھر تمامت اعتراف کرتا ہوں کہ ہمارا مولوی قرآن کی بلند سیاست کو سمجھ سکا اور اُس نے صحائفِ اولیٰ پر بے پناہ بیماری کی۔ لیکن مولوی کی یٹھی کا زنا اب ختم ہو چکا ہے۔ اسوقت ایسے لوگ مذہب کے

میدان میں آرہے ہیں۔ جن کی فکر راسخ جہاں کہن کو پیام مرگ دے
 رہی ہے۔ اور ایک ایسے دور کی بنیاد ڈال رہا ہے۔ جس کا نظام ہوگا
 ہمہ گیر محبت اور جہاں لگیر اخوت۔

(۶) حضرت سے پہلے عوام سلاطین کی خدمت کے لیے وقف تھے۔ اپنے
 دیا کہ کسبتہ القوم خادۃ صہسہ۔ امیر قوم کا کام خدمت
 قوم ہے۔ عرب کے گرد و نواح میں وہ بڑی بڑی سلطنتیں تھیں۔ یعنی
 سلطنت قیصر اور حکومت کسریٰ۔ مگر ان کے باوجود نہایت ظالم اور حیا ش
 تھے۔ یہ لوگ سلطنت کی آمدنی ذاتی عیش و آرام پر بہا کر رہے تھے
 انہوں نے کروڑوں انسانوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ یہ بڑے بڑے مملکت میں
 وہ کریش دستیق کا داد دے رہے تھے۔ لیکن دوسری طرف حضور علیہ السلام
 نے ساری زندگی کھد کے صرف ایک جوڑے میں گزار دی۔ تین تین ماہ تک
 ان کے چولے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ سات سات دن تک پیٹ پر پتھر
 باندھے پھرتے تھے۔ جب خیبر کے ہاں قلعہ فتح ہوئے اور حضور شہر
 میں پیشیت فاتح داخل ہوئے، تو جانتے ہو کہ وہ کس رنگ میں داخل ہوئے
 تھے۔ ایک گدھے کا برہنہ پیٹھ پر سوار تھے اور گدھے کے گلے میں رسی کی
 جگہ کھجور کے پتے باندھ رکھے تھے۔ آپ کا روزانہ معمول یہ تھا کہ صبح
 کے نو بجے تک محو عبادت رہتے۔ پھر گھر جاتے دہاں چھوٹے چھوٹے
 کام کرتے۔ مثلاً چارہ پانی اور جوتے کی مرمت، جھاڑو پھیرنا اور کبھی کبھی اپنے
 کپڑے دھوتا۔ ایک بکے پھر مسجد میں تشریف لے آتے۔ ظہر و عصر کے
 درمیان عدالت کرتے۔ انتظامی امور کی طرف توجہ دیتے۔ گورنر کی بھیجی
 ہوئی رپورٹیں سنتے۔ بیت المال کے حسابات کھل کراتے۔ نئی مہمات کے

یہے فرج، راشن اور اسلحہ کا بندوبست کرتے۔ رات کو ایک بچے تک
 خود جا رہتے۔ اور پھر دو گھنٹے آرام فرماتے۔ آپ کے ہاشینوں کی یہ
 کیفیت تھی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ (رضی اللہ عنہ اولیٰ) کو چھٹی چھوٹی بہنیاں مگلی
 میں گھیر لیتیں اور کہتیں۔ ہمارے اچھے آباء آؤ ہماری بکریوں کا وعدہ دہ
 جائے۔ پھر یہ گزیا کی شادی میں شمولیت کرو اور آپ ان چھٹی چھوٹی بھانڈوں
 کو منظور فرماتے غلیظہ قدم کی یہ حالت تھی کہ مدینہ کی مدد درمن نانا اور سوا
 کے گھر میں سحر کو جاتے۔ ان کے گھروں میں بھانڈو پھرتے اور ان کے
 گھروں میں پانی سہرتے۔ جب ایک بستی میں ایک عورت کو دیکھا کہ خالی
 پانی ہنڈیا میں ڈال کر سجد کے پے کو پہلا رہا ہے، تو بیت المال سے
 مدینہ راشن نیکوایا اور اپنی پیٹھ پر اٹھا کر سات میل مقدار اس کے گھر میں
 پہنچا آئے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کوئی فریاد لے کر آیا تو دیکھا کہ آپ ایک
 زیر تعمیر مکان کے سامنے میں زمین پر سو رہے ہیں اور ٹانگیں گارے سے
 لٹھری ہوئی ہیں۔ ایک رات آپ پہرہ دے دے تھے کہ ایک نمبر
 سے آپہیں کراہنے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ ایک مسافر بدو کی عورت
 دوزخ میں مبتلا ہے۔ فوراً گھر میں آئے۔ عقود اس واقعہ، کچھ کمزوریں اور
 بیگم کو ساتھ لے کر خیمہ میں جا پہنچے۔ بیگم نے دایہ کے فرائض ادا کئے۔ اور
 جب بچہ پیدا ہوا تو بیگم نے آواز دی۔ "اے امیر المؤمنین! اپنے نکلت
 کو پیشے کی دلالت پر مبارک دیکھئے" "امیر المؤمنین! لفظ سن کر تہ
 دہشت زدہ ہو گیا اور گامعذرت کرنے۔ آپ نے اسے اطمینان
 دلایا اور فرمایا کہ امیر کا فرض ہی خدمت کرنا ہے امت سبھو لیے کہ فیصو
 کسری کو تباہ کرنے والے ہی عمر شتے اور ان کی سلطنت خجالت سے لیا

ہمک اور نوح سے جبرو خضر کے شمالی ساحل تک پچیس لاکھ مربع میل میں پھیلی ہوئی تھی۔ خلیفہ سوم ابد چہارم ہونا فرش خاک پہ آرام فرمایا کرتے تھے اور بعد کے ایک خلیفہ عمر بن عبدالعزیز بھی یہ کیفیت تھی کہ ایک رات پرانے کی روشنی میں سرکاری کام کر رہے تھے۔ کہ کوئی شخص ملنے آ گیا۔ آپ نے چراغ بجھا دیا اور پوچھنے پر فرمایا کہ میں ذاتی ملاقات پر سرکاری تیل جلانا بدویا نہیں سمجھتا ہوں۔ ان تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے سلطنت کو نیا تنظیم پیش کیا۔ یعنی امیر قوم کو خادم قوم بنا ڈالا۔

(۷) حضور کے زمانے میں جڑے جڑے مذہب تھیں تھے۔ عیسائیت، ہندو دھرم اور بدھ مت۔ تینوں مادیت کے دشمن تھے۔ ان کے مذہبی رہنما نکاح تک سے گریزاں تھے۔ ان کے ہاں روحانیت کا کمال نفس کشی تھا۔ یہ دنیا کی تمام نعمتوں سے نفور، جگہ کشی، استغراق سنیاں اور خشک رہبانیت کے شیدائے تھے حضورؐ نے اس سلسلہ میں یہ انقلاب انگیز اعلان کیا کہ مذہب دین دنیا اور مدح و جسم ہر دو کی بہتری کا نام ہے۔ جسم کو کچلنے اور خدائی نعمتوں سے بھاگنے والا خدا کو ہرگز پسند نہیں۔ آخر اللہ نے دنیا میں بے شمار قسم کے صل اور خدائیں کس لیے پیدا کیں۔ یہ ہوائیں کس کے لیے چلائیں۔ چشمے کس کے لیے جاری کئے اور سطح زمین کو حسین پھیروں سے کس کی خاطر آراستہ کیا۔ صرف انسان کے لیے۔ اگر انسان ان چیزوں سے منہ موڑ لے تو پھر ان تمام لذات و نعم سے کون متع ہوگا۔ حقیقتاً مدح و جسم میں آفتی ابن آدم پر حضورؐ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ ورنہ اگر ان پنڈتوں اور پادریوں کا داؤد ہل جاتا تو انسان بیٹریوں اور

دیکھیں کہ پہلو جنگوں میں زندگی گزار رہا ہوتا اور یا منہ پر راکھ مل کر فاروں میں اُلوں کی طرح ٹھونڈ کے نعرے لگا رہتا۔

(۸) حضورؐ کی بعثت سے پہلے توحید کا تصور تک دنیا سے مٹ چکا تھا۔

انسان نے لاکھوں خدا تراش رکھے تھے۔ پونچھوں والے، حبیب جبروں والے دس دس صوفوں والے، جن کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کے ہار

سُوا کرتے تھے۔ انسان کا ذہن ان حبیب و غریب خداؤں کے ہجوم میں معطل ہو چکا تھا اور اس کے دل و دماغ پر بیم و مہراس کی گھٹائیں

چھائی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ خدا ایک ہے۔ یہ وہ حبیب و لاکھ تھی جن سے بتکدنوں میں زلزلہ آگیا۔ آتش کدے بجھ

گئے۔ اور صنم منہ کے بل گر کر اللہ احد کا ورد کرنے لگے۔ آج اگر سر زمین ہند میں بابائیک اور سوامی دیانند کے پیر توحید گا پر چار کر

سہے ہیں۔ تو یقیناً جانتے کہ یہ سب کچھ اسی پیغام کی صدائے بازگشت ہے جو حاطین قرآنؑ نے ساکنانِ گیتی کو دیا تھا۔ ایک نسل انسان کو لاکھوں

خداؤں کی غلامی سے چھڑانا رسولِ عربیؐ کا بہت بڑا کارنامہ ہے اس میں کلام نہیں کہ ہر اہمائی صحیفہ نے توحید ہی کا درس دیا تھا۔ لیکن

دنیا ابی دس کو سمجھ چکی تھی اور خدا کے بغیر دیگر معبودوں کی پرستش میں گرفتار تھی۔

(۹) رسولِ عربیؐ کا ایک اور احسان یہ تھا کہ آپؐ نے مطالعہ قدرت کا درس دیا اور تسبیح و تہنیم کی ہدایات نافذ کیں۔ اس اجمال کی تفصیل میری کتاب ”دعوتِ قرآن“ میں دیکھیے۔

(۱۰) حضورؐ کے فیضِ تعلیم سے اسلام میں حکماء و فلاسفہ کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا

جس نے انسانی تہذیب میں چار چاند لگا دیئے۔ رفتارِ فکر کو تیز کر دیا اور اُس روشن فہم کی بنیاد ڈال دی جس کے جلوے آج آپ کے سامنے ہیں۔ آج کا یورپ ہمارے فارابی، الکندی، ابوعلی سینا، ابن رشد، الغزالی، البخاری، ندوی اور الرازمی کے بارِ احسانات کے نیچے دب گیا ہے۔ علومِ جدیدہ اور تہذیبِ حاضرہ کی جو عظیم الشان عمارت آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بانیانِ اول یہی لوگ تھے۔

تو یہ ہیں وہ چند احسانات جو رسولِ عربی صلعم نے نسلِ انسانی پر کئے تھے میں فرطِ عقیدت میں کوئی بڑ نہیں ہانک رہا۔ بلکہ ٹھوس حقائق پیش کر رہا ہوں جن سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے۔ جو تاریخِ عالم سے بالکل بے بہرہ اور حقائق کو پادھی اور چٹت کی آنکھ سے دیکھنے کا خوگر ہو چکا ہو۔

مہ شمیم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خوب گویم

جو غلامِ آفتابم بہر ز آفتاب گویم

اے ابنائے آدم! تم پہولین اور سکندراعظم کی عظمت کے گن گاتے ہو حالانکہ اُن کے پاس صرف تلوار تھی۔ وہ نہ کسی فلسفہ کے حامل تھے اور نہ کسی طاقتور تہذیب کے پیام رساں۔ ان کا کام ممالک کو فتح کرنا اور ہر روز ہزار ہا انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا تھا۔ تم مائع، براد رنگت اور قانی کے اشعارِ صمیمِ محوم کر پڑھتے ہو، اور جی کنول کروا دیتے ہو۔ تم تاجِ محل کے مہار کے سامنے سجدہ تک کرنے کے لیے تیار ہو۔ لیکن جس بے برگ و بلے نوابِ تیم نے عرب کے صدرِ بحرِ عمان اور دمشقِ قبائل کو انسان بنا یا۔ چوروں کو اورنگِ جہاں بنانی پر باجیا یا، ہزاروں اور شہزادوں کو ساتیائے وحدت کر دیا، کھڑ جاہلوں کو معلمِ حکمت دعائش بنا ڈالا اور تمام نسلِ انسانی کو اس کا سبھولا سبھو پیغام

اڈ میر زو عطا کیا تم اس انسانا عظیم کی عظمت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کیوں؟ اس لیے کہ پندت جی کی آگیا بھی ہے۔ جہلانہ ہو تعصب کا۔ یہ وہ ظلمت ہے جو تمہلیات حقیقت کے سامنے آڑیں کر کھڑی ہو جاتی ہے اور انسان کو آفتاب میں ایک سیاہ گیند نظر آتا ہے۔

تم جہاں مہر کے پھر افسانے پڑھتے ہو۔ جہن دلو کی کہانیوں۔ جاموسی۔ نادولہ اور کوک شاستریک کا مطالعہ کرتے ہو۔ لیکن قرآن، انجیل یا گیتا کو چھوٹا گناہ سمجھتے ہو۔ کیا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا کہ جن کتابوں نے اس قدر خوب انطلا بات پر پائے۔ کروڑوں انسانوں کی ذہنیاتوں کو بدل ڈالا۔ نشیروں اور ٹاکوں کو شہنشاہانِ روم دایران کے تخت پر جا بٹھایا۔ گڈریوں کو پاسپان عالم بنا دیا۔ جاہلوں کو علم و دانش اور تہذیب و تمدن کی امامت عطا کر دی۔ ان میں بقا و استحکام کے کیسے کیسے گروہ جوں گے۔ یہ

عذر رنگ ناقابلِ سماعت ہے۔ کہ ان کتابوں کی جو تفسیر پادری و پندت اور مولوی پیش کرتے ہیں۔ اُسے ذہن سلیم کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ مذہب سے موجودہ بیزاری کی ذمہ داری سو فیصدی تلامذہ برہنہ پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر تم انگریزی علوم و فنون میں مہارت پیدا کر سکتے ہو۔ اگر تم ہوائی اور فضاؤں کو مستر کر سکتے ہیں۔ اگر تم ایک غیر مرنی ذرے میں منفی و مثبت بجلی دیکھ سکتے ہو۔ اگر تم سبز لوہے اور چھلہ میں مینا روپا میں کامشاہدہ کر سکتے ہو۔ اگر تم مریخ اور چاند کے پہاڑوں۔ صحراؤں اور دیاؤں کے نوٹو آواز کر سکتے ہو۔ تو تم یقیناً عربی یا سنسکرت میں کمال حاصل کر کے اپنی مقدس کتابوں کی دینواذ تغا سیر بھی پیش کر سکتے ہو۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ تم مذہب کا طرف تو توجہ نہیں دیتے اور اگر اس طرف کا رخ

کر ہی بیٹھو تو اپنے خوفناک برہمن اور مٹا سے ٹکرانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ یہ لوگ کسی صحیح الفکر اور سلیم الذہن انسان کو مذہب کے قریب نہیں آنے دیتے مبادا کہ وہ مذہب کے صحیح ضد خال دیکھ لے اور ان کے لوہام و خرافات کا تار و پود بکیر کر رکھے۔ اگر کوئی شخص کسی الہامی ہدایت کو اصلی رنگ میں پیش کر بیٹھے تو سب سے پہلے اسے تفسیر بالرائے کا ملام بنایا جاتا ہے۔ پھر تک سب میں اس کے الحاد کا چرچا کیا جاتا ہے اور وہ طوفان اٹھایا جاتا ہے کہ ساری قوم کی توجہ اس طوفان میں جذب ہو جاتی ہے اور اُس ملستر کی آواز صدا بہ صحرا میں کر رہ جاتی ہے۔ برہمن ہزار ہا برس سے گلیج الہام پر سانپ بن کر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کسی کو قریب تک چھٹکنے نہیں دیتا۔ حضرت مسیحؑ نے انہیں سانپ اور سانپ کا بچہ کہا تھا۔ (متی ۲۳/۲) وقت آ گیا ہے کہ ہم مظلوم الہام کو ان زہریلے پاسبانوں سے آزاد کرائیں۔ اور انسان کی امانت انسان کے حوالے کریں۔

خالی ہے کیموں سے یہ کوہ مگردنہ
تو نسطہ سینائی، میں شعلہ سینائی (اقبال)

رسولِ عربی کے متعلق بشارات

الہامی کلام میں جیسی لپک ہوتی ہے اور ہر آیت کی کئی تفسیریں ہو سکتی ہیں۔ یہ لپک اُن بشارات میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ جو بعض انبیاء کے ظہور کے متعلق صائب ہونے میں ملتی ہیں۔ ممکن ہے کہ اُن بشارات کا مفہوم وہ نہ ہو جو میں پیش کر رہا ہوں۔ لیکن اس وقت تک رسولِ عربی کے بغیر میں کوئی اور ایسا رسول نظر نہیں آیا۔ جس پر بشارات ہر طرح پوری اترتی ہوں۔

پہلی بشارت: ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب کلگی پر ان کے بارہویں

باب میں درج ہے۔
جگت گرو وشنو جگت اور سوتھی سے پیدا ہوگا۔ اس کی پیدائش
 ۱۲ بساکہ، پیر کے دن سورج نکلنے سے دو گھنٹی بعد ہوگی۔ اس کا والد اس کی
 پیدائش سے پہلے فوت ہو جائے گا۔ اور بعد میں پاتا بھی فوت ہو جائے گا۔
 گرو کی شادی سلسل دیپ کی شہزادی سے ہوگی۔ شادی کے موقع پر اس کے چچا
 اور تین جہانی موجود ہوں گے۔ ایک فارسی پریس رام اُسے تعلیم دے گا۔ اور
 جس وقت سلسل دیپ سے سمبالا میں آئے گا، تو وہ تبلیغ شروع کرے گا جس
 پر اُس کے رشتہ دار ناراض ہو جائیں گے۔ مصائب سے تنگ آکر وہ شمال
 پہاڑوں میں جھاگ جائے گا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ اسی شہر (سمبالا)
 میں تلوار بے کر آئے گا۔ اور سارا ملک فتح کرے گا۔ جگت گرو کے پاس
 ایک گھوٹا ہوگا۔ جس پر سوار ہو کر وہ زمین اور سات آسمانوں کی
 سیر کرے گا۔

اس بشارت کو سمجھنے کے لیے غلط کشیدہ الفاظ و فقرات کی
 تشریح ضروری ہے۔

(۱) جگت گرو۔ جگت = دنیا، گرو = استاد۔ یعنی دنیا کا استاد
 ظاہر ہے کہ حضور تمام کائنات کے لیے بڑی و عظیم بنا کر بھیجے گئے تھے۔
 (۲) وشنو جگت۔ وشنو = اللہ، جگت = بندہ، عہدہ یعنی عبد اللہ جو
 حضور کے والد بزرگوار کا نام تھا۔

(۳) سوتھی۔ سو = امن۔ اطمینان، مٹی = دلی۔ یعنی وہ دل جس میں امن و اطمینان
 ہو اور بے تجربہ ہے۔ لفظ آمنہ کا۔ جو آپ کی والدہ محترمہ کا نام تھا۔

(۳) سہل دیپ - ہندو پرانوں میں دنیا کو چھ دیپوں (حصوں) میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے ناموں اور تعین حدود میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان چھ دیپوں کی چھ مختلف فہرستیں تیار ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک فہرست یہ ہے۔

(۱) جنود دیپ = ہندوستان - تبت - برما وغیرہ

(۲) شاک دیپ = یورپ

(۳) شاکلی دیپ = لندن اور چین

(۴) کر دیپ = بلوچستان اور افغانستان

(۵) کش دیپ = افریقہ

(۶) سہل دیپ = ایشیا کے صغیر و عرب

(۷) پرس رام - رام = خدا، پرس = ہندی اور کھاری

جبرئیل کی ہندی تو ظاہر ہے اور کھاری ان معنوں میں کہ جبرئیل ایسا پیغام لے کر آتا ہے جس کا لازمی نتیجہ بدکاروں کا استیصال ہوتا ہے بدیگر الفاظ جبرئیل اللہ کی تلوار یا تبر ہو سکتے ہیں۔

(۸) شادی - آپ کی شادی عرب کی ایک دولت مند خاتون (شہزادی) خدیجہ

سے ہوئی تھی۔ جس میں آپ کے چچا ابوطالب اور تین بھائی (چچا زاد) یعنی علیؓ، عقیلؓ اور جعفرؓ شامل ہوئے تھے۔

(۹) سہالا - اس لفظ کا صحیح مفہوم معلوم نہیں۔ لیکن تصریحات بالا کی

دکھائی میں اس سے مراد کہہ ہی ہو سکتا ہے۔ آپ نے فارحرا سے

نکل کر اسی شہر میں تبلیغ شروع کی تھی۔

(۱۰) غار - فارحرا۔ جہاں پہلی مرتبہ جبرئیل آئے تھے اور آپ کو کہا تھا۔ (قرآن مجید)

(۹) شمالی پہاڑیاں: مدینہ مکہ سے شمال کی جانب انمازا سواد سومین
 قود واقع ہے۔ اس کے جنوب میں پہاڑیوں کا ایک سلسلہ نکلیات
 الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ آپ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے۔
 (۱۰) تمہارے کرانا: پھر حضور مدینہ سے مکہ میں تمہارے کر آئے تھے۔
 (۱۱) سارا ملک فتح ہو تا: حضور نے اپنی زندگی میں سارا جزیرہ نمائے عرب
 فتح کر لیا تھا۔

(۱۲) گھوڑا: غالباً واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۳) ۱۲ برس تک: آپ بکری سمت میں بسا کہ بہار کا جیند سے عربی زبان میں
 سومار کے لئے بہار کو ربیع کہتے ہیں۔ حضور کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول
 دمام الطیل کو سومار کے دن ہوئی تھی۔

(۱۴) والد اور والدہ: حضور کے والد کا انتقال آپ کی ولادت سے چند ماہ
 کا انتقال پہلے ہو چکا تھا۔ اور جب آپ نے زندگی کے پہلے
 برس میں قدم رکھا تو والدہ بھی فوت ہو گئیں۔

یہ بشارت ان تمام جو لیاات کے ساتھ محمدؐ عربیؐ صلعم کے بھیر کسی اور
 جگت گرو پر صادق نہیں آتی۔

دوسری بشارت اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمائی

« خداوند تیرا خطا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی ہائیوں
 میں سے تیری انتہا ایک نبی بھیجے گا۔ » (اسٹیفنا ۷: ۱۵)

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل سے تھے اور محمدؐ صلعم بنی اسماعیل سے جو بنی
 اسرائیل کے بھائی تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں
 سے حضور کے بغیر کوئی نبی نہیں آیا۔ اس بشارت کی مزید تشریح یسعیاء

کی کتاب میں یوں ملتی ہے۔

”قیلہ کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ اور نبیط کے بیٹے
تیری خدمت میں حاضر ہوں گے“ (رسمیہ ۶)

”تیری خدمت“ سے مراد ”خداوند کے جلال کا طلوع“ (نبوت) ہے

(رسمیہ ۶)

حضرت اسماعیل عرب میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

”خداوند اُس لڑکے (اسماعیل) کے ساتھ تھا۔ وہ بڑھا۔ بیاہاں میں

رہا کیا اور تیرا اعزاز ہو گیا۔ وہ خاندان کے بیاہاں میں رہا (پیدائش ۱۲)

اور آپ کے بارے میں پتے تھے۔ پہلا نبیط اور دوسرا قیدار (قدار)

(پیدائش ۱۲)

ان کی اولاد بھیڑی اور بیٹھڑھی صرف ایک مرتبہ ”خداوند کی خدمت“

میں حاضر ہوئی۔ یعنی جب ان میں حضور مبعوث ہوئے۔“

”تیسری بشارت: جب حضور علیہ السلام مکہ میں بحیثیت فاتح داخل

ہوئے تو آپ کے ہمراہ پورے دس ہزار صحابہ تھے۔ اس واقعہ کی طرف حضور

سیدنا علیہ السلام یوں اشارہ فرماتے ہیں۔

”میرا محبوب سنا و سفید ہے۔ وہ دس ہزار آدمیوں کے

درمیان چہنڈے کی طرح کھڑا ہے۔ وہ سزا بخش لگنے۔ اے

پر دشمن کی بیٹی! یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہے“ (عزل الغزوات

۱۱-۱۲) جہاں بابل میں آخری فقرات یوں ہیں۔

”خو محمدؐ کی شہ ددی دزہ ساری یلوت یرد شولم“

(وہ محمدؐ سے ایسے پیارا اور جانی ہے۔ اے دختران یرد شولم)

مترجمین نے ”محمدؐ“ کا ترجمہ ”عشق انگیز“ کر دیا ہے۔ یہ حقیقت حجاب

تشریح نہیں کہ جس عشق انگیز ہستی کے ساتھ ہزار کوئی تھے وہ رسول
عربی اعظم کے بغیر کوئی اور نہ تھا۔ اس حقیقت کی مزید تفصیل حضرت مرثیٰ
کی اس بشارت میں ملاحظہ فرمائیے۔

”خداوند سیدنا سے آیا۔ شیر سے آن پر طلوع ہوا۔ اور فاران کے پہاڑ
سے جلوہ گر ہوا۔ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے ہاتھ پکی آفتیں
شریعت تھی“ (داستان جگمگ)

”شیر“ ایک مقام ہے یرشلیم کے قریب۔ اس میں ظہور مسیح کی طرف
اشادہ ہے۔ اور فاران کہہ کا پہاڑ ہے۔ حضرت موسیٰ ظہور مسیح کے بعد ایک
ایسے رسول کی ظہور سے ہے۔ جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہو گا۔ اور وہی کے
مہراہ دس ہزار قدوسی ہوں گے۔ دنیا سب کی تاریخ چھان ڈالیں آپ کو محمد کے
بغیر کوئی اور ایسا نیا قطعاً نہیں ملے گا۔ جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا ہو اور جس
کے مہراہ دس ہزار قدوسی ہوں۔ تاریخ دیکھیں جو کس مصلح کریم سے کدوہ فاران
سے صرف ایک ہفت روزہ جلوہ گر ہوا تھا۔ اور وہ تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر
کوئی اور بھی تھا، تو اس کا نام بتائیے۔

پہلے بشارت حضرت جنتوں ایک ایسے رسول کو ظہور دیتے ہیں۔

۱۔ جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہو گا۔

۲۔ جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دے گی۔

۳۔ جس سے زمین کانپے، اٹھے گی۔

۴۔ جو لوگوں کو ہر آگندہ اور قدیم پھانسیوں کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔

۵۔ اور جس سے مائیں زکسرئی کا پاپہ تخت کی دیہاریں بل جائیں گی۔

۶۔ وہ جو قدوس ہے۔ کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان

جب گیندھیاں اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔ اس کی جگہ گھٹ نور کی مانند تھی۔
انکے ہاتھ سے کرنیں نکلیں.... وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لہزا دیا۔
اسنے نگاہ کی اور قوموں کو پرانگندہ کر دیا۔ قدیم پہاڑ ریوہ ریوہ ہو گئے۔
پہلے پہاڑیاں اس کے آگے وحس گئیں.... اور زمین مدائن کے پردے

کانپ جاتے تھے؟ (عجوق کی کتاب پبلشر)

اگر مضمود کے بغیر ان اوصاف کا کوئی اور نبی ذکر جس نے قدیم اقوام کو
پرانگندہ کر دیا ہو۔ اور جس کی سطوت سے مدائن کی دیواریں بل گئی ہوں۔
کوہ فاران سے کہیں جلوہ گر ہوا ہے، تو اس کا نام لیجئے۔

پانچویں بشارت: آنحضرتؐ نے جب حجۃ الوداع کے موقع پر آخری خطبہ
ارشاد فرمایا تھا تو میدان عرفات میں، حاجیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس
ہزار تھی۔ حضرت یوحنا اپنے مکاشفہ میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں۔

”پھر میں نے نگاہ کی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تیرہ صدیوں کے پہاڑ
پر کھڑا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار شخص ہیں۔“

ان کے منہ سے کہیں جھوٹ نہ نکلا تھا۔ وہ بے عیب ہیں، (مکاشفہ ص ۱۱۱)۔
میدان عرفات کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی ہیں۔ حضرت داؤد

علیہ السلام نے بھی وادی مکہ (بکۃ) سے گذرنے والے کی خبر دی تھی۔

”مبارک ہے کہ انسان جس میں ثبوت تمہ سے ہے۔ ان کے دل میں

تیرمی راہیں ہیں۔ وہ بکۃ کی وادی سے گذرتے ہوئے وہاں ایک

کھاں بناتے ہیں۔ پہلی برسات اُسے برکتوں سے ڈھال پیتی ہے

اسے قرآن شریف میں کہہ کر بکۃ سمی کہا گیا ہے۔

وہ قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے ہاتھ میں۔ یہاں تک کہ
خدا کے آگے صیہون میں حاضر ہوتے ہیں۔ (دربور ۸۲)

چھٹی بشارت | ممکن ہے کہ آیات ذیل میں واقعہ حرا کی طرف اشارہ ہو۔
اور وہ کتاب ایک ان پڑھ کو دے کر کہیں کہ پڑھ اور وہ کہے کہ
میں تو پڑھنا نہیں جانتا!

فارحہ میں جبریل نے حضورؐ سے کہا تھا: افسس! (پہلے آپ نے گھبرا کر
فرمایا: مَا أَنَا بِقَارِئٍ رِّمٍ شَيْئًا) یہ واقعہ تمام کتب احادیث
میں بالتفصیل مذکور ہے۔

ساتویں بشارت | حضرت یسعیاہ ایک نبی کا بیٹا تھا اور وہ ان قوتوں میں
بہ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنہا تھا مولد۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا بی
راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت
کرائے گا۔ اس کا نذال ہو گا۔ اور نہ سلا جائے گا۔ جب تک

راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ خداوند نے تجھے
عدالت کے لیے بلایا۔ میں جانتا تھا کہ تم بکھڑکے گا۔ اور تیری حفاظت کرونگا۔
خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ۔

..... بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز
بند کریں گے۔ سلج کے رہنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں
پر سے ٹھکانے گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ (یسعیاہ ۴۲)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ قیدار حضرت اسماعیل کے ایک بیٹے کا نام تھا اور
تمام عرب نبط و قیدار کی اولاد ہیں۔ سلج مدینہ میں ایک قبیلے کا نام ہے مشہور
مؤرخ طبری ابن اسحاق کی روایت سے جنگ خندق کے سلسلے میں

کتاب ہے۔ حَقِّ جَعَلُوا ظَهْرَهُمْ صِرَاطِي سَلْعِ

(ان کی پشت سلع کی طرف متوجہ تھی۔)

یہاں سلع سے مراد مدینہ ہے۔ اہل مدینہ نے حضورؐ کی آمد پر بے پناہ مسرت کا مظاہرہ کیا تھا اور استقبالِ گیت گائے تھے۔ (سلع کے بننے والے گیت گائیں گے) ایک گیت یہ ہے۔

اشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ السَّوْدَاعِ

روں دیکھو! مدینہ کی پہاڑیوں سے چاند چھوٹی کا چاند برآمد ہوا

وَجِبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَى اللَّهُ دَاعِيَ

اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر اس وقت تک ادا کرتے رہو جب تک اللہ والے اللہ کی طرف بلائے رہیں۔

أَيْسَهَا الْبَدْعُوثُ فِينَا جَمْتُمْ لَهَا أَمْسِي الْمَطَاعِ

اے مجھ سے رسول! تو ہماری طرف ایک ایسی شریعت لے کر آیا جس کی تعمیل ہم پر فرض ہے۔

حَقُّورُ تَعْلَامِ كَيْ مَطْلَمِ سِي تَيْكِ أَرْكَمَ جِي تَيْ تَيْ تَقَا. آپ کا استقبال نہ صرف اہل مدینہ نے کیا۔ بلکہ مدینہ سے دسے چند دیگر بستیوں نے بھی آپ کی پذیرائی میں حصہ لیا تھا۔

وہ اسے تیماک سرزمین کے باشندو! روٹی لے کر جاتے دالوں کے طے کو نکلے۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے نکلے تلوار کچی کھوئی کمان اور جنگ کی شہت سے بھاگے ہیں۔

(سبعہ ۱/۱۵)

مدینہ سے جنوب کی طرف مکہ کی سرحد پر تبوک ایک مشہور مقام ہے۔ جس کے قریب ایک بستی کا نام تیماک تھا۔

آٹھویں بشارت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ وسلم کو پہلی میں مانی جلیں نے فدوہ
پنایا تھا اور وہ انہیں کچھ وقت کے لیے گدے پر لا کر طائف لے گئی تھیں۔
آپؑ کی بستی میں گدے پر سوار ہو کر داخل ہونے تھے۔ لیکن یہ بشارت ذیل میں انہی
واقعات کا ذکر ہے۔

وہ دیکھتے تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نبوت دیا اس کے
ذمہ ہے۔ وہ فرشتے ہیں اور گدے بلکہ جو گدے اور اس گدے کے بچے پر سوار ہے

(ذکر یا ۱۰)

حضرت مسیحؑ کی بشارت حضرت مسیحؑ سے اس کی آئے عالمی گاہ میں سناتے ہے۔
مذہب کا سوار آتا ہے اور جہ میں اس کا کچھ نہیں ہے۔ (ریحنا سلیم)
جب وہ سہائی کی مدح آئے گا، تو تم کو سہائی کی رہ دکھائے گا۔ وہ انہی طرف سے
کچھ نہیں کہے گا، بلکہ جو کچھ نے گاہ نہیں کہے گا۔ (القی الضعف الاولیٰ) وہ نہیں آندہ
کی خبریں دے گا۔ اور میرا جلال ظاہر کرے گا۔ حضرت مسیحؑ کا جلال جس طرح قرآن
نے دکھایا ہے، کیا۔ ویسا انجیل میں مذکور کی۔ قرآن میں حضرت مسیحؑ کی پاکیزگی، معجزات
بلکہ تعظیم اور شاندار کردار پر سینکڑوں آیات موجود ہیں۔

جب ابو آدم اپنے جلال میں آئیں گے اور سب فرشتے ان کے ساتھ آئیں گے تو اس
وقت وہ اپنے جلال کے غلت پر بیٹھے گا اور سب زمین اسکے سامنے جھکی جائیں
گی۔ وہ ایک گود سے سے جہاں سے گا۔ (مقی ۱۰۰)

انصافاً کہو حضرت مسیحؑ کے بعد وہ صاحب جلال کون تھا۔ جس کی امداد کے لیے
فرشتے نازل ہوا کرتے تھے جس کا غلت پر عظمت تھا اور جو اقوام ظالم کی کشتیوں
کے فیصلے سننا یا کرتا تھا۔

وہ اس وقت اپنی آدم کا نشانہ آسمان پر دکھائی دے گا۔ اس وقت زمین

سے قرآن میں مذکور ہے کہ جب میں حضورؑ کی امداد کے لیے فرشتے میں نازل ہوا کرتے تھے

کی ساری قومیں چھاتی پیشیں گی اور اپنی آدم کو بڑی قدرت اور جلال
 کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آنا دیکھیں گی“ (متی ۲۳: ۳۴)
 نہیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے مفید ہے کیونکہ اگر میں
 نہ جاؤں، تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا“ (یوحنا ۱۶)
 وہ اور بہت ہی مختصری مدت باقی ہے کہ آنے والا آنے کا اور دیر نہ
 کہے گا“ (عبرانیوں ۱۰)

”پس اسے مجھائیو خداوند کی آمد تک صبر کرو۔۔۔۔۔“
 کیونکہ خداوند کی آمد قریب ہے“ (عیقوب ۲۴)

تو یہ عقیدے حضور کے متعلق چند بشارات۔ اگر یہ بشارات نہ سچی ہوتیں تب بھی
 مسیحین انسانیت کی خدمات کا اعتراف کرنا فرض انسانیت ہے۔ ہم ملٹن کالیڈیک
 اور بابائنا تک کی عظمت کا اعتراف ایسے حضور ہی کرتے ہیں کہ ان کے متعلق کسی
 جڑی کی کوئی پیشگوئی موجود تھی۔ بلکہ محض اس لیے کہ ان کی خدمات قابل ستائش
 تھیں۔ جسے کو برتا نہ سمجھنا اپنی حیوانی کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی
 عیسائی یہ کہے کہ قرآن میں عیسائیوں کو برا بھلا کہا گیا ہے اس لیے ہم رسول کی
 عظمت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تو جو ابا عرض ہے کہ صرف بھوں کو برا
 کہا گیا ہے۔ اچھوں کی تعریف کی گئی ہے۔ خود حضرت مسیح نے فریسیوں کو سانس
 کا پتہ، درجہ چہم زادہ کہا تھا۔ انبیاء کسی کا لحاظ نہیں کرتے وہ ظلمت کو ظلمت
 اور روشنی کو روشنی کہتے ہیں۔ اگر آج کوئی نبی آجائے تو وہ سب سے زیادہ مسلمانوں
 کی تجربے گا۔ بلکہ اگر خود رسول عربی دوبارہ تشریف لے آئیں تو وہ موجودہ مسلمانوں
 کو پہچان تک نہ سکیں اور غالباً سب سے پہلے مسلمان ہی ان کا انکار کریں۔

تعلیمات قرآن

قرآن ایک مکمل ضابطہ و حیات ہے۔ جس کی تحصیل تمام روحانی، جسمانی، اخلاقی اور سیاسی بندگیوں تک پہنچانے کی ضامن ہے۔ لیکن آج مسلمان برہنہ سے پست، ضعیف اور بقا کیلئے فیروز کے دست نگر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے قائدین نے آج تک پورا قرآن قوم کے سامنے پیش ہی نہیں کیا۔ ہمارے محدثین نے نبی الا سلام علیہ وسلم کے اس کتاب کی بنیاد پر پانچ لاکھ لاکھ پرکھ گئی ہے، کا نعرہ لگا کر باقی سارا قرآن غائب کر دیا اور طریقہ نے رہبانیت کو حیات انسانی کی منزل بنا دیا۔ حالانکہ رہبانیت کے متعلق ایک لفظ تک قرآن میں موجود نہیں۔

وَمَا كُنْتُمْ بِمَلَكٍ مِّنْ قَبْلِهَا
مَا كُنْتُمْ بِنَسْمَةٍ مِّنْ قَبْلِهَا
خود جاری کی تھی۔ ہم نے انہیں
ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔

ہمارے ملائے صرف دو چیزوں کو پورا اسلام سمجھ لیا یعنی صلوة و صوم اور ان کے فضائل پر اس قدر لٹریچر تصنیف کیا اور اتنے دُعا کیے کہ ہماری قوم باقی سارے قرآن سے غافل ہو گئی اور کسی کو یاد ہی نہ رہا کہ اس قرآن میں کوئی زندگی۔ تمکون فی الارض۔ تسخیر کائنات اور حصول قوت و عظمت کے گڑھی درجے تھے۔ چیر مٹم یہ کہ قارئین، ڈھیلے، شرمی پاجامے، منٹھے سہنے سرو سروں پر قرآن خوانی، جمعرات کی زلفی، حلو سے اور مگر نئے تک کو ارکان اسلام بنا دے۔

قرآن کی جو آیات دینے اعدا کا درس دیتی تھیں انہیں دینے کی سبب اور اخراج
 جن کے لیے استعمال کیا۔ جن سے تفسیر کائنات کا سبق ملتا تھا۔ انہیں تفسیر محبوب
 کا تعویذ بنانا تھا۔ اور جن میں بقا و دعاء کی نفع افروز تفصیل دے تھیں۔ انہیں
 سانپ اور ہیر پکڑنے کا منتر سمجھ لیا۔ فرمائیے جس کتاب عظیم کا علیہ یوں بگاڑ
 دیا گیا ہو۔ وہ قوم کو بلند منازل تک پہنچائے تو کیونکر؟ نصرت کہا تھا حکیم الامت
 نے کہ دنیا کی منظوم ترین کتاب قرآن ہے۔

ہ ہندِ صوتی و لہجہ اسی
 خیا سے از حکمت قرآن لگیری
 ہر آیتش ترا کا سچا دینست
 کہ از لہجہ او آسان میری
 (اقبال)

کچھ عربی کے کلمات ہیں جو آپ پادری مجھے طے کرنے کے لیے آیا۔ اور مذہب ہے
 گفتگو چل چڑھی۔ جب میں نے قرآن کی عظمت پر دو چار دلائل پیش کئے تو
 پادری کہے گا، اگر اسلام ہی ہے جو آپ پیش کر رہے ہیں تو اس کا انکار ممکن ہی
 نہیں اور اگر وہ ہے جو آپ کی کتابوں میں دے ہے یا جس کی تفصیل ملے پیش
 کیا کرتا ہے، تو معاف فرمائیے ایسے اسلام کو کوئی صحیح الہام انسان ایک لمحہ کے
 لیے قبول نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ کی ظلال کتاب کے
 پیش کردہ خدا سے میں اور آپ بہتر ہیں۔ پادری کی یہ بات سن کر مجھے محسوس
 تھا کہ اسلام کے متعلق دنیا بے شمار غلط فہمیوں میں گرفتار ہے۔ جنہیں دور کرنے
 کی کوئی صحیح کوشش آج تک نہیں کی گئی۔ اس میں کلام نہیں کہ اُسعد میں قرآن کے
 بیسیوں تراجم موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے بیشتر غلط مسلط اُسعد میں ہیں۔ جن
 کے مطالعہ سے فقہ تسلیم کو انتہائی کورت ہوتی ہے۔ حواشی پر کچھ ایسی غامضی
 تسلیم وہ آیات دے جوتی ہیں کہ طبیعت اور منہض ہو جاتی ہے۔

وادیوں فرنگ انسان کے اس نفسیاتی رجحان سے آگاہ تھے کہ جب تک کسی مضمون کو فصیح ترین زبان میں پیش نہ کیا جائے، اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ اور اس لیے انہوں نے بائبل کو استفادہ مند انگریزی میں منتقل کیا کہ پڑھنا شروع کرو، تو چھوٹے کو ہی نہیں چاہتا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ عیسائیت کے فروغ کی سب سے بڑی وجہ یہ شاندار ترجمہ ہے۔ اور دوسری طرف ہمارے مترجمین نے قرآن کو ایسی آواز میں ڈھالا کہ دوسطریں بھی پڑھنا سمجھتی رہ جاتی ہے۔ ہمارے بیشتر تراجم کو اس قسم کی زبان میں ہیں۔

۱۰ اور اللہ اللہ سے، جس کے نام سے مانگتے ہو آپس میں۔ اور اللہ قرابت سے تحقیق اللہ ہے اور تمہارے نگہبان۔ اور صحت و دیوتوں کو مالوں کے، جو کہ ہے اللہ نے واسطے تمہارے ہمیشہ قائم رہنا۔“

یہ سطور ایک مشہور ترجمہ کی نقل نقل ہے۔ انہیں پڑھ کر بغیر اس کے یہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ

عز تو قرآن بدیں نطق عثمانی
بہ صدی رونق مسلمان

(سعدی)

عصر حاضر کے نوجوان علماء سے ناموافق انداز میں خواندہ و عقلمند سے گفتگو تھی جب انہوں نے ان تراجم سے بہا و راستہ دہی اسلام لینا چاہا۔ تو ان کے اسلام سے ہٹ گئے۔ اگر بیسویں صدی میں اقبال، مشرقی، آزاد، اور ان کے بعد اسلم جیرا چوری، پرہیز اور چند دیگر صحیح فکر مفسرین قرآن پیدا نہ ہوتے تو ہمارا نوجوان یا تو لٹریچر بن جاتا اور یا عیسائیت کی آغوش میں چلا جاتا :-

اس تصنیف سے میرا مقصد پورا اسلام پیش کرنا ہے۔ یعنی اُن تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا۔ جن کے بغیر قومی بقا اور انفرادی فلاح کی کوئی سبیل پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔

قرآن میں حیاتِ انسانی کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں طلاق و وراثت کے مسائل بھی ہیں اور مختلف عبادات کی تفصیل بھی۔ لیکن میں صرف اُن احکام کو لوں گا۔ جن کا تعلق قومی بقا اور انفرادی اصلاح سے ہے۔

ایمان

ہر مذہب کا پہلا اصول خدا، اس کے نبی یا انبیاء اور چند دیگر چیزوں پر ایمان لانا ہے۔ ایمان کا ماخذ ہے۔ اَمَّنْ اور معنی ہیں ”تسلیم کرنا، تصدیق کرنا“ المنہد میں ردھا ہے۔ اَمَّنَهُ اِیْمَانًا ۲۱ سے صَدَّقَ ذَرَاتُكَ بِہِ قِرَآنِ نے لفظ ایمان جن معنوں میں استعمال کیا۔ ان کی تفصیل مندرجہ ذیل آیه میں ملاحظہ فرمائیے۔

ان میں سے بعض رسول کی نسبت یہ	وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤَدُّونَ
کہہ کر وہ کانوں کے کچے ہیں۔ انہیں تکلیف	اللَّهِ وَيَقُولُونَ هُوَ اَدُّنُ طَقَلٌ
پہنپاتے ہیں۔ انہیں کہہ دو کہ رسولاً	اَدُّنُ حَيْثُ بَلَّغْتُمْ يَوْمًا بِاَللَّهِ
صرف وہی باتیں سنتا ہے جو تمہارے	ذِيَوْمٍ يَلْمُؤُ مَنِئِينَ وَرَحْمَةً
یہ بہتر ہوں۔ یہ رسول خدا پر اور دشمن	رَلَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ (توبہ)

پر ایمان رکھتا ہے اور اہل ایمان کے لیے رحمت مجسم ہے۔

اس آیه میں مومنین پر ایمان لانے کا مفہوم یہی ہے کہ حضور کو ان کی پجاری فدا داری اور خلوص پر اعتماد تھا۔ اور وہ ان کی ہر بات کو صحیح سمجھ کر تسلیم کر لیتے تھے۔ (یومین للمومنین) مزید تشریح اس آیه میں دیکھئے۔

يَعْنِي رُؤْيَا اَيْ كُنْتُمْ اِذَا اَرْتَضَيْتُمْ
 اَيْ سَمِعْتُمْ قَوْلَ كَاتِبِيكُمْ مَرْدَاوِي
 رجب تم جہاد سے لوٹ کر جہاد
 کے تو دنیا فقیں جو جہاد میں شامل نہیں
 ہوئے کئی پہاڑے پیش کریں گے! انہیں
 کہہ دو کہ بہانوں کی ضرورت نہیں۔ ہم تم پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔
 یعنی تمہاری کسی بات کو صحیح نہیں سمجھیں گے۔

تو گویا ایمان کے معنی ہیں ماننا، تصدیق کرنا۔ سچا سمجھنا، اعتبار کرنا۔ ہم دنیا
 کے لاکھوں حقائق پہ ایمان رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ پانی ہمیشہ دھلاؤں کی طرف جاتا
 ہے۔ لکڑی پانی سے ٹپکی اور پتھر بیماری ہوتا ہے۔ آگ حرم ہے اور برف شہنشاہ
 ستارے روشن ہیں اور کوئلہ بے نور۔ بدیگر الفاظ ہم تمام مشاہدات و محسوسات
 کے وجود و خواص پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ حقائق ایسے بھی ہیں جو ہمارے
 دائرہ خواص سے باہر ہیں۔ مثلاً خوردبینی جراثیم، ذرات خون، کھلی۔ ایٹرکشن
 ارضی۔ زمانہ وغیرہ۔ علم کی آنکھ نے ان حقائق کی ایک دنیا دیکھی۔ لیکن ابھی کچھ
 ایسی سچائیاں باقی ہیں۔ جن تک علم و حکمت کا دست زما نہیں پہنچ سکا۔ مثلاً
 ملائکہ، اللہ اور آخرت۔ قرآن نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ اللہ، ملائکہ، آخرت
 ابھیار اور ان کے صحائف کو تسلیم کرو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں تسلیم کریں۔
 اگر ہم اللہ کو نہ مانیں تو کیا فتور پیدا ہوتا ہے۔ نیز آخرت اور ملائکہ کے انکار سے
 کون سی قیامت لوٹ پڑتی ہے۔ یہ ہے وہ سوال جس کا صحیح جواب نہ ملنے
 پر لاکھوں انسان دہریے بن گئے۔ اور ہمیشہ کے لیے سکولوں قلب کی نصرت
 سے محروم ہو گئے۔

ایمان باللہ! یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حیض سے پہلے اور بعد ایک
 چھوٹا سا اندازے اگر بڑی میں اودم کہتے ہیں۔ رحم کے سلسلے منتظر ہوتا ہے

جو بھی اختلاط کے بعد مرد کے مادہ الحیات کا کوئی خلیہ (سپرم) اس سے مل جاتا ہے۔ تو وہ دونوں ایک بن جاتے ہیں۔ اور سرک کر رجم میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں فطری عمل تقسیم شروع ہو جاتا ہے۔ وہ ایک سے دو، دو سے چار چار چار سے آٹھ اور گھڑے دو کر ڈبنتے ہیں۔ پھر ان خلیوں کا ایک گروہ ٹانگیں بنانے میں لگ جاتا ہے۔ دوسرا منہ۔ تیسرا کان اور چوتھا ہاتھ بناتا ہے۔ ان خلیوں میں مد فکر ہوتی ہے نہ عقل۔ لیکن جو بچہ یہ تیار کرتے ہیں۔ وہ ہر طرح سے مکمل ہوتا ہے۔ اس کی انگلیں، کان، انگلیں، ناک، پاؤں، پیٹ، دل، جگر، گردہ، کلیجہ اور باقی اعضا سب کے سب اپنے صحیح مقامات پر ہوتے ہیں۔ اس کی ٹہریاں اور رگیں بالکل اتنی ہوتی ہیں۔ جتنی کہ اس کے باپ کی تھیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان خلیوں میں اتنی عقل کہاں سے آئی تھی کہ انہوں نے کسی نقتے اور نمونے کے بغیر اس قدر مکمل انسان بنا ڈالا۔

انہوں نے مدح کہاں سے لی۔ نظر کہاں سے حاصل کی۔ امید۔ وہم ہمتی و اطم، محبت و انتظار جیسے بیسیوں جذبات کہاں سے مانگے۔ ناک کی جگہ دم کیوں نہ بنائی۔ کبوتری کے اڈے میں چوہ کیوں تیار نہ کیا۔ مکھی کے اڈے سے چپوٹی کیوں نہ نکالی اور کسی مہیڑے کے بچے کے ساتھ آج تک پر کیوں نہیں لگائے ؟؟؟

وہ کون سا حساب دانا تھا۔ جس نے ہائیڈروجن اور آکسیجن جیسی ذرہوں کے ایک نہایت دقیق تناسب سے پانی تیار کیا۔ جس نے چند متعین عناصر سے حیوانات بھی پیدا کئے اور نباتات بھی۔ انہی عناصر کے مدد بدل سے کینڈے کا جسم۔ چنبیلی کی نازک ٹھنی اور گلاب کا نازک پھول بنا ڈالا۔ اور اٹھی سے آم۔ انگور اور سیب جیسے لذیذ پھل تیار کئے۔

وہ کونسا معلم ہے، جو ازل سے نعل کو شہد سازی، حلیہ و کتھن کو تدریسی
 عنادل کو نغمہ نوازی اور عقاب کو شاہبازی کا درس دے رہا ہے۔ وہ کونسا
 رنگ ریڑ ہے۔ جس کے الوان کبھی ناند نہیں پڑتے۔ اور جس کی بہاروں میں
 حسن و رنگ کی شوخیاں اور کیف و تہ کی مستیاں سماں صد ہزار نعت بنتی
 ہیں۔ یہ نیلگوں فضاؤں میں آفتاب و ماہتاب کا عیان کش کون ہے۔ یہ
 کوفوں گڑے کس کی مشیت سے اپنے ماروں پر دیوانہ وار گھوم رہے
 ہیں۔ حیات و موت کا خالق کون ہے اور ان لامعدرو و ذی حیات کا ملازق
 کون؟ ان تمام سوالات کا جواب صرف ایک ہے۔ کہ اللہ اگر ہم اللہ کو
 کائنات سے نکال دیں، تو یہ تمام کائنات ایک علامت استغناہ (ہم؟)
 بن کر رہ جائے گی۔ اور ہماری دنیا نے دل ابہام و اضطراب سے بھر
 جائے گی۔ سوچئے کہ اگر ارض و سما کا ہر ذرہ ہمارے لیے چیتان بنا ہوا ہو۔
 ہر سنگریڑے۔ ہر قطرے اور ہر منظر سے یہ سوال اُبھر رہا ہو۔ کہ میں کون ہوں
 اور کیوں ہوں؟ تو پھر دماغ میں سکون کہاں سے آئے گا۔ اللہ کی یہ کتنی بڑی
 نوازش ہے۔ کہ اس نے لامکانی بندگیوں سے انسان کو پکا مارا اور کہا کہ زمین و
 آسمان کا خالق میں ہوں۔ اس ایک پکارنے لاکھوں سوالات کا جواب مہیا
 کر دیا۔ اور انسان اطمینان سے تلاش و طلب کی مانیوں پہ نکل پڑا۔

مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَ أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَبَّ الْعِزِّ وَ أَنْتَ
 بِسَهَابِهِ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ
 تَنْبِتُوا شَجَرَهَا إِذْ أَنْزَلْنَا مَطَرًا

وہ کون ہے جس نے بندگیوں سے پانی
 برسا کر پھولوں جیسے گلشن آراستہ کئے؟
 کیا یہ میں درخت تم نے آگے بڑھا
 کیا اللہ کے بغیر کوئی اللہ عظیم کے یہ

اللہ ربُّہم قومٌ یَعِدُّونَ ط
مبجزے دکھا سکتا ہے، تعجب ہے
کہ یہ لوگ پھر بھی نہیں مانتے۔
(انفل)

اگر اللہ کا تصور موجود نہ ہوتا، تو انسان بھلیوں کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں
کی گرج اور تند تیز طوفانوں کی ہیبت سے گھبرا کر مختلف خداؤں کے دامن میں
پناہ لیتا پھرتا۔ کہیں مانتا مانتا رگڑتا، کہیں ہاتھ پھیلا پھیلا کر آسمانی دیوتاؤں کے
غضب سے پناہ مانگتا اور کسی بےقراری میں مٹی کے بتلوں کا چکر کاٹتا پھرتا۔ ایک
خدا کے تصور نے انسان کو تمام خیالی معبودوں کی پرستش سے آزاد کر دیا۔
اور اُسے اس قدر بلند کر دیا۔ کہ وہ کبکشل کے عظیم سے عظیم آفتاب کو بھی اپنا
خادم سمجھنے لگا۔ وہ آٹھا اور اس نے سمند کی ہیبت موجوں، اگر جتی تھی لگتاؤں
اور لامحدود فضاؤں پر کمزور آگائی پھینک دی۔ اُس نے بھلیوں کو مستر کر کے اُن سے
نور و حرکت کا کام لیا۔ اس نے شاعروں کو گرفتار کر کے انسانی خدمت پہ لگا دیا۔
اور آب و آتش کو ہر برداری کے لیے استعمال کیا۔

ہرگز الفاظ ایک خدا کو تسلیم کر لینے کے بعد جہاں انسان کا ذہنی اضطراب
ختم ہو گیا۔ وہیں کائنات اس کی عظمت کے سامنے سرنگول ہو گئی۔ کہا وہ حالت
کہ انسان ہر سنگریزے کے سامنے ریگ رہا تھا اور کہا ہے عالم کہ ارض و سما اس
کی ہیبت سے کانپنے لگے۔ حقیقتاً انکارِ خدا یا شرک اتنا بڑا مادہ ہے کہ انسانی
قوم لامکانی رفعتوں سے پھسل جاتے ہیں۔ اُسے راہ میں یا تو لاکھ خدا آپک
یتے ہیں اور یا غلط تصورات و عقاید کی آندھیاں اُتر آتے جاتی ہیں۔
وَمَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَانَ لِمَا شَرَّ مِنْ الشَّرِّ أَقْرَبًا فَحُطِّفَ الطَّيْرُ
أَوْ تَهْوَى بِهَا السَّرِيعُ فِي مَكَانٍ يَبْهِيقُ ه (الحج)

شرک کرنے والا انسان اس شخص کی طرح ہے، جو آسمانی بتوں سے گمراہ

پڑے۔ راہ میں اُسے پرندے اچک لیں اور یا آندھیاں اُسے دُور ودلاز
مقام پہ پھینک دیں۔

دُرست فرمایا تھا حکیم الامت نے :

دلِ خود را بدست کس ندلوم گرہ از رُوئے کارِ خود کشادم
بنیر اللہ کردم تکیہ یک بار و دصد بار از مقامِ خود فنامدم
(از مغفانِ مجاز)

اللہ مظلوموں، بیگموں اور زیر دستوں کی زبردست ڈھارس ہے ہم
نے بار بار کہا کہ کسی سنگِ دلِ زمیندار نے کسی غریب کو بلا وجہ پیٹ ڈالا،
یا ستا ئیدار نے کسی غریب کو مشتقیہوں میں بٹھا کر اُس سے چھ سات روپے
ہتھیالیے جو اس کی کل کائنات تھی۔ غریب کی فریاد کون سنتا ہے جب
رات کی ظلمتوں میں افکار اس کا محاصرہ کر لیتے ہیں، تو وہ آنسوؤں کی جھڑی
میں ایک گہری سانس لے کر اپنے دل کی ڈھارس یوں بندھاتا ہے۔

”غریب کا صرف اللہ ہے“

اگر اللہ کا تصور محکم کر دیا جائے، تو بتاؤ یہ کونسا مظلوم اور کیس پھر
کس کے سہارے جائیں۔ اور ظالم کی دست و پاڑیوں سے گبرا کر کس کے
آگے ہاتھ پھیلائیں۔

بے شمار مشاہدات کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اعمال و قسم کے ہیں۔
ایک وہ جن کے نتائج صاف اور بدیہی ہوتے ہیں۔ مثلاً محنت کا نتیجہ
کامیابی کا ہلکا کامی۔ نئے کوشی کا مالی، اخلاقی اور جسمانی تباہی اور جھوٹ کا
بد اعتمادی۔ دوسرے وہ کہ ان میں اور ان کے نتائج کے درمیان ایک غفی
سلسلہ اسباب کا فرما ہوتا ہے۔ انسان کام کوئی کرتا ہے اور اس کا نتیجہ کس

شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں، جس نے اپنے شریک تجارت کا دس ہزار روپیہ چھپایا، اور تجارت سے پاکستان آ گیا۔ یہاں اُس نے فذ کی تجارت شروع کر دی۔ اور کافی متمول ہو گیا۔ ایک دن اُس نے فذ کا ایک ٹرک نا جائز طور پر برآمد کیا۔ ٹرک پکڑا گیا۔ مال ضبط ہو گیا۔ اور اسے پانچ ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ ایک سال کے بعد اُس نے پھر بھی جرم کیا اور بالکل تباہ ہو گیا۔ میں ایک ایسے آدمی کو بھی جانتا ہوں۔ جس نے لائسنس میں اپنے باپ کی ڈاڑھی نوچ ڈالی تھی۔ اللہ نے اُسے تیس سال تک مہلت دی۔ اس کے بعد اُس کے بیٹے دشمن بنا دیئے۔ اُسے مختلف بیماریوں میں مبتلا کر دیا۔ اور سیلاب کا ایک ریلا اس کے تمام گھر کو بہا لے گیا۔ میں ایک ایسے پولیس آفیسر سے بھی واقف ہوں۔ جس نے صرف ایک مقدمہ میں دس ہزار روپیہ رشوت لی تھی۔ اللہ نے مختلف امراض، مقتدات اور حادثات میں اُسے یوں پھنسا یا کہ وہ ایک ایک کوڑی کو محتاج ہو گیا۔ مجھے ایک ایسے شخص کی بھی کہانی یاد ہے جس نے جائداد کے واپس میں حقیقی بھائی کو مار ڈالا تھا۔ وہ تانہ کی گرفت سے توجیح گیا۔ لیکن اللہ کی لاشی سے بچ نہ سکا۔ اس کے تین بیٹے جب جوان ہوئے، تو بدکاری کی دہ سے یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے۔ اس کی بیٹی کوئی بھگالے گیا۔ اور خود داھی چینی کے ساتھ نظر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

دوسری طرف مجھے کچھ ایسے افراد کی داستانیں بھی یاد ہیں۔ جو جوانی میں بڑے پارسا، مہذب، خدمتِ خلق کے جذبے سے معمور و صادق القول، خوش اخلاق اور شکستہ المزاج تھے۔ غریب ہونے کی وجہ سے ان کی آواز بے اثر تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسباب کا ایک مہلکی سلسلہ ترتیب دے رہا تھا۔

آج ان میں سے کوئی سفیر ہے۔ کوئی وزیر اور کوئی مرکزی حکومت میں سکرتری
 اگر اللہ موجود نہ ہوتا، تو قانون کی نظر سے ہٹ جانے والے مہرم کو کبھی سزا
 ملتی اور ایک ہلاک اعمال غریب، صلہ اعمال سے سنا محروم رہتا۔ میرا
 یہ ایمان ہے کہ جب تک اللہ موجود ہے۔ ہمیں کسی شے کی نبت کے سامنے
 سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود وسائل فراہم کرتا ہے۔ نتائج اس
 کی مشیتِ قابضہ سے مستحق ہوتے ہیں۔ دلوں کا ایک کبھی ہے
 اراذل اور خیالوں پر اسی کا قبضہ ہے۔ جب وہ کسی امیدوار کو کالج میں کپڑا
 بنانا چاہتا ہے تو ٹائر کٹر کے دل میں اسی کی تقریباً کا طیل ڈال دیتا ہے۔
 وَمَا كُنَّا لِنَدْرِكَهُ لَوْلَا اَنْ
 د تمہارے ارادے ہماری مشیت
 يَشَاءُ اللّٰهُ (قرآن) سے پیدا ہوتے ہیں)۔

ہمارے جسم کے پیچیدہ نظام کو سمجھنے، چلانے اور قائم رکھنے والا اللہ
 ہے۔ وہ اگر اس مشینری میں نڈا سا نتر ڈال دے تو انسان کے ہر کون مو سے
 لہو کے خوارے پھوٹ نکلیں۔ ۱۹۲۵ء میں اللہ نے مجھے میری بدامالیوں کی
 یوں سزا دی۔ کہ رات جتنا ایک کلگر گروہے کی دائیں نالی میں پھنسا دیا شدت
 کرب سے میری یہ حالت ہو گئی تھی کہ میں چار پائی سے چھ چھ اپنچ او پنا اچھلتا
 تھا۔ اڑیاں رگڑتا تھا اور میری جھون سے ابلی محلہ رات بھر سو سکتے تھے
 ہاڈ اور شفا خانوں میں اس قسم کے حادثات اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ تمہیں
 کسی کی انتہی میں زہر کسی کے جگر پر سلطان، کسی کے پیسپروں میں
 لے یہ ایمان بچے حال میں حاصل تھا۔ جدہ میری ساری زندگی بت پرستی
 اور غیر اللہ کے در پر جہیں سائی جھاگ رہی ہے۔ جو در حال سکون مجھے اس وقت حاصل ہے
 وہ آج سے پہلے کسی حاصل نہ تھا۔ (برقی)

ہیپ۔ کسی کے گلے میں ناسور اور کسی کے رانے میں زہریلا پھوڑا نظر آنے گا۔ بتاؤ ان حادثات کو اللہ کے بغیر کون مدد کر سکتا ہے اور اگر پیدا ہو جائیں تو کون کُدد کر سکتا ہے۔

مجھے ان جسمانی عوارض اور دائمی حادثات سے بچنے کے لیے اللہ کے بغیر کوئی اور راہ نظر نہیں آتی۔ بے بس انسانو! تم بغیر اس کے کہ بے چین مرض کے سرمانے بیٹھ کر آنسو بہاؤ۔ اور کیا کر سکتے ہو۔ وہی معاصب نازل کرتا اور صرف وہی دور کر سکتا ہے۔

اَمِنْ يَسْتَبِيحُ النَّصْطَرُ إِذَا
دَعَاكَ وَيَكْتَسِفُ السُّوَاءُ

بے قرار کی پکار کون سنتا اساس
کے دکھ کو کون کُدد کرتا ہے۔

(رائل)

توحید پر لگا کر اڑ جاؤ اور کھشانی دنیا سے کوئی ٹکرا ٹھاؤ۔ بھرا کابل کی گہرائیوں میں سات میل کا غوطہ لگا کر کوئی سیپی نکال لاؤ۔ پھر جن کی بہاروں سے پھول کی کوئی پتی تھوڑے لادو اور ایک طاقتور خوردبین کے نیچے رکھ کر ان تینوں کا مطالعہ کرو۔ تم یہ دیکھ کر حیرت میں کھو جاؤ گے کہ ان سب کے اجزائے ٹکونیٹک ہیں۔ یعنی بلی کی مثبت و منفی ذرات۔ کیا تمام کائنات کی یہ وحدت ٹکونیٹک اس حقیقت کا اعلان نہیں کہ اللہ ایک ہے؟ اگر ایک نہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہر مقام پر پانی نشیب کی طرف بہ رہا ہے۔ سرول بچے مرتبہ و حرکت رہا ہے۔ اور ہر جگہ بکری کے پیٹ سے بکری پیدا ہو رہی ہے؟ نظام کائنات میں یہ یک رنگی۔ ایک خالق۔ ایک ناظم اور ایک کارفرما کے بغیر محال ہے۔ اگر وہ خدا ہوتے تو کہیں نہ کہیں سلسلہ طلق میں کوئی نہ کوئی فتور پیدا ہو جاتا۔ کہیں پیٹر کے پیٹ سے مرغی نکلتی اور کہیں چھتر کے انڈوں سے مکھیاں پیدا ہوتیں۔

لَوْ كَانَ فِئْتِنًا إِلَّا إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ
 لَكَسَدًا تَا (قرآن)
 تو سلسلہ نظم و تعلق میں زبردست
 اور اس کائنات میں وہ خدا ہوتے
 فتور پیدا ہو جاتا۔

اعمال پر تصورات (مقاید) کا زبردست اثر ٹھا کرتا ہے۔ ہم ایک جہاں
 کیلئے جڑی سے جڑی قربانی اس خیال (تصور) سے کر گدھتے ہیں کہ ہم
 دونوں کی رگڑ میں ایک ہی ہو پھڑ رہا ہے۔ ہم اپنے ہم جہاتوں سے ایسے
 محبت کرتے ہیں کہ ہم سب کی درساہ ایک تھی۔ ایک پیر کے مریدوں میں
 اخوتی مسلک پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم وطنی کا رشتہ تمام اہل وطن کو گانٹھ دیتا
 ہے۔ ایک ملک، ایک قبلہ اور ایک کتاب کا تصور کہ ٹھنڈا انسانوں کو ہم خیال
 بنا دیتا ہے اور ایک خدا کا عقیدہ تمام نسل انسانی کو رشتادار ت میں
 منسلک کر دیتا ہے۔ عقیدہ تو حید و کھنڈن المثنین سچو انسان کو انسان سے
 باندھ دیتی ہے اور اس کے بغیر ہم گرا خوت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر
 نہیں ہو سکتا۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
 مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا
 وَكَانُوا شَيْكًا (ردم)
 تم مشرک مت ہو۔ یعنی ایک دین
 میں تفریق ڈال کر نسل انسانی کو
 گروہوں میں تقسیم نہ کرو۔
 الغرض ہم اللہ کے بغیر اس دنیا میں ایک قدم نہیں چل سکتے۔ اور اُسے

تسلیم کرنا (ایمان لانا) نہایت ضروری ہے کیوں؟

- (۱) مدد کائنات کو سمجھنے کے لیے۔
- (۲) انسانی عظمت کو قائم رکھنے کے لیے۔
- (۳) لاکھوں خداؤں کے شر سے بچنے کے لیے۔

(۴) غریبوں کو سہا دینے کے لیے۔

(۵) تقاضائے انصاف پہلا کرنے کے لیے۔

(۶) مصائب سے بچنے کے لیے۔

(۷) نعمتوں کے حصول کے لیے۔

(۸) لہل انسانوں کو ایک گھرانہ بنانے کے لیے۔

(۹) وصیت نگویا کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے۔

(۱۰) اور اس لیے بھی کہ وہ ایک زبردست حقیقت ہے اور حقیقت سے

آنکھیں بند کر لینا دیدہ و سناستہ اندھا بننا ہے۔

شُرک؟ شرک کا اصطلاحی مفہوم یہاں ہے کہ کسی چیز کو عبادت کا

صفات میں اللہ کا شُرک و مساویٰ (تہ) سمجھا جائے۔ جہاں تک صفات کا

تعلق ہے۔ آج دنیا میں کوئی ایسی ملت باقی نہیں رہی جو اللہ کے بغیر کسی اور

ہستی کو کائنات کی خالق و ناظم سمجھتی ہو۔ علم اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ اس کی

شعاعیں جہشیوں کی تاریک غاروں میں بھی پہنچ چکی ہیں اور علم یہاں تک پہنچا ہے

جس سے اللہ نظر آتا ہے۔ اس لیے عصر حاضر میں اللہ کو نہ دیکھنے کا سوال ہی

پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ شرک فی العبادت کے مناظر ہر جگہ ملتے ہیں۔

عبادت کے معنی ہیں غلامی اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے غلام دنیا میں بہت کم

ہیں۔ اور من کلن اللہ کے جہت زیادہ۔ ان معبودوں کے کوئی گروہ ہیں۔

اول؟ سرمایہ دار جن میں سے کچھ بادشاہ ہیں اور کچھ نواب اور جہاں جگہ بڑے

بڑے زمیندار ہیں اور کچھ برہا اور ڈالیا کی طرح کروڑ پتی۔ ان کی غلامی میں

کندروں انسان جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ ان سے پیلوں کی طرح کام لیتے ہیں۔

ان کی جہوشیوں سے جنابت حیوانی کی آگ بجھاتے ہیں انہیں ہر بڑے

مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ بعض غنائین فخر معاشوں اور غنڈوں کی ایک تعداد دوسروں کی طرف آتارنے اور ڈاکے ڈالنے کے لیے پال رکھی ہے۔ حال ہی میں پشاور کے ایک بہت بڑے خان کو کیمبل ہند پولیس نے اس بنا پر گرفتار کیا ہے کہ اس کے ملازمین موٹروں میں سوار ہو کر وہ دوسو میل تک ڈاکے ڈالتے تھے۔

حضرت علیہ السلام کے عہد میں ابوہریرہ و ابوہبیب نے ایسے لوٹے پال رکھے تھے جو حضرت کو پتھر مارتے اور ان کی راہوں پہ کاٹتے بچھا یا کرتے تھے۔

سرمایہ واردوں کے یہ حاشیہ نشینی شب و روز اپنے آقاؤں کے اشاروں پہ ناچتے اور ان کی غلامی (خدمت) عبادت میں محو رہتے ہیں۔ حضرت خلیل کی دعوت ذیل میں کچھ ایسے ہی گمراہ کن معبودوں کا ذکر ہے۔ **وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ لِي ذَاكَ مِنْ أُمَّتِي نِعْمًا وَاجْتَنِبْ بَنِي دَارِيٍّ إِنَّ لَعَنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ط رَبِّ اجْعَلْ لِي ذَاكَ مِنْ أُمَّتِي نِعْمًا وَاجْتَنِبْ بَنِي دَارِيٍّ إِنَّ لَعَنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ** (ابراہیم)

ریاد کرد، جب ابراہیم نے دعا کی تھی۔ کہ اے رب اس شہر (مکہ) کو دارالامن بنا۔ نیز مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی غلامی سے بچا اے رب ان بتوں نے انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو گمراہ کر رکھا ہے (

کیا پتھر کی صورتیاں بھی گمراہ کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اصنام سے مراد مرد و بوا مان جیسے عیاش و ظالم سرمایہ دار تھے۔

دوم؛ بتوں کی دوسری قسم خانقاہوں کے مہاد یعنی پیرانی طریقت ہیں۔ یہ لوگ وکھوں انسانوں کو دام بیعت میں پھنسا کر انہیں کٹھتے اور ان کے اسلام کا پلستر بگاڑتے ہیں۔ یہ ساحرا، اموط اپنے مریدوں کو اپنی خدائی کردہ حشیش پلاتے ہیں کہ انہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی ہے۔ ان کی نامراد زندگیاں ان اصنام کے قدروں اور ان کے اسلاف کی قبروں پہ جبین سائی کرتے کرتے گلدھاتی ہیں۔ وہ انہی سے حاجات طلب کرتے اور انہی کو ملی بگلی شہجا قدر سمجھتے ہیں۔ یہ بُست موٹوں، باغوں اور مٹلوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور پچا سا مُرید فلاکت و نکبت کے اسفلِ السافلین میں جا پہنچتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَعْمَابِ سِرَّاءٌ وَ الرَّهْبَانِ كَيْفَ كُنُوتٌ أَمْحَاكُ النَّاسِ بِالْبَطْلِ (قرآن)

راے ایمان والو! ان پیروں کی اکثریت لوگوں کا مال نہایت ناجائز طریقوں سے کھاتی ہے۔

مجھے آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ ان پیروں کا مصرف کیا ہے بلیر اس کے کہ یہ لوگ تسبیروں، قباؤں اور توایوں کی آڑ میں دنیا کی جیبوں پہ ڈاکے ڈالیں اور انہیں بیکار محض بنائیں۔ دنیا کی ہر تجارت میں سوا یہ لگا ہا پڑتا ہے اور اس میں سود و زیاں ہر دو کا احتمال رہتا ہے۔ لیکن خانقاہیت ایک ایسی تجارت ہے جس میں ایک پائی کا نسر ایہ نہیں لگا یا جاتا۔ اور خسارے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان بیکار اور بیکار ساز معبودوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قَالَّذِينَ كَفَرُوا مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلْنَا لَكُمْ -

اللہ کے بغیر جن معبودوں سے تم اپنی حاجات طلب کرتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔)

موسم اور کیمپوور سے صرف ڈیڑھ میل مغرب میں ایک گاؤں سیروالہ کہلاتا ہے۔ آج سے پانچ برس پہلے یہاں کی گلیوں میں ایک غلیظ جھکاری شہد کریں کھاتا ہوا ملتا تھا۔ اس نے زندگی میں شاید کبھی منہ دھویا ہو۔ اس کے ہاں پر فلاطت کی کئی قمیصیں بھی ہوتی تھیں۔ اُسے بلغم اور زکام سے ایک لمحہ کے لیے نجات حاصل نہ تھی۔ کبھی لاکھوں کی تعداد میں اس پر جھنڈنا یا کرتی تھیں۔ لیکن جب وہ مر گیا تو اس کی قبر عبادت گاہ بن گئی۔ شریعہ و سبب جھنڈیاں لہرائے لگیں۔ اور علاقہ پھر کی عود میں حاجات کے لیے اس فلاطت پناہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں۔ کوئی پوچھے کہ کیا اللہ نے اپنے اختیارات اس غلیظ جھکاری کے حوالے کر دیئے ہیں اور خود عرش معلیٰ پر عضو معطل بن کر بیٹھ گیا ہے۔

درحقیقت اس شرک کی تمام تر ذمہ داری ہمارے پیرانہ طریقت اور مٹلا پہ عائد ہوتی ہے۔ یہ دونوں مرفوں کو صمیم و بصیر ثابت کرنے اور اللہ کے ہاں انہی دو سبیل بنانے میں بارہ سو برس سے اپنے قلم اور پیپ پیٹروں کی تمام تر طاقت صرف کر رہے ہیں۔ یہ اس لیے کہ طائفہ ہی تجارت کا تمام تر انحصار ہی اسی عقیدہ پر ہے۔ اس قہار میں پیر کا فرما ہے اور مٹلا ایجنٹ اور دونوں ل کر دنیا کو آؤ بنا رہے ہیں قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے کھنڈو! مردے نہیں بنتے۔ مراد یہی ہم سے طالب کرو۔ ہم تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ لہذا تمہارا لام کے

مخزن ہمارے پاس ہیں۔ تمہارے یہ مردے ایک لمحے تک پیدا نہیں کر سکتے۔
 بارشیں برسنے والے، موسموں کو بدلنے والے، ساری کائنات کو رونق دینے
 والے۔ فصل بہار میں زمین کو جنتِ نگاہ بنا دینے والے، ہوائیں چلانے والے سوج
 چکانے والے، دن کے بعد رات لانے والے۔ تمہارے خالق تمہارے کارساز
 تمہارے سب کچھ ہیں۔ لیکن تم اپنی حاجات کے لیے ایسے معبودوں کی آستان
 پر جہیں سانی کر رہے ہو۔ جن کی ٹہریاں بھگ لگ سڑ چکی ہیں۔ جو لوگ زندگی میں
 پھر تک ایک ٹانگہ بھگ بنانے سے عاجز تھے۔ جو جسم سے اکٹرا ہوا بال
 دوبارہ اپنی جگہ پر نہیں لگا سکتے تھے۔ وہ مرنے کے بعد اتنے بہادر
 اور سہمند کہاں سے بن گئے ہیں کہ وہ تمہیں اولاد کی نعمت دے سکیں
 یا تمہاری کھتیوں پر بارشیں برسا سکیں۔

جب ہمارے مَلائے قرآن میں یہ آیت دیکھی۔

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔

رک اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈو

تو اُس کا ذہن رسا "خدا اس نتیجہ پر پہنچا کہ سو نہ ہو اللہ کے وسیلے ہی
 نہ دے ہیں۔ اور یہ نہ سوچا کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں تمام نتائج اور
 تمام خدائی انعامات مثلاً علم، صحت، سلطنت، عزت و دولت وغیرہ
 وسائل سے وابستہ ہیں۔ علم کا وسیلہ محنت و مطالعہ ہے۔ عزت کا پاکیزہ
 اخلاق اور سلطنت کا تنظیم، ایثار، جانفروشی وغیرہ۔ جب تک کوئی قوم
 ان وسائل کو ہاتھ میں نہ لے۔ وہ اللہ سے عزت و سلطنت کے انعامات
 حاصل نہیں کر سکتی۔ مَلائے وسیلہ کا مفہوم قبر سمجھ لیا اور لگا ہر قبر کا
 طواف کرنے اور زردوں کو مردوں کے سامنے جھکانے۔ وہ قوم کس قدر

قابلِ رحم ہے، جو زندگی کی ہیک مہلا سے مانگتی پھرتی ہے۔
 تلاوتِ برہن ہرنے میں بُت تراش رہے ہیں۔ یہ قرآن دگیتا اس لیے نہیں
 پڑھتے کہ وہ دنیا کے دلوں پر اللہ کی قدرت و حاکمیت کا سکہ بٹھائیں۔ بلکہ
 اس لیے کہ کسی منتر یا آیت کو موڈ توڑ کر انسان کو خدا بنانے کی کوشش کریں
 اللہ نے جب شہید کو حیاتِ دوام کی بشارت سنائی تو ملائکہ نے شہیدوں
 کی سینکڑوں قمیصیں تیار کر لیں اور ہر ایک کو حیاتِ دوام کا پرمانہ دے کر
 کہا کہ آؤ اور ان کی خدائی سے ملادیں مانگو اور ایک لمحہ کے لیے نہ سوچا کہ
 ایک بے بس مردہ جو مٹی کے نیچے ایک منجمد پتھر بن چکا ہے۔ وہ سبلا کسی کا کیا
 سنوار سکتا ہے۔ اور اگر دو منٹ کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیں کہ خدا براہِ راست
 کوئی دعا نہیں سناتا۔ وہ صرف پہا پر چینیل (PROPER CHANNEL)
 سے آئی ہوئی دُعاؤں پر غور کیا کرتا ہے، تو یہ فرمائیے کہ یہ مُردے کہاں کی
 ”پہا پر چینیل“ ہیں۔ اگر ہیں تو قرآن سے کوئی سند پیش کیجئے جس اللہ نے
 رسولِ اکرم صلعم کو یہ کہا دیا تھا۔

إِن تَسْتَغْفِرَ لَكُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ۔

دکھ اے رسولؐ۔ اگر تم ان بدکاروں کی مغفرت کے لیے ستر مرتبہ بھی تم سے
 دُعا مانگو گئے تب بھی تم پر غور نہیں سنیں گے اور انہیں کبھی معاف نہیں کریں
 گے، اِس اللہ کو آپ نے اس قدمِ کمزور اور (خاکم بدین) لہو دا سبھم دکھا ہے۔
 کہ جو ہنسی کسی مُردے نے سفارش کی۔ اللہ نے دم بخود ہو کر اُسے منظور کر لیا۔
 کیا اندھا و خندہ سفارشات کو منظور کرنے سے فظیم عالم قائم رہ سکتا ہے۔
 فرض کیجئے کہ نورا کسی مُردے سے کہتا ہے کہ انگلستان کے تخت پر مجھے
 بٹھا دو۔ یا دریائے دجلہ کو میرے کھیت سے گزار دو۔ یا فلاں خاندان کو

اندھا کر دو۔ یا قہ یادوں میں آگ لگا دو۔ اور اللہ تعالیٰ اس مُردے کی سزا
منظور کر لے، تو خود ہی سوچیں کہ دنیا کا کیا حال ہو جائے۔

اللہ دنیا کا فرما رہا ہے، اس نے نظمِ عالم کو برقرار رکھنا ہے۔ اس نے اتمام
و افراد کی بہتری کو دیکھنا ہے۔ اس لیے کہ وہ رب بھی ہے اور عادل و رحیم بھی۔
ایک مُردے کو کیا خبر کہ بہتری کس بلا کا نام ہے اور رحم و عدل کے تقاضے کیا ہیں
دوست کہا تھا سعدیؒ نے ا

”آئیں کہ تو نگرمت نمی گرداندا، مصلحت تو از تو بہتر و اند“

(گلستان)

ہر دُعا کو منظور کرنے سے پہلے وہ دیکھتا ہے کہ اس سے کسی کا حق تو ضائع
نہیں ہوتا۔ زید کو ڈپٹی کیشنر بنا دینے سے عمر سے تو بے انصافی نہیں ہوتی۔ دُعا
خود داعی کے لیے مُضر تو نہیں۔ ہم سینکڑوں اشیاء کو مفید سمجھتے ہیں۔ لیکن دراصل
وہ مُضر ہوتی ہیں۔ ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اللہ دعاؤں کا فیصلہ
کیا کرتا ہے۔ نہ یہ کہ آپ نے قبر کی جھنڈی پلائی اور قبولیت کے ایوان میں
سمجھ پھال آگیا۔

مہنمار آل کہنہ نخمیر گیر

بدام اقعائے تو گرد و اسیر

(اقبال)

یہ بے کس اور مجہد مُردے پتھر سے زیادہ نبے جس اور بے بس ہیں۔ ان کے
سامنے سمجھ سے رُنا اور ان سے مرادیں مانگنا بے بصری و بے بصیرتی کی انتہا ہے۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝

أَمْ أَوْتُوا حِيلًا وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ - (انعام)

درہ لوگ جن سے تم اللہ کو چھوڑ کر اپنی حاجات طلب کرتے ہو ایک
 ذہن تک پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ خود مخلوق اور بے ہاں قیمت ہیں۔ یہ
 نہیں جاننے کہ وہ قبول سے دوبارہ کب اٹھانے جائیں گے۔

چارم و فہم۔ نفس کا مفہوم بہت وسیع ہے اور نفسانی جذبات کی اصطلاح
 کافی زیادہ ہے۔ لیکن ہم یہاں نفس کے صرف دو جذبات یعنی ہری و غضب
 سے بحث کریں گے۔ ہوس کے معنی ہیں ہر اچھی چیز کو حاصل کرنے کی تہاؤ
 خواہش اور کوئی آڑے آئے تو اسے بقوتِ مدد کرنے کا نام غضب ہے۔
 میرا مشاہدہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام انفرادی و اجتماعی مفاسد کی ذمہ داری
 انہی دو جذبات پر عائد ہوتی ہے۔ یہ جھگڑے، یہ چھدیاں، یہ عصمت شکنی
 یہ ڈانگ بازی۔ یہ سازشیں، یہ لہڈی کا شوق، یہ میلانے و فغان سے
 عشق۔ یہ رشوت۔ یہ عبور اور یہ جہاں بھر کی بدکاریاں۔ ہوس و غضب
 کی پیداوار نہیں۔ گذشتہ دو عالم گیر جنگوں (۱۹۱۴-۱۹ اور ۱۹۳۹-۴۵ء) کا
 باعث بھی تو آبادیوں، تیل کے چشموں، ربرک کے کیتوں، لوہے کی کانوں
 اور نئی اقوام کو غلام بنانے کی ہوس تھی۔

انسان کے قابل ذکر جذبات میں ہیں۔ جذبہ ملکیت۔ جو اسے تمدن
 تقویٰ کی راہیں دکھاتا ہے اور ہوس و غضب، جو اسے جہاں بھر کی بدعاشیوں
 کی ترغیب دیتے ہیں۔ ہر عمر کے اقدام کے وقت جذبہ ملکیت انسان کو
 نیکی کی طرف بلاتا ہے۔ جب وہ مسلسل اس دعوت کو شکر ادا کرتا ہے تو یہ
 آوازِ ضمیر کی آوازِ مدغم پڑ جاتی ہے۔ اور بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔ اس
 کیفیت کو قرآن نے قطعاً علی قللاً بوسم اللہ ختم اللہ علی قلوبہم
 دن کے دلوں پر فہرگ گئی) سے تعبیر کیا ہے۔

تعلیم انسانیت پر ابلیس کی یلغار سدا جاری رہتی ہے اور اس کے بڑے بڑے حربے دو ہیں۔ غصہ اور شہوت (ہوس) جب کوئی فرد ان دو جہذبات کے بس میں پوری طرح آجاتا ہے، تو وہ مجسم شیطان بن جاتا ہے۔ اپنے شہر کے خنڈوں پہ نگاہ ڈالو۔ کس طرح وہ بات بات پہ چاؤ نکال پیتے ہیں۔ راہ جاتے کی بلا جہر پگڑی اچھال دیتے ہیں۔ جس چیز پہ دل آجائے۔ دکان دار کو ڈنڈا دھکا کر مہفت لے لیتے ہیں۔ اغواء، افلام، کیسہ تراشی۔ دشنام بازی شراب نوشی اور تہار بازی جیسے جرائم کا علی الاطلاق ارتکاب کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن نے شیاطین الانس کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور سورہ الناس میں ان سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

جس طرح جھلا سے لے کر حکماء، اولیا اور انبیاء تک انسانوں کے کئی درجے ہیں۔ اسی طرح شیطانوں کے بھی کئی طبقے ہیں۔ یہ ہدمعاش اور غنڈے سو فیصدی ابلیس ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ملتے ہیں۔ جن کا شیطان شر پیفوں اور ادریسوں کے لباس میں نمودار ہوتا ہے اور وہ اپنی ہوس پر قبضہ و تسلط کی تلق ڈال دیتے ہیں

اے بسا آدم کہ ابلیسی گند

اے بسا شیطان کہ ادیری گند (اقبال)

کچھ قلندری کا جیس بدل کر شکار کیلئے ہیں۔ اور کچھ لیڈروں اور وزیروں

کی شکل میں آتے ہیں۔

ہم نے ہر طرح منظر دیکھا کہ کسی ادارے میں ماتحت سے ذرا سی لغزش ہوئی اور افسر صاحب محبت جامہ سے باہر ہو گئے۔ نتھنے چھلا کر اور آنکھیں نکال کر گرجنے اور برسنے لگے۔ کیا ایسے افسر کو جو غضب کے ہاتھ میں ایک

کھلونا ہو۔ آپ انسان سمجھتے ہیں؟ میں کٹھا ایسے علما کو جانتا ہوں جو دوسرے کی قیادت و شہرت سے جل کر تکفیر و تفسیق پہ اتر آئے۔ میں ایسے سینکڑوں خاندانوں سے واقف ہوں، جو کسی عزیز کو ترقی کرتے دیکھ کر آتشِ حسد میں جل مڑے ہیں۔ ایسے ہزار ہا ملازمین حکومت کی داستانیں اُس چکاہوں جو چند ٹکوں کے عوض حق و انصاف کو پیچھے رہے۔ میں ایسے سینکڑوں عذاروں کے نام جانتا ہوں، جو اعدائے اسلام سے ملک و ملت کے سوسے چکاتے رہے۔ یہ تمام لوگ صنم ہوس کے پجاری اور مشرک ہیں۔ پنہ کے بُت کو توڑنا یا چھوڑ دینا بہت آسان ہے۔ لیکن نفس کے بُت کو توڑنا نہایت مشکل ہے۔ غزنوی نے سومنات کے بُت کو توڑ ڈالے تھے۔ لیکن اپنے دل کے بتوں کو نہ توڑ سکا۔

توحید پہ ناز ایسا ! دل مجو یا ز ایسا
توڑا نہ گیا تجھ سے محمود یہ بُت خانہ

(حفیظ جالندھری)

برہمنے بہ غزنوی گفت کرامتم نگر
تو کہ صنم شکستہ، ہندہ شدی ایازرا

(اقبال)

بد معاش وہ نہیں، جو کسی غلط فہمی کی بنا پر کسی پتھر کے آگے سر جھکاوے بلکہ وہ ہے، جو مفتوح الاموال اور مغلوب الغضب ہو جس کے لفظ گاپن کے پوری بستی نعل در آتش ہو جس کے غضب کے شعلوں میں ایک دنیا جل رہی ہو۔ نیپور نے تیرہ لاکھ چنگیز دہلا کو نے صرف بغداد میں اٹھارہ لاکھ اور حجاج بن یوسف نے ساتھیوں کے ساتھ تین لاکھ انسانوں کو غضب کی قربان

گاہ پر صیغہ چڑھا دیا تھا۔ وہیم کیصرا اور ہٹلر کی آتشیں ہوس میں بارہ
 کروڑ انسان جل کر مرے تھے۔ حقیقتاً ہوس وہ خوفناک اور خوفناک دیوتا ہے
 جس کی نگاہوں میں موت، جس کے مقسم میں ہییب، جلیاں اور جس کے خرام
 میں لاکھوں محشر نہاں ہیں۔ تمام عالم رہا مشتائے چند، اس کا پجاری ہے
 اس کی قید سے لکنا ہی وہ آزادی ہے، جس کا پیغام مزارع انبیاء نے
 دیا تھا اور اس کا سر کھلنا ہی وہ کارنامہ ہے۔ جسے حضور علیہ السلام
 نے چراوا کبر کہا تھا۔

ہم اسے علم کے دن مشرک وہ ہے جو کسی پتھر کا پجاری ہو۔ خدا جانے
 ان کم نگاہوں کو اپنے دل کا صغم خانہ کیوں نظر نہیں آتا۔ وہ ہولناک بُت
 کیوں دکھائی نہیں دیتا، جو ازل سے تمام تباہیوں اور فتنہ کاریوں کا منبع
 اقل رہا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ پتھر کی پرستش بہت بڑی لغویت
 اور ظلم ہے۔ لیکن اس سے بڑا ظلم کون ہے جو پرستار ہوس بن کر ایک
 دنیا کے لیے خطرہ بن جائے۔

ذَمِّنْ أَظْلَمَ مِمَّنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ. (قرآن)

اس سے بڑا ظلم کون ہے جس نے اس کو اپنا معبود بنالیا

پہنچم سنگ پرستی اور اس موضوع پر صفحات گزشتہ میں کافی بحث ہو چکی
 ہے۔ ہر عمل کا اندازہ اس کے نتائج سے کیا جاتا ہے۔ نتائج کے لحاظ سے
 ہوس پرستی شرک کی نہایت مضرا و خوفناک قسم ہے۔ اس کے بعد سواہ
 پرستی اور ہر پرستی کا درجہ آتا ہے۔ سب سے آخر سنگ پرستی ہے۔
 ہوس پرستی ہی وہ مکروہ شرک ہے جس کی وجہ سے اللہ نے ایک سو
 انیس مرتبہ ہماری خلقت کو تباہ کیا اور یہی وہ گناہ ہے جسے اللہ کبھی معاف

نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (قرآن)
 اللہ سب کو معاف کر سکتا ہے۔ لیکن شُرک کو کبھی معاف نہیں کرتا۔
 سنگ پرستی سے مجھ یا آپ کو کیا نقصان۔ زیادہ سے زیادہ آپ اسے ایک لغو
 حرکت کہہ سکتے ہیں۔ اس سے اس عالم میں کوئی برسی واقع نہیں ہوتی۔ یہ بے جا
 اور مردہ بت چوری اور دنیا فساد کی تعلیم نہیں دیتے اور نہ قتل و غارت پر کھاتے
 ہیں۔ ان تمام مفسد کا منبع تو نفس ہے۔ اس لیے سب سے بڑا مشرک وہ ہے
 جو نفس پرست ہے اور سب سے بڑا متوہدہ جو نفس کی سینہ لہریاں توڑ
 ڈالے اور شیطان کو پاؤں کے نیچے سل دے۔

وہ عشق و ہوسناکی والی کہ تغافرت چیست؟

اں تیشہ نسر بادے، ایی حیلہ بردینے

(اقبال)

ایمان بالآخرۃ

قرآن میں قیامت کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ آخرۃ، جس کا موصول الساعۃ، محذوف ہے الساعۃ، الآخرۃ
 کے معنی ہیں آنے والی گھڑی، مستقبل کی برسات، آنے
 والی گھڑی ہے۔

۲۔ یوم الآخر، یعنی آنے والا دن۔ آج کے بچکل اور گل کے لیے پرسوں
 "یوم الآخر" ہے۔

۳۔ یوم الدین، "دین" کے معنی ہیں بشریت۔ فیصلہ، حساب، بدلہ، جزا

مکانات، طاعت، تقویٰ، قلبہ

۴۔ یوم الحساب : حساب یعنی محاسبہ

۵۔ یوم الفصل : فصل = لیصل

ہم اوراقِ گزشتہ میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور ہر شخص کا تجربہ اور مشاہدہ بھی اس حقیقت پر شاہد ہے کہ اعمال کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے۔ قرآن میں عاودہ نمود۔ آل فرعون و نمود۔ اصحاب الایکۃ و الترس اور اقوامِ لوط و شعیب کی داستانیں بیان کرنے کے بعد فرمایا:

فَاَهْلَكْنَا هُم مِّنْ دُونِ ذٰلِكَ اِنَّهُمْ لَنَا جُنُودٌ مَّا نَحْنُ بِمُعَذِّبِيْهِمْ وَنَحْنُ بِمُكَذِّبِيْهِمْ

زہ نے ان اقوام کو ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہ کر دیا اور ان کا وارث

دیگر اقوام کو بنا دیا۔

ایک کام چھوڑنا علم امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے۔ بدیگر الفاظ نتیجہ کا دن اس کے لیے "یومِ الآخر" ہوتا ہے۔ عیاش و بدکار اقوام کو یہیں تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اور بلند اعمال اقوام کو اسی دنیا میں سلطنت کی جزا مل جاتی ہے۔ یہاں کامردن تمہارے گزشتہ اعمال کے لیے یومِ الحساب اور یومِ الدین ہے۔ جو لوگ جزا سزا کے قائل نہیں وہ یا تو پرلے دہے کے احمق ہیں اور یا محمدان سے بن رہے ہیں۔ ایسے لوگ نہایت غیر محتاط۔ صلہ اعمال سے بے پروا اور بدکار ہوا کرتے ہیں۔ یہ مکانات ہی کا ڈر ہے۔ جو انسان کو ارتکابِ گناہ سے روکتا اور اس کے دل میں "ما بعد یومِ الدین" کا خوف پیدا کرتا ہے۔ بدیگر الفاظ۔ تباہی اور ہلاکت سے بچنے کے لیے سلسلہ جزا سزا پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔

کچھ اعمال ایسے بھی ہیں۔ جن کا بدلہ یہاں نہیں ملتا۔ مثلاً ہلاکوں نے تیس

لاکھ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لیکن کوئی اس کا بال تک بیان نہ کر سکا۔ یزید نے سارا خاندان رسالت میدان کر بلا میں ذبح کر ڈالا تھا۔ لیکن ایک لاکھ کوئی کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ تقسیم ہند کے وقت سردار پٹیل نے دس لاکھ مسلمان کات ڈالے اور وہ مرتے دم تک مسند حکومت پر متمکن رہا۔ کیا ایسے لوگوں سے انصاف نہیں کیا جائے گا؟ کیا ان لاکھوں مظلوموں کی روحیں فریادیں کیلئے ہمیشہ جنتی چھری لگی اور ان کی شنوائی نہیں ہوگی؟ کیا ایسے ستم کار اور بدنام لوگوں کیلئے کوئی بوم الحسا نہیں آئے گا۔ ضرور آئے گا اور یقیناً آئے گا۔

نَمَّا يَكْفُرُ بِنِكَ بَعْدُ بِالذِّينِ، أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ الْمُحْسِنِينَ ط

(التین)

تم قیامت کا انکار کیسے کر سکتے ہو۔ کیا اللہ سب سے بڑا عادل و منصف

(ہیں؟)

مجھے ایسی صدقہ میں بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کہ ایک دوسری پاس امیر زادہ تو پانچ سو روپے کی آسامی پر براہ راست منظور ہو گیا اور ایک غریب کا ایم اے پاس لڑکا دس چار سال تک دھکے کھانے کے بعد صرف گریڈ اور بھن سکا۔ رشوت دینے والوں نے ہٹے ہٹے کام کر لیے اور غریب مستحقین کو گواہی دیا کہ وہ خا موش ہو گئے۔

قبول تو دگراں ماہر صدیق صل نشاند

دل شکستہ مارا بر آستین انداخت

ظہور پاکستان کے بعد امیروں نے کارخانے منہمال لیے۔ تہا قوں منڈیوں اور کینٹینوں پر قبضہ کر لیا اور غریب مہاجروں کو سڑکوں پہ اڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ ایک آسامی کے لیے سات امیدوار پیش ہوئے۔

جن میں یہ نیاز مند بھی شامل تھا۔ قابلیت، کوائف اور اسناد کے لحاظ سے میرا حق سب سے مقدم تھا۔ لیکن حکومت نے ایک ایسے آدمی کو منتخب کر لیا جو صرف اقل سب سے جاہل تھا۔ بلکہ کوٹن۔ کج مفزا اور بدذوق ہونے میں بھی بڑی مثال نہ رکھتا تھا۔ نیوٹن کر میرے مُنہ سے یہ جملہ بے ساختہ نکل گیا۔

• غضب ہو جائے گا اگر قیامت نہ آئی •

ہاس گاؤں میں ایک اکڑے ہوئے زمیندار نے ایک تیلی کو بیگار میں دھر لیا۔ اس نے بیماری کا اند کیا تو پہلے اُسے بے تماشا مادہ اور پھر اس کا پانی بنا کر دیا۔ بے بس تیلی یہ کہہ کر گاؤں سے نکل گیا، کہ میں اپنا مقدمہ اللہ کے عدالت میں پیش کروں گا، قیامت، غریب کی سب سے بڑی ڈھارس ہے اگر قیامت کا تصور موجود نہ ہو، تو تمام مجبور و بے کس لوگ خود کشی کر لیں۔

یہ قیامت ہی کا خوف ہے کہ ہم میں سے بیشتر دوسروں کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اور یہ جزائے حسد ہی کی تہا ہے۔ کہ ہمارے بعض امرا لاکھوں روپے کے صرف سے بڑے بڑے منفعت رساں ادارے مثلاً کالج شفا خانے وغیرہ قائم کر جاتے ہیں۔ آج سے چار سال پہلے ضلع الہک کے ایک رئیس نے جہا جرن کشمیر کی معاونت کے لیے اٹھائی لاکھ روپیہ دیا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان نے اللہ کی راہ میں نصف اثاثہ دے ڈالا تھا اور حضرت صدیق نے گھر میں صرف خدا و رسول کا نام باقی چھوڑا تھا۔ یہ سب کچھ کہیے؟ صرف اس لیے کہ ایسے اعمال کی جوار، اگلی زندگی میں ملے گی۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ قیامت کا تصور کس قدر مفید اور ضروری ہے اسی لیے اللہ نے حکم دیا کہ آخرت پر ایمان لائے۔

ایمان بالملائکہ

لاہور کے ریڈیو درکشاپ میں جا کر دیکھئے۔ ایک لاکھ انسان وہاں کام کرتے
 ہوں گے۔ کائنات اس درکشاپ سے یقیناً بڑی ہے۔ کیا اللہ کی اس قدر کشاپ
 میں کوئی کارکن موجود نہیں کیا ہر انسان کے اعمال اللہ خود لکھ رہا ہے۔ ہر
 کتبہ سداوی کو وہ خود کھینچ رہا ہے۔ ہر کتبہ اور ہر پتھر کے اتمے میں اپنے ہاتھ
 سے پتھر بنا رہا ہے۔ ہر شہابی اور ہر ڈال کے ساتھ ہر غنچہ اور ہر شگوفہ خود لگا رہا
 ہے؟ کیا اللہ کے ہاتھ اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ ایک دقت کو ذرا اجماع سداوی
 اور کرب در کرب کتبہ ہات ارضی کو بنا اور چلا رہے ہیں؟ کیوں نہ ہم ایک سیدھی
 سی بات مان لیں کہ اللہ نے کائنات میں لاتعداد کارکن (فرشتے) چھوڑ رکھے ہیں۔
 جو تمام امور کار باذن اللہ انتظام کر رہے ہیں۔ ہمارے اعمال واقوال کو لکھ
 رہے ہیں بطون اتمات میں پتھروں کی تشکیل کر رہے ہیں۔ بادلوں کو ڈنک رہے ہیں۔
 گلہن کے ساتھ گلاب کا سچول لگا رہے ہیں اور انگور کی پیل کے ساتھ انگور۔
 آپ کہیں گے کہ فرشتوں کو کیا خبر کہ انگور کے خوشے میں رس کیسے بھرنے ہے
 اور ذائقہ کہاں سے لانا ہے۔ جہاں! جس طرح آپ اپنے کارکنوں کو پہلے تربیت
 دیتے ہیں۔ اور پھر تیکر سازی یا شراب سازی کے کارخانوں میں لگا دیتے ہیں۔
 اسی طرح اللہ کے ہاں بھی تربیت گاہیں موجود ہوں گی۔ جہاں سے یہ کارکن
 (فرشتے) تربیت حاصل کرتے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح شہد سازی
 اور تار بانی کا علم نحل و حنکبوت کی نظر میں رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح حکموں

اٹھارواں اور تیسریں ڈکوریوں کا علم ملائکہ کی فطرت میں ہے۔
 اللہ نے قرآن میں ملائکہ کے مختلف فرائض کی تفصیلات پیش کی ہے۔
 اقل ہر کہ وہ بادلوں کو دیکھتے، اجرام سماوی کو کیپتے اور کائنات کی وسیع کارگاہ
 میں تگوبین و تدبیر کے مختلف فرائض سرانجام دیتے ہیں۔
 وَالنَّارُ عَاقِبَةُ الْأَشْطَاتِ فَتَسْطَبُّهَا ذَوَاتُ السَّمَاوَاتِ سَبْحًا
 وَاللَّيْلِ نَفَسًا وَسَبْحًا فَالْمَلَائِكَةُ رِعَاةُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُمْ لَا يَسْئُرُونَ

ان فرشتوں کی قسم جو دستیاروں کو (پوری کائنات سے کیپتے ہیں۔ جو وسیلہ ہیں
 چشموں، طوفانوں یا مہار میں زمین کا) مدد کھول دیتے ہیں۔ جو اپنے فرائض کے
 سلسلے میں ہر جانب اڑتے پھرتے ہیں۔ جو اپنی احکام کی بجا آوری میں ایک
 دوسرے سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اور جو امور کائنات کا انتظام
 (مدد برتتے) کرتے ہیں۔

دوم۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ بعض انسانی اعمال اور ان کے نتائج میں اسباب
 وعلل کا ایک غیر مرئی سلسلہ کار فرما ہوتا ہے۔ غلام قادر دھیلے لے شاہی محل میں
 شاہ عالم کی آنکھیں ٹوکے ظہر سے نکال ڈالی تھیں اور کچھ عرصہ بعد سندھیا
 راجپوت نے جہاں اسی مقام پر دھیلے کی آنکھیں گرم سلاخوں سے بے نو کر
 دی تھیں۔ خاندانی تعلق کا تقریباً ہر فرما نوا اپنے پیشو کو قتل کرتا اور اپنے
 جانشین سے قتل ہوتا رہا۔ صمان نواز کو ہر جگہ میزبان مل جاتے ہیں۔ اور ہم
 دل پر ہر جگہ رحم کیا جاتا ہے۔ آج سے تینتیس برس پہلے کسی دوست کی بائیسکل
 میری لاپرواہی کی وجہ سے گم ہو گئی۔ اس نے مجھے معاف کر دیا۔ لیکن اللہ
 نے معاف نہ کیا۔ ۱۹۳۶ء کی شام کو یہاں (کیبل پور) میں ایک لفٹیننٹ
 کرنل نے مجھے حصرانہ میں مدعو کیا۔ سائیکل کوٹھی کے احاطہ میں رکھ دی جب

ہائے سے فارغ ہو کر صحن میں آیا۔ تو باقی سب سائیکلیں موجود تھیں اور صرف میری نمائندگی تھی۔ مسئلہ کا ذکر ہے کہ مجھے ایک ہاسٹل کے ویرینہ سال خانہ سالانہ پر فہرہ آگیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا وہ تو میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ لیکن خدائی کانہوں نے میری یہ کراوت کھل لی۔ ایک دن ٹرین میں بلا ٹکٹ سفر کر رہا تھا کہ پڑا گیا۔ کراہ پاس نہ تھا۔ ٹی ٹی اسی نے پوری طاقت سے میرے ہائیں گال پر وہ تھپڑ کھینچا کہ سر جھکا گیا۔ منہ ٹھوسے بھر گیا اور گال پر نیل پڑ گئے۔

اعمال و نتائج کا یہی وہ غیر مرئی سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی اللہ کے یہ کارندے مہیا کرتے ہیں۔

وَاتَّعَلُّوْا عَلٰیكُمْ لِحٰثِ النَّظِيْرِيْنَ ۝ كِرٰمًا مَّا كَانَتْ يٰسِيْنٌ ۝ يٰعَلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

دجمن نے تم پر قابل عزت نگران مقرر کر رکھے ہیں جو تمہارے ہر عمل کو لکھ لیتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ تمہارے اعمال سے کاملاً باخبر ہوتے ہیں۔

نہ صرف اعمال بلکہ اقوال بھی لکھے جاتے ہیں۔

فَمَا يَلْفُظُوْنَ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِمْ سٰبِقٌ مَّيْتًا ۝

تمہارے منہ کے قریب ایک بے خوف نگران متعین ہے جو تمہارے ہر قول کو لکھ لیتا ہے۔

صوم ۱۱: ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ پشاور میں استبداد فرنگ نے ایک مشرہا کر رکھا تھا۔ ہر روز بیسیوں افغان اُن کی گولیوں کا شکار بنتے اور سینکڑوں جیلوں میں پھینک دیئے جاتے۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک سفد دو چار پھرے ہوئے گورے کسی مشتبہ کی تلاش میں ایک بالا خانے پر چڑھنے

گئے۔ اوپر ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ قدموں کی ڈھپ
 ڈھپ سے وہ گھبرا کر کٹڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی اور چونہی وہ گور سے غوطہ
 ہونے۔ اُس نے ایک پیچ لٹائی اور گل میں بچے سمیت گود پڑی۔ خود کو لودنا
 ہلاک ہو گئی۔ لیکن بچہ بچ گیا۔ کس نے بہایا اور کیسے بہایا؟ اس کا ایک
 ہی جملہ نکلتا ہے۔ کہ لالہ عورت پیٹھ کے بل گری اور بچہ سینے سے لگا
 لگا تھا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت پیٹھ کے بل کیوں گری۔ کیا یہ
 بعض اتفاق تھا یا کسی غلطی باعث لے اُس کا رُخ پھیر دیا تھا؟

(۲) میرا ایک پانچ سالہ جینیہا چھت کی منہ میسے سپہا گلی کے
 پستہ فرش پہ جا پڑا۔ اور اُٹھ کر اندر چلا آیا۔ اُسے کس نے بہایا؟

(۳) جس اللہ نے ایک فرشتہ نخل کو فوق شہد سازی سکھانے پر مقرر کر
 رکھا ہے۔ ذَاذْحٰی سَ تَهْفَا اِنِّی الْغُلَّی رَاللّٰہُ نَی نَخْلَ کُو بَدْرِیْہُ وِجِی ہ ہدایت
 کی کہ ... کیا اُس لے سانپوں اور بھتوں پہ کوئی کنٹرول ران کی حرکات
 پہ ضبط رکھنے والا مقرر نہیں کیا؟ اگر کیا ہے۔ تو کیا یہ سانپ اس کنٹرول
 کے اشارے کے بغیر آپ کو کاٹ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

۱۹۱۰ء کا ذکر ہے کہ نیا ایک کھیست میں سے اپنی جینس کے پے چاہ
 کاٹ رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چیز میری دائیں ران کو مس کرتی ہوئی سرگ
 رہی ہے۔ مڑ کر دیکھتا ہوں کہ ایک ڈیڑھ انچ موٹا سانپ ایک ایسے
 سوراخ سے نکل رہا ہے۔ جو میری ران کے عین نیچے تھا۔ میں سخت گھبرا
 اور چپتا ہوا ہاگ لگا۔ چالیس برس تک سوچتا رہا کہ اُس زیریلے ناگ
 نے مجھے کیوں معاف کر دیا۔ آخر قرآن حکیم نے اس مشکل کو حل کیا۔

وَالسَّيِّئَاتِ وَالطَّائِقَاتِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّائِقَاتِ الْجَنَّةُ الثَّقِيبُ

ان کُلُّ نَفْسٍ لَنَا عَلَيْهَا سَاقِطَةٌ

و آسمانی دنیاؤں اور مسافرانِ شب کی قسم، جانتے ہو کہ یہ رات کے مسافر کون ہیں؟ نجوم تابان، ہم صرف حرکاتِ نجوم ہی کی نگرانی نہیں کر رہے بلکہ ہم نے ہر ذی حیات پر کنٹرول رکھنا (ملاحظہ فرما کر رکھے ہیں) تقریباً ایک ماہ کا ذکر ہے کہ میں رات کے نو بجے گاؤں سے اسٹیشن کو جا رہا تھا۔ چاندنی رات تھی، میں میرا بیوں سے باتوں میں مصروف تھا کہ اچانک اڑھائی فٹ سے ایک خوفناک پھینکا رشتائی دی اسی ایک تھیب ناگ راستہ چھوڑ کر جھاگ نکلا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ ٹھنڈی ریت پر ساپ سویا ہوا تھا۔ جب ہم قریب آگئے تو اس کے کنٹرول نے اسے جگا یا اور واہ سے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ تو رات میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے آگے ایک فرشتہ چلا کرتا تھا۔

(خروج ۲۳)

”میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا“

”اور خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ یہاں سے تو جا..... اور میں

(خروج ۲۴)

تیرے آگے ایک فرشتہ بھیجوں گا۔“

لیکن مصیبتِ کشت کی طرف سے بھی آسکتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ ہم نے انسانی حفاظت کا مکمل انتظام کر رکھا ہے۔

لَا مَعْزِلَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَكَ وَمَنْ

أَمَرَ اللّٰهُ - (رعد)

اللہ نے انسان کے آگے اور پیچھے چند نگران مقرر کر رکھے ہیں جو

اُسے مصائب سے بچاتے ہیں۔

(۴) سلسلہ میں کمال اتاترک ایک پشاور پریچر کر سستا رہتے

کہ پرانی فوج لے کہیں سے دیکھ لیا اور معاً آگ برسانی شروع کر دی۔ آپ دوستوں کے اصرار کے باوجود وہیں بیٹھے رہے۔ ہزار ہا گولیاں آپ کے کان کے پاس سے گزریں۔ لیکن آپ کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ صرف ایک گولی آپ کی جیبی گھڑی سے ٹکرائی۔ چونکہ دود سے آرہی تھی۔ اس لیے گھڑی کو تڑ گئی۔ لیکن کمال کو نقصان نہ پہنچا سکی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اُسے پہانے والے موجود تھے۔ اللہ نے جن سے کچھ کام لینا ہوتا ہے انہیں آگ سے بھی ذرا نکال لیتا ہے۔ گولی یا بم سے وہی مرتے ہیں۔ جن کی موت کے احکام خدائی دفتر سے نکل چکے ہوتے ہیں۔ انہی سے محافظ چین لے جاتے ہیں۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاروں کو فرشتوں کی حفاظت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ زمینی و آسمانی حوادث سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن نیک لوگ بچ جاتے ہیں۔

جب قوم نوح کو طوفان نے آیا تو

فَا بُجِّنَاہُمْ دَاۤءَابۡطۡلَیۡنَہٗمُ السَّٰفِیۡنَہٗ (قرآن)

رہم نے نوح اور اس کے پیروں کو بھالیا

جب قوم نوح کی بستیوں پر آسمان سے آگ برسنے لگی تو ہم

دُنَجِّنَاہُمْ وَنُوطِیۡلِیۡنَہٗمُ اِلَیۡ الۡاَرۡضِ الۡتٰیۡیٰۤیۡ بَاۡدِکُنَّا فِیۡہَا۔

راہراہیم اور نوح کو بھا کر ایک ایسی زمین میں لے گئے، جہاں ہماری

برکتیں برس رہی تھیں۔

جب آل فرعون کو سمندر کی چٹکارتی ہوئی لہروں نے گیر لیا اور جب

اہل مدین کو مسجدِ نبی نے آیا تو

فَاۤءَمۡجَنَّاہُمۡ مِّنۡ نَّشَاۡرِہُمۡ وَآہَلۡکُنَّا الۡمُتَسۡرِفِیۡنَہٗ

رحم نے اپنے انبیاء اور چند دیگر لوگوں کو بچایا اور بدکاروں کو تباہ کر دیا!
وَكَذَٰلِكَ نَجْجِي الْمُؤْمِنِينَ ط

رحم اپنے نیک بندوں کی حفاظت اسی طرح کیا کرتے ہیں)

اور رحم نے حفاظت کا انتظام فرشتوں کے سپرد کر رکھا ہے۔ ہر میں ۳۱۳
بے سرو سامان مسلمانوں کو ایک ہزار سرتاپا مسلح حملہ آوروں کی دستبرد
سے بچانے والے یہی فرشتے تھے۔

أَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا

رحم نے مسلمانوں کی امداد ملائکہ کی غیر مرئی افواج سے کی تھی
اور قیصر کی اڑھائی لاکھ فوج کی یلغار سے مٹتی مہر مسلمانوں کو محفوظ رکھنے والے
یہی غیبی لشکر تھے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا اسْمُنَا اللَّهُ تَعَالَى اسْتَقَامُوا فَتَنْزَلْ عَلَيْهِمْ
الْمَنَّانُ كَمَا أَلَنَّا قُلُوبَهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا
تَوَعَّدُونَ ه تَحْنُ أَوْ يَأْتِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْأَخِرَةِ ط
رجو لوگ اللہ کو اپنا آقا تسلیم کرنے کے بعد اس کی غلامی کا پختہ عہد
کر لیتے ہیں۔ ان پر سہارے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں جنت کی بشارت
دینے کے ملائے کہتے کہ دردمت۔ ہم اس زندگی اور اس زندگی میں تمہارے
دست اور مددگار ہیں۔)

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ ذَٰلِكُمْ هُمْ يَرْجُونَ
اللہ نے ان کے رگ دریشہ میں ایمان بھردیا ہے اور روح (ملائکہ)
سے ان کی مدد ہے۔)

چہارم: نزولِ وحی کا سلسلہ فرشتوں کے سپرد ہے اور وہ آیات ایسی بھی ہیں

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں۔ بلکہ کسی عظیم الشان فرشتے کا کلام ہے۔

إِنذِ لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (المائدہ)
 (یہ قرآن کسی شاعر کا قول نہیں بلکہ رسولِ کریم کا قول ہے)
 - رسولِ کریم کی تفسیر اس آیت میں دیکھئے۔

إِنذِ لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ عَمَّا هُمْ
 تَلَاةٍ أَمِينٍ وَمَا جَاءُكُمْ بِهِمْ مُّجْتَنِبُونَ ط وَقَدْ سَأَلَهُ بِالْأُنْتِ
 الْكُفِيِّنَ ط (الانفطار)

یہ قرآن اُس رسولِ کریم کا قول ہے جو بڑی قوت والا رب العرش کے ہاں بڑی عزت والا۔ اور تمام آسمانوں میں واجب الطاعت اور امین سمجھا جاتا ہے۔ تمہارے نبی ویرانہ نہیں ہیں۔ انہوں نے اس رسولِ کریم کو ایک دشمنِ اُنق پہ دیکھا تھا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تلمذ ان شریعت اس رسولِ کریم کے حوالے ہے جو خدائی ہدایت کے مطابق ایک کتاب تیار کرتا ہے اور پھر اللہ اسے ملائکہ کی وساطت سے انبیاء پہ نازل کر دیتا ہے۔ گو یا قرآن رسولِ کریم کی تصنیف ہے اور اللہ کی تنزيل۔

پچھم: اللہ آقائے ارض و سما ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان عدل میں بائیں شان جلوہ گر ہوں گے کہ
 وَجْزًا يُؤْتِيهِمْ نَاصِرًا ؕ إِلَىٰ سُرَّتِّهَا نَاطِرًا ؕ

دکٹی لوگ اللہ کو ان جسمانی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔
 تو اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں تمہارا داخل ہوگا۔ اس کے بعد عساکر بار

دامن بھرا اور خدم و حشم نہیں ہوں گے۔ ضرور بھلا گے۔
 كَلَّا اِذَا دُكِّنُوۡا اِلٰٓىۤ اَرْضِنۡ وَاَنْتُمْ عَلٰٓىۤ اَعۡقَابِكُمْ وَاَنْتُمْ عَلٰٓىۤ اَعۡقَابِكُمْ وَاَنْتُمْ عَلٰٓىۤ اَعۡقَابِكُمْ
 صَفًا۔

جب اس زمین کی دھبیاں بکیر جائیں گی تو تمہارا رب صرف وہی
 فرشتوں کے ہمراہ بڑے جلال سے میدانِ قیامت میں آئے گا
 تفصیل گذشتہ کا حاصل یہ ہے کہ فرشتے کائنات میں اللہ کے کارندے
 کارگاہِ تکوین و تخلیق میں ناظم الامور، ستاروں، بادلوں اور ذی الحیات
 کے کسٹروور انسانی زندگیوں کے محافظ، مددگار اور اللہ کے عصابدار ہیں۔
 اگر فرشتوں کا تصور دائرہ عقائد سے خارج کر دیا جائے، تو ارض و سما کے بے
 شمار مسائل چھستان بن کر رہ جائیں گے۔ باقی رہ گیا ایمان بالانبیاء و الصحائف
 تو اس کی اہمیت پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

آپ کے ملاحظہ فرمایا کہ جن عقائد کو اللہ نے ہمارے دائرہ ایمان میں
 شامل کیا ہے۔ ان کو تسلیم نہ کرنے کے نتائج کس قدر مہلک اور تسلیم کر لینے کے فوائد
 کس قدر زیادہ ہیں۔ ایمان کے بعد اعمال کا درجہ آتا ہے۔ آئیے اب اعمال
 پر غور کریں۔

اعمالِ صالحہ

جس طرح مختلف دواؤں کی تاثیریں مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح اعمال
 کے نتائج بھی جدا جدا ہوتے ہیں۔ ورزش سے ایک انسان تو مند بنتا ہے
 نہ کہ ادھیات کا فاضل، سچ بولنے سے سا کہ بڑھتی ہے نہ کہ تو نہ بل چلانے سے
 فصل اچھی ہوتی ہے نہ کہ نبات۔ تنظیم و اتحاد سے تو میں مضبوط بنتی ہیں نہ کہ

عمارات، علم و حکمت سے دل روشن ہوتے ہیں نہ کہ چراغ۔

لیکن

داد دیجئے اپنے مذہبی رہنما کی کہ اُس نے ایک ایسا نسخہ ڈھونڈ لیا ہے جو اس کے خیال میں تمام انفرادی اور اجتماعی امراض کے لیے تیسرا مہدف ہے۔ یعنی نماز، ملک پر دشمن حملہ کر دے تو نماز پڑھو۔ قوم لصوص کے نیچے دب جائے، تو نماز پڑھو۔ جہالت سے لکت کا گھرانہ تاریک ہو رہا ہو، تو نماز پڑھو۔ کوئی دشمن تخت سلطنت سے اٹھا کر فرار پر دے مارے تو نماز پڑھو۔ فوج کے پاس اسلحہ نہ ہو تو نماز پڑھو۔ بن ممانت امنان میں جا بیٹھو، تو نماز پڑھو۔ ان لوگوں نے نماز کو ایسا امرت دھارا سمجھ لیا ہے۔ جو ہرزخم، اہر درد اور ہر بیماری کا علاج ہے۔ حالانکہ آج کی دنیا میں امریکہ، روس اور انگلستان کے بے نمازیوں نے دنیا کے ساتھ کوڑا نماز خوانوں کو یوں دبوچ رکھا ہے۔ جس طرح چنگ شاہی میں تیترا، یا شیر کے پنجوں میں گیدڑ، یہ لوگ اعمال کا منطقی تجزیہ نہیں کر سکتے۔ اور ان کے فطری نتائج تک نہیں پہنچ سکتے۔ دہذ یہ حقیقت محتاج تفصیل نہیں کہ ہر انسان کو زندگی میں بیشتر فرائض سرانجام دینا پڑتے ہیں۔ اس نے روزی کمانا ہے، بیاہ کرنا ہے۔ مگر بنانا ہے علم حاصل کرنا ہے۔ باوقار و معزز بننا ہے۔ اولاد و والدین کی پرورش کرنا ہے۔ ریلیں چلانی ہیں۔ موٹریں دوڑانی ہیں۔ احباب اتار ب کے حقوق ادا کرنا ہیں۔ انصافاً کہو کہ کیا یہ بیشتر قسم کے فرائض صرف نماز پڑھنے سے سرانجام پا سکتے ہیں؟

اعمال و قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ من سے انفرادی زندگی مکمل ہوتی ہے اور دوسرے وہ جملہ سے حیات ملی استوار ہوتی ہے۔ قرآن لے حیات انسانی کے دونوں پہلوؤں کو پائندہ و محکم بنانے کے لیے نہایت تاب دار

ہدایات نافذ کی ہیں اور اسی لیے اسلام کو مذہبِ فطرت کہا جاتا ہے۔ یعنی قرآنی ہدایات سے فُدرہ کر انسانی فطرتِ اولِ دماغ کی نشوونما تک جاتی ہے۔ جس طرح زعفران کی فصل ایک خاص طبعی ماحول میں پیدا ہوتی ہے۔ اور چھلی پانی ہی میں زندہ رہ سکتی ہے۔ اسی طرح حیاتِ انسانی کی نمود صرف اسی نظام میں ہو سکتی ہے۔ جو خدائی احکام کی تعمیل سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن کی ایک نہایت بے عدل کرنا، اگر آج انصاف کو ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے نکال دیں۔ تو سارا ملک فتنہ و نساد کے شعلوں کے ہسم ہو جائے۔ جہی حال سماجی۔ دیانت داری اور دیگر اوصاف کا ہے۔

فَطَرْنَا النَّاسَ عَلَىٰ سُنَّتِ اللَّيْلِ
ذَلِكُمُ الدِّينُ الْقَوِيمُ۔

وہ فطرت جس پر انسان کی تخلیق ہوئی۔ ایک ہے، وہ غیر متبدل ہے۔ اسی کے تقاضوں کا نام دینِ قیوم ہے۔

چوری، حیا ضی، ناراستی، کج رفتاری اور خُدا پرین تقاضے ہوس ہیں۔ اور خیر و تقویٰ اقتضائے فطرت، بدکاری سے شیطنت نشوونما پاتی ہے۔ اور نیکی سے انسانیت یعنی فطرت۔ تنزیلِ کتاب سے اللہ کا مقصد نمود انسانیت تھا اور انسان کا مقصد اسرارِ کائنات کو بے حجاب کرنا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ جہاں ہست و بود کا سب سے بڑا از خود اللہ ہے۔

نمود اس کی نمود تیری	نمود تیری نمود اس کی
خدا کو تو بے حجاب کرے	خدا تجھے بے حجاب کرے
	(راقب ال)

اجتماعی اعمال

قرآن پر نظر ڈالنے سے پہلے عصر حاضر کی زندگی اقسام مختلف روس و امریکہ کو دیکھو کہ ان کی سطوح کارآمد کیا ہے۔ اور وہ کون سے اعمال ہیں جن کا ہر دولت ان کی گرفت و پیوست سے ماری کا نشاٹ کا نہپ رہی ہے۔ ان سوالات کا جواب ہر شخص یہی دے گا۔

(۱) کہ ان کے پاس علم ہے جو قوت کا سب سے بڑا منبع ہے۔ اسی سے ہوائیں اور فضا میں ستر جاتی ہیں۔ اسی سے لوہے کا بے ہائی ٹیکڑا توپ۔ ٹینک اور طیارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی سے زمین اپنے خزان انسانی کھول پہ اٹھتے کے لیے مجبور ہو جاتی ہے۔ اسی سے عناصر ایشیم بم کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور اسی سے اسرار کا نشاٹ بے جواب ہونے پہ مجبور ہو جاتے ہیں۔

(۲) کہ وہ اخلاقی تنظیم کے زندہ پیکر ہیں۔

(۳) کہ وہ پیشہ جاتی بازی۔ صفائی بحنت طلب اور ہند کھار کے اوصاف سے متصف ہیں اور قرآن ہی ان کی اوصاف اپنے ہی ہند میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ آج ان اعمال کی بدعت عملاً مسلم ہیں۔ اور ہم مسلمان عملاً کافر۔ اللہ اعمال کو دیکھتا ہے کہ ظالم عقائد کو۔ صالح اور رضی اللہ کا سب سے بڑا انعام ہے جو ہند کھار اور صانع الاعمال الہام کو دیا جاتا ہے۔ صلاحیت سے مراد الہی ڈاؤسی، تسبیح فیصلا اور استغناء نہیں۔ بلکہ وہ علم ہے جس کی تمہلیاں دل و جود

کو چیر کر نکل جائیں۔ وہ عملی تو حیدر تنظیم ہے جو قوم کو فولادی چٹان بنا دے۔
 وہ جذبہ ہا بنامی ہے جس کی پیہت سے موت کا پ اٹھے۔ وہ سوز تلاش
 و طلب ہے۔ جس کے سامنے زندگی کی بلند منازل سر بسجود ہو جائیں۔ اور وہ
 خواب گرم ہے جس سے بہاں پیش حاصل کریں۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُرِ مِمَّا مَنَعْنَا لِيُفَكَّرَ مِنَّا أَلَّا تُرَىٰ سِيْرَتَنَا
 عِبَادِي الصَّالِحِينَ ۝

زمین کے آئین صلاحیت کی تفصیل (الذکر) کے بعد زہد میں کھ دیا تھا۔
 کر زمین کے وارث میرے صالح الاعمال بندے ہوں گے۔
 • صالح • کا مصدر • صلاحیت • ہے۔ یعنی ایسے اعمال جو زندہ رہنے
 کی صلاحیت پیدا کریں۔

زہد میں صفا ہے۔

• خداوند صادقوں کا مددگار ہے۔ خداوند دینداروں کے دلوں

کو پہناتا ہے اور ان کی میراث ابدی ہوگی (زہد ۱۲)

• جن پر خدا کی برکت ہے۔ وہ زمین کے وارث ہوں گے اور

لعون کٹ جائیں گے (زہد ۱۳)

• شر بہوں کی نسل کٹ جائے گا اور صادق زمین کے وارث ہوں گے

(زہد ۱۴-۱۵)

علم؟ انسان کے بنیادی تمام ذی حیات کو جس قدر علم کی ضرورت تھی۔
 ان کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔ آشیاء کیسے بنتا ہے۔ اتموں سے بچے
 کس طرح نکلنے ہیں۔ پھر ان کی تربیت کیسے کرتا ہے۔ ان مسائل کو نیکنے
 کے لیے ایک پندار کو کسی ٹریننگ کالج میں جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایسے

کہ یہ سب معلوم اس کی فطرت میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ مرنے کے بچے کو پہلے دل سے معلوم ہوتا ہے کہ چیل اس کی دشمنی سے۔ لیکن انسان کا ننھا سا بچہ بچھو اور سانپ کے ساتھ کھیٹنے سے باز نہیں آتا۔ جنگلی جانوروں اور لڑکے لڑکیوں وغیرہ کو الہاماً معلوم ہوتا ہے کہ کونسی چیز ان کی صحت کے لیے مضر ہے۔ نتیجتاً وہ ان سے احتراز کرتے ہیں اور بیمار نہیں ہوتے۔ دوسری طرف انسان اصولِ صحت سے اس قدر جاہل واقع ہوا ہے کہ ہر شہر ہیبیسیوں ڈاکٹر اس کی خدمت کے لیے موجود ہیں اور کتب طب سے الماریاں بھری پڑی ہیں۔ پھر بھی اس کی صحت کی چولیں ہمیشہ ڈھیلی ہی رہتی ہیں۔

انسان فطرتاً جاہل ہے۔ جہالت تمام جسمانی، روحانی، اخلاقی، شخصی اور ملی امراض کی علتِ اولیٰ ہے۔ جہالت ایک سنگ گراں ہے جو انسانیت کو کھل دیتی ہے۔ یہ ایک تہ بہ تہ ظلمت ہے جو دل و دماغ کو تاریک بنا دیتی ہے۔ جہالت صرف دین دنیا کو تباہ کر دیتی ہے۔ بلکہ انسان کی صورت تک کو بگاڑ دیتی ہے۔ حیوان کو تمام ضروری اشیاء کا علم الہاماً عطا کر دیا گیا تھا لیکن انسان کو الہاماً کچھ بھی نہیں دیا گیا۔ بلکہ فرمایا کہ علم حاصل کرو اور علم کی روشنی میں زندگی کی مایہوں پر بڑھو۔ بدیگر الفاظ ایک بے علم و جاہل انسان چھانٹے سے بدتر ہوتا ہے۔

اُولَٰئِكَ كَانُوا لِنِعْمِ رَبِّكَ اَعْمٰی (قرآن)

رجالِ لوگ جو ہائل سے بھی بدتر ہوتے ہیں)

اسی لئے کہ چاہئے کہ اس ضروری علم موجود ہوتا ہے اور بے علم انسان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔

مَنْ هَلْ يَشْتَرِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (قرآن)

د اے رسول! اعلان کروے کہ عالم و جاہل مساوی نہیں ہو سکتے
 علم انسان کو مکمل کرتا ہے۔ اسے آقائے ارض و سما بنا تا ہے۔ اسے سیاست
 تدبیر، جہانگیری و جہانبنانی کے گز سکتا تا ہے۔ اسے مسجود بلائک بنا تا ہے
 علم ہی کی بدولت انسان تاروں پہ کند چھینکتا ہے۔ آتش و آب کا ٹروٹوڈا
 ہے۔ سرکش سمندوں کو نگام دیتا ہے۔ ماہ و ابلم کو اپنی خدمت پہ لگاتا ہے
 اور شعاعوں، شعلوں اور بجلیوں کو اپنا فلام بنا تا ہے۔ پتے ہے۔
 وَمَنْ يَدْرُ الْاِحْسَانِ فَقَدْ اَدْرَى خَيْرًا كَثِيرًا (قرآن)
 جسے علم کی نعمت مل گئی۔ وہ گویا بہت بڑی دولت (خیر) کثیراً کا مالک
 بن گیا۔

آج مسلمانان عالم میں ضعف و احتیاج کیوں ہے۔ ان کی معاہدوں پر انہیں
 کیوں قابض ہیں۔ ایمان اپنا قیل انگریڑ سے کیوں خرید رہا ہے۔ والیان عراق
 و عرب نے اپنے خزانہ فرنگ کے حوالے کیوں کر رکھے ہیں اس لیے کہ وہ
 خود جاہل ہیں اور ان کے علمائے انہیں کہہ رکھا ہے کہ خبردار علومِ طبیعی کے
 قریب نہ جانا۔ ورنہ ہم تمہاری ستر پشتوں کو کا فر بنا دیں گے۔ کج نظری و کج
 داعی کی اتہاد کیجئے کہ جن علوم سے ہم عظیم و حبیب بنتے ہیں جو ہمیں غارت
 گرانہ فرنگ سے نجات دلا سکتے ہیں۔ جو ہماری اقتصادی و سیاسی استیلا
 کو دود کر سکتے ہیں۔ اور جن کی اہمیت کو اللہ نے سات سو چھتین آیات میں واضح
 فرمایا ہے۔ ان کا حصول تو مادہ پرستی۔ الحاد اور کفر ہے۔ لیکن قلبی و میر قلبی
 کے طرائف میں عمر گزار دینا عین اسلام ہے۔ کجا کا قصد نہیں اس لیے کہ
 پوشیدہ ہیں یہاں سے نمودوں کی نظر سے شاہینِ فلک سیر کے احوال و متلا
 (اقبال ہرزمیم)

تفسیر کائنات ۱ اس اہم موضوع پہ ایک پوری کتاب (دو قرآن) کو لکھا
ہوں اس کا مطالعہ فرمائیے۔

اتحاد ۱ ایک خدا ہ ایمان کا نذہنی توحید ہے اور ہر ایک لحاظ سے ایک
بہا تا عملی توحید۔ جو لوگ ہر ان کے بعد بڑے ادب سے کلمہ شریف پڑھتے ہیں
لیکن فتنہ و نفاق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ایسے لوگ ذہنی
توحید اور عملی مشرک ہیں۔ توحید کے نتائج برائی الیوں دیکھنا ہوں، تو سمندر کے
مسائل پہ جائیے۔ آپ پانی کی اس ہیبت دنیا میں اچھنکارتی اور دھارتی ہوئی
لہروں کو دیکھ کر خشک کما جائیں گے۔ یہ سمندر کیا ہے۔ ہادل کی منشر بوندیاں
کوہ و بیابان پہ برسیں۔ پہلے ناول پھر دیالوں میں تہذیبی ہوئیں اور آخر کار سمندر
بن گئیں۔ سمندر کا تعداد کمزور بوندیوں کے اتحاد کا نام ہے۔ کہاں وہ کمزور بوند
جس چیزوشی کی نازک کر کو بھی نہیں توڑ سکتی تھی۔ اور کہا یہ سمندر صبح کی پہری ہوئی لہروں
نے بارہا دس دس ہزار ٹن کے فولادی جہازوں کو اٹھا کر پانچ پانچ سو گز دور خشکی پہ
اچھال پھینکا۔ مٹی کے صین ذرات متحد ہو کر مہالہ والوند ہو گئے۔ اور بانسپم کی ہلکی ہلکی
لہروں نے بارہا ایسے طوفانوں کی صورت اختیار کر لی جن سے طغات کی چھتیں اڑ
گئیں اور مضبوط پٹر جڑ سے اکٹڑ گئے۔

ایک وقت تھا۔ جب مسلمان متحد ہو کر سیلاب کی طرح اقصائے عالم پہ چھا
گئے تھے۔ ان کی پیہمت سے ہفت اقلیم گیتی لرزہ برآمد تھیں۔ جب وہ سادک
کی گرجتی ہوئی گشاؤں کی طرح کسی ملک کی طرف بڑھتے تھے۔ تو فضائیں الامان و
الہذر کی صداؤں سے گونج اٹھتی تھیں۔ ان کے خیالوں اور اراہوں میں وحدت تھی اور
ان کے اہوں میں بہلیاں کووند ہی تھیں۔ لیکن جب یقوم اصنام پہنچا کی پرستش پہ اتر آئی

۱۔ شیخ غلام علی انیسٹریٹ پبلشرز چوک انارکلی لاہور۔

اور عطا مشرک ہم گئی۔ تو اللہ نے اس کے گھرانے میں تلوار چلا دی۔ اس کی بہنوں
 آہاڑ دیں۔ اس کی سلطنتیں تودہ بالا کہہ رہی ہیں
 فَاصْرَحْنَا نَحْمُوتُنَّ جَنَّتْ وَتَكْفُرُ بِرَبِّهَا كَرِيحًا (الشعراء)
 ہم نے اہلیں باغوں، چشموں، خزانوں اور زندگی کی پاند منانل سے
 آشکار قدر سپینک دیا۔

توحید و توحید ہے۔ جس کے بل پر چنگیزی ڈاکوئل نے چہرہ سے نے کر
 مصر اور ماسکو سے لے کر دیہاتے سندھ تک ایک عظیم سلطنت قائم کر لی تھی۔
 ان لوگوں کا کوئی مذہب نہ تھا۔ خدا تک کے قائل تھے۔ پاک و ناپاک میں تمیز
 نہیں کر سکتے تھے۔ حرام و حلال کے قصود تک سے نا آشنا تھے۔ لیکن وہ عقیدہ
 ہو کر علا موجد ہیں گئے اور ان کی تلوار نے قولی موجدوں کی ذمہ داریاں اڑا دیں
 نتائج اعمال کا انکار کرنے والے کی دماغوں اور واقعات کا چشم بھینچ
 سے مطالعہ کرو۔ اور بتاؤ کہ جب تم توحید کو چھوڑ کر ہو اور ہوس کی پرستش
 کر رہے ہو۔ بات بات پر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہو۔ تمہارے تمام ادارے
 سادھوں، شہساروں اور فتنوں کا گھر ہیں۔ تمہاری اسمبلیاں جنگ کے اکھاڑے
 ہیں۔ تمہاری لیڈر یاں خود پرستی کے مظاہرے ہیں اور تمہاری لیگیں دنیا طلبی
 کی آڑ میں تو اللہ تمہارا کیوں لحاظ کرے۔ کیا اللہ نے آج تک کسی کا لحاظ کیا
 ہے۔ کیا اس نے آج تک تمہاری ایک سو انیس سلطنتیں تباہ نہیں کیں۔
 تمہیں ہمارا سنگھ کی کرپان اور ہلاکو کی تلوار سے عاجز مولیٰ کی طرح نہیں کشایا۔
 تو پھر گنڈ کس چیز کا۔ تم کو کس الحق نے بتایا ہے کہ خدا صرف تمہارا ہے۔
 اگر صرف تمہارا ہے تو پھر دنیا کے ہر خطے میں اہل فریب سے تمہاری حمایت
 کیوں ہمارا ہے۔ تمہارے مصروف شام کو یہودیوں سے کیوں پشوارا ہے اور

تمہارے پاکستان کا کشمیر اور جزائر ناگھ بھارت کے حوالے کیوں کر رکھا ہے میت
مجبور کہ خدا کسی ایک قوم کی ملکیت نہیں۔ وہ ہمیشہ بلند اعمال اقوام کے ساتھ
رہا ہے اور رہے گا۔ وہ صرف اعمال کو دیکھتا ہے۔ ناموں اور نشانوں
تھاؤں اور جھاڑوں۔ زبانی زبانی کلمہ خوانیوں اور تلاوتوں، مصلیوں اور کوزلوں
کو نہیں دیکھتا۔ اس کے انعامات اہل کردار پر برتے ہیں نہ کہ غازیان
گفتار پر۔ یاد رکھو کہ جب تک تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھامو گے
تمہیں بار اضعف بڑھتا جائے گا۔ اور تمہارا پاکستان تم سے چھین
لیا جائے گا۔

وَ اٰخِذْهُمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔

سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور انتشار سے بچو
ہیں مٹانے اس فریب میں مبتلا کر رکھا ہے کہ پیار سے حبیب کی پیاری
امت اللہ کو اتنی پیاری ہے کہ وہ لاکھ فرستیاں کرے۔ شراب
پینے، جو اکیٹے، جاسوسی کرے۔ ہیک مارکیٹ سے غرا کو مجھو کا مارے۔
رشوت کھائے بیبھوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ارحم الراحمین ہے۔
وہ اپنے حبیب کے صدمے ہمیشہ اسے معاف ہی کرتا جائے گا۔

کاش کہ تالے ایک مرتبہ بھی قرآن کو عقل سے پڑھا ہوتا۔ اقوام ماضیہ
کے حالات کا پشیم عبرت مطالعہ کیا ہوتا اور اسے اللہ کی عادت سے کچھ
بھی آگہی ہوتی، تو وہ قوم کو یوں بتلائے پندار نہ بنا تا۔

اَوْ لِمَ يَسُرُّكُمْ اٰهْلُكُمْ اَمْ لَمْ نَمُنْ بِقَوْلِ قَوْمِ الْمَدِيْنَةِ
مَّا لَكُمْ فُسُوْنٌ لِّكُمُ وَاَنْتُمْ سَلَّمْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتُمْ سَرَّارٌ وَاَنْتُمْ

جَعَلْنَا آلَ لُؤْلُؤًا مِّنْ نَّجْرِي مِمَّنْ تَحْتَوِي فَا ضَلَّكُنَّ هُمُ يَدُ لُؤْلُؤٍ
 ذَا نِسَانًا مِّنْ بَعْدِهِمْ قَسْرًا نَّآخِرِينَ ۝ (قرآن)

دیکھا یہ لوگ سوچتے نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو
 تباہ کر چکے ہیں۔ جن کی شان و شوکت تم سے زیادہ تھی۔ ہم ان کی کھیتوں
 پر چھاپچھم ہار شیش برساتے تھے اور ان کی زمینوں میں پتے جاری کر رکھے
 تھے۔ لیکن جب یہ قوم بد عمل ہو گئی، تو ہم نے اُسے تباہ کر دیا اور
 اس کا وارث کسی اور قوم کو بنا دیا۔

ہر کار انعام کو مشا دینا اللہ کی قدیم سنت ہے۔ مشیتِ ایزدی کے
 چکیاں بے پناہ تندی سے چل رہی ہیں اور جو قوم ان کی لپیٹ میں آجاتی
 ہے۔ وہ میرے کی طرح پس جاتی ہے۔

وَمِن كَفَرٍ فَرَاتَ اللّٰهُ غَنِيًّا غَلِيْبًا ۝ (قرآن)

دہماری ماہوں کو چھوڑنے والا کوئی ہو (ہم اسے پیٹ ڈالیں گے)
 اس لیے کہ ہم اقوام عالم سے بے نیاز واقع ہوئے ہیں۔
 ایشیا، جو قوم مرنا نہیں جانتی، وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ دنیا اشرار و
 کفار سے لبریز ہے۔ تمہارے ارد گرد ایسی اقوام موجود ہیں۔ جو تمہیں ٹرپ
 کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی نگاہیں تمہارے تیل کے چشموں اور خیر زمینوں اور دولت
 منہوں اور پٹ سس پہ لگی ہوئی ہیں۔ اگر یہ لوگ تم پہ حملہ کر دیں تو ظاہر ہے
 کہ اگر تم میں جذبہ جانفروشی نہیں ہوگا۔ تو تمہیں بھانے کے لیے فرانس اور
 بلغاریہ کی فوجیں ہرگز نہیں آئیں گی۔

افراطِ دولت زندگی سے محبت پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے
 زمانہ دزدی سے بار بار منع فرمایا۔

وَيَوْمَ تَكْفُرُ لَكُمْ عَنْتُورُ الَّذِينَ جُمِعَ مَا لَا تَدْعُو دُونَ.

اس بزرگ اور بد میں کی قسمت میں تھا ہی کچھ دی گئی ہے۔ جو دولت کو جمع کر کے اسے گننا رہتا ہے۔

جذبہ جاں فرڈی عموماً انہی لوگوں میں پایا جاتا ہے جو مجلس بہوں۔ یا روس، امریکہ اور جاپان کی طرح انہیں حیاتِ بتی سے عشق ہو۔ جس قوم کے رگ و ریشہ میں محبت، مال داخل ہو جاتی ہے۔ وہ مصائب سے بھاگتی اور جہاد سے جان چراتی ہے۔ ۱۹۳۶ء میں اطالیہ کے آمر مطلق مسولینی نے ایک تقریر میں کہا تھا۔

”وہی قوم دنیا میں زندہ رہ سکتی ہے جو مرنا جانتی ہو جس قوم کے نوجوان سال میں ایک مرتبہ جنگ کا مزہ نہ چکھیں۔ وہ قوم سہل انگار ہی کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے“

حاضر میں کسبِ رزق کے وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ ہر قوم کے سہل پسندینے کا خطرہ ہر وقت دامن گیر رہتا ہے۔ امرالمانیہ یعنی ہٹلر نے اس خطرے کا افسد اویوں کیا تھا کہ ۱۷ سے ۳۵ برس کی عمر ہر فرد کے لیے فوجی تربیت لازمی قرار دے دی تھی۔ وہ کالجوں کے طلبہ کو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ بستر سمیت بارہ میل چلاتا تھا۔ دیگر نوجوانوں کو ہینوں برفوں اور پتے ہونے صحرائوں میں رہنے پر مجبور کرتا تھا۔ اور فوجیوں کو ایک ایسے خشک اور سخت نظام میں جکڑ رکھا تھا کہ انہیں چار پائی پہ سونے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ ہفتہ میں دو دن روزہ رکھتے تھے اور صبح شام گھنٹوں ورزش کیا کرتے تھے۔

دنیا کی دیگر بیدار مغز اقوام بھی اپنے نوجوانوں سے کچھ اسی قسم کا برتاؤ

کیا کرتی ہیں۔ ہر آزاد ملک میں فوجی تربیت لازمی ہے۔ ہر جگہ کیمپ لگائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ جوانوں پر حفاظت ملک کا فرض عاید ہوتا ہے۔ کہیں شسٹ نہ بن جائیں۔ اسلام کے فریضہ صوم کا مقصد بھی یہی تھا۔ کہ قوم کی قوم مشقت کش رہے اور وقت آنے پر اپنی حفاظت خود کر سکے۔

اسلام میں دولت کمانا مجرم نہیں۔ بلکہ اُسے جمع کر کے عیاشی امیر بننا جرم ہے۔ اللہ نے مسلم کی دو چیزوں کو اپنی خاص ملکیت قرار دے دیا ہے یعنی مال اور مال۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

اللہ نے مسلمانوں سے دو چیزیں لے لی ہیں۔ یعنی مال اور مال

ہم ان دونوں میں خیانت نہیں کر سکتے۔ مال کو عیاشی، بدمکاری، تمار بازی اور سیر و تفریح پر ضائع کرنا گویا کہ اللہ کی امانت میں خیانت ہے۔ ہم مال کو انہی مقصد پر خرچ کر سکتے ہیں۔ جو اللہ نے تمہاری ہیوں تو ان مقاصد کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ لیکن دولت کا صحیح ترین مصرف وہ ادارے ہیں جو قوم کو زندگی، قوت اور استحکام بخشتے ہیں۔ مثلاً تحقیق عناصر کا ادارہ، لباریٹری اسلام ساز کارخانہ۔ لائبریری۔ نوجوانوں کو فنونِ اعلیٰ کی تحصیل کے لیے مراکز فرنگ میں بھیجنا۔ بندسگا میں بنانا۔ قوم کے بے طب اسے اور جہاز خریدنا۔ وغیرہ وغیرہ اور جان کی خیانت یہ ہے کہ ہم نشیاب کے استعمال یا عمارت ہر سے جسم کو اتنا کمزور کر لیں کہ وہ کسی کام کا نہ رہے۔ ایک فریڈنگ بھی ہمیں تو سانس چھوٹ جائے اور حمل شہادت کی طاقت ہانک باقی نہ رہے۔

آج کل ایثار کا وہ صنف بھی فرنگ ہی میں پایا جاتا ہے۔ گذشتہ جنگ

(۱۹۳۹-۴۵) میں جب برطانیہ میں لوہے کی کمی ہو گئی اور مسٹر چرچل رنڈیر اعظم نے قوم کو اس کمی کی طرف متوجہ کیا، تو اس بہادر اور ایثار پیشہ قوم نے صرف سات دن میں نو سے لاکھ ٹن لوہا اپنے امیر کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ اس طرح کہ ہر شخص نے بالائی منزل سے گاڑ نکال لیے۔ جنگلے توڑ ڈالے۔ ٹیڈ اکھاڑ دیئے۔ فالتو سائیکل۔ بگھیاں۔ گڈے اور گھر کا سامان سب سمیٹ لیا اور لوہے کی عارضی قلت کو دور کر دیا۔

مغرب کی مشہور یونیورسٹیاں مثلاً آکسفورڈ۔ کیمبرج وغیرہ پبلک کی فیاضی سے چل رہی ہیں۔ برٹش میوزیم کی پسنے و دکھڑ کتہ ہیں۔ باسٹھناٹے چندا قوم نے ہتیا کی ہیں۔ جب دئی بڑا آدمی مرتا ہے۔ تو وہ اپنی دولت کا ایک سوتہ۔ بر حصہ کسی یونیورسٹی یا تحقیقی ادارے کے حوالے کر جاتا ہے۔ اس قوم کا کردار ہی قومی تعاضوں کے قالب میں ٹھلا سہا ہے۔ وہاں ہر صبح سینکڑوں امرا شب خوابی کے لباس میں سوٹری لے کر نکلتے ہیں۔ اور جہاں کہیں کوئی طبیب علم نظر آتا ہے۔ اسے اپنی دسگاہ تک پہنچا آتے ہیں۔ وہاں بعض دسگاہیں کافی فاصلے پہ واقع ہیں۔

اور دوسری طرف اہلی پاکستان کا یہ عالم ہے کہ حضرت قائد اعظم کے بغیر آج تک کسی اور صاحبِ دولت نے اپنی جائیداد کسی دانش گاہ یا تجربہ گاہ کے حوالے نہیں کی اور کسی نے ایک کتاب تک لاٹھیری کے لیے نہیں خریدی۔ جہاں کیمبلپور کا ذکر ہے کہ ہمارے کالج میں پنجاہ کے گورنر سردار عبدالرب نشتہ تشریف لائے۔ پرنسپل نے شعبہ طبیعیات کی توسیع کے لیے اپیل کی۔ ضلع کے مین بڑے بڑے امرا نے ایک معتین رقم کا اعلان کیا۔ لیکن مسلسل یاد دہانیوں کے باوجود وہ آج تک وصول نہ ہو سکی۔

جس قوم کی خود پرستی۔ ہمدی اور حب المال و حب بطن الممال
 حجتاً کا یہ عالم ہو۔ اسے زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔
 اسے امرائے پاکستان! اگر تم خدا اور رسول کی بات سُننے کو تیار نہیں
 اگر ناصق و مشرک و کافر کا اسوۂ حسنہ تمہارے لیے بیکار ہے تو انگریزوں کے
 نقش قدم پر چل کر دکھاؤ۔ وہ انگریزوں کے جانے کا نہیں صرف اسکا
 ہے۔ اور جس کے مدباہ آنے کے لیے تم دعائیں مانگ رہے ہو۔
 فلک نے اُن کو عطا کی ہے خواہگی کہ نہیں
 خبر نہیں روشی قوم پروری کیا ہے
 (اقبال پر مریم)

عدل! عدل کی تعریف علمائے سانیات نے یوں کی ہے وضع الشی
 فی محلہ یعنی کسی چیز کو اپنے صحیح مقام و محل پر رکھنا۔ عدل ہی کے بل پر
 یہ ارض و سما قائم ہیں۔ اگر کوئی سیارہ اپنے مقام سے ایک اینچ سرک
 جائے تو نیلگوں فضاؤں کے کوڑوں آفتاب ایک دوسرے سے ٹکرا
 کر پاش پاش ہو جائیں۔
 وَالسَّمَاءُ سَمَاعًا وَكَضَمَّ الْمِيزَانَ۔

اللہ نے آسمانوں کو اٹھا کر ان میں عدل و توازن قائم کر دیا۔
 اگر آج اقلیم انسانی سے عدل کو خارج کر دیا جائے تو ظلم و ستم کا سیلاب
 ہماری بنیادوں تک کو بہلے جائے۔ اقوام عدل ہی سے زندہ رہتی ہیں۔
 جب کسی مملکت میں انصاف نہیں رہتا۔ عدالتیں ظلم سے مبر جاتی ہیں بحکام
 کیسے تراشی و کفن و تدوی پر اُتر آتے ہیں تو عوام میں شدید اضطراب پیدا
 ہو جاتا ہے۔ جو بالآخر بغاوت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

دوں کے زائبے مدظلالم اور عیاش واقع ہوئے تھے۔ آخر عوام کا
 اضطراب بینن کی صورت میں نمودار ہوا۔ نازوں کا تختہ الٹ گیا اور ان کے
 ساتھ تھے وہی کوڑ بھی خواہ موت کے اندھیروں میں دھکیں دیئے گئے۔
 یہی حال آج سے دس یوم پہلے مصر کے فرمانروا شاہ فاروق کا ہوا تھا۔
 بعض عیسائی اور ہندو کہتے ہیں کہ اسوم بڑو شمشیر پھیلا۔ مجھے ان سے
 اتفاق ہے۔ لیکن جو تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ اس کا دسر نام عدل
 تھا تاریخ اٹھا کر دیکھو ہر تاریخ میں یہ واقعہ ملے گا۔ کہ جب قیصر روم
 کے ناگہانی حملہ سے ابو عبیدہ (شام کے سالار اعلیٰ) کو شام کا ایک شہر
 حصص خالی کرنا پڑا، تو اس نے پادریوں اور دیگر عمائد شہر کو بلا کر کہا:
 ”میں نے تم سے اس لیے مایہ وصول کیا تھا کہ اُسے تمہاری حفاظت و
 اصلاح پر خرچ کریں گے۔ چونکہ ہمیں یہ شہر چھوڑنا پڑا ہے۔ اس
 لیے اپنا مایہ (سامان لاکھ دہم) واپس لے لیجئے؟“

مسلمانوں کے اس حیرت انگیز عمل اور جہاں انروز عدل کو دیکھ کر
 سب سے بڑے پادری نے کہا:
 ”عدل و انصاف کا کوئی کارنامہ آپ کے اس شاہکار سے عظیم تر نہیں
 ہو سکتا۔ یسوع کی قسم اگر کسی وقت ہمیں اپنا فرمانروا خود منتخب کرنے کی
 آزادی نصیب ہوئی، تو ہم صرف تمہیں اپنا والی بنائیں گے؟“

فتح خیبر کے بعد اپنی خیبر اور حضور علیہ السلام میں ایک معاہدہ ہوا
 تھا۔ جس کی سوسے ہر سال خیبر کی نصف پیداوار بیت المال میں آتی تھی۔
 ایک سال بعد اللہ ہی رفاقتہ تقسیم حاصل کے لیے آئے آپ نے تمام
 خذ و حصوں میں بانٹ کر اپنی خیبر کو اختیار دے دیا کہ جو حصہ چاہیں لے

یوں۔ ان لوگوں نے بہت سا زور جمع کر کے آپ کو رشوت دینا چاہی۔
آپ نے فرمایا:

”تم لوگوں نے رشوت پیش کر کے مجھے اشتعال دلایا ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ میں اشتعال کی حالت میں بھی انصاف کو نہیں چھوڑوں گا؟“
یہود یا ان غیر آپ کے عظیم کردار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان میں سے ایک بے ساختہ بول اٹھا۔

”خدا کی قسم زمین و آسمان اسی انصاف کے بل پر قائم ہیں؟“
ایک یہودی ریڈیو سٹیشن نے حضور علیہ السلام سے کچھ قرض لینا تھا۔ ایک دن سبرے مجمع میں وہ حضورؐ سے گستاخانہ کلام کرنے لگا۔ حضرت فاروقؓ جو بیٹک، تو آپ نے فرمایا:

”عمرائے کلم کر رہے ہو، قرض میں نہیں دیتا اور تم قرض خواہ سے اُلجھ رہے ہو۔ مجرم میں ہوں نہ کہ یہ۔ تم ایک مجرم کی حمایت کر رہے ہو؟“
حضرت عمرؓ نے وفات سے پہلے فرمایا:

”میں اپنے حائشیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلموں سے تمام معاہدات کو نبھائے اور ان کی حفاظت کے لیے جان بھی دینی چڑھے تو دے دے!“

ایک مرتبہ غیر مسلموں کا ایک وفد حضرت فاروقؓ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے جب اپنے حکام کے متعلق ان کی رائے طلب کی۔ تو انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔

مَا سَأَرْنَا مِنْهُمْ إِذْ وَفَّاءَ وَ مَلَكًا .

دیکھنے ان میں وفاداری اور بہترین سلوک کے بغیر اور کچھ نہیں دیکھا

اس طرح کی ہزار ہا حکایات ہماری تاریخ میں درج ہیں۔ ہمارے بزرگوں کا بھی وہ عدل تھا جس نے مصروفیت کے یہود و نصاریٰ اور ایران و عراق کے آتش پرستوں کے دل موہ لیے تھے اور وہ تمام لوگ صرف چند برس کے اندر اندر اپنے آبائی مذاہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس وقت ہندوستان میں چار کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ جو جن سنگھیوں، سیوا سنگھیوں اور سکھوں کی دست برد سے، لوط مار اور قتل و ضرب سے سینکڑوں کی تعداد میں ہر روز مر رہے ہیں۔ چونکہ وہاں کی پولیس اور عدالتیں بھی اسی ذہنیست کی مالک ہیں۔ اس لیے مجرموں کو اقل تو گرفتار ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی بد بخت پکڑا ہی جائے، تو اسے عدالت چھوڑ دیتی ہے۔ اس ظلم و ستم کا جواب ہرگز یہ نہیں کہ ہم بھی ذلیل بن کر ان ڈیڑھ کروڑ ہندوؤں کو پیشنا شروع کر دیں۔ جو پاکستان میں رہتے ہیں۔ ہم حاملین قرآن ہیں۔ ہم نے عدل و انصاف اور رحم و احسان کا وہ بلند نمونہ قائم کرنا ہے کہ بھارت کے ہندو متورخ بھی ہماری تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہمیں صرف عدل ہی کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ احسان کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ اور احسان کا مفہوم ہے یہ حق سے کچھ زیادہ دینا۔ عدل و احسان کی اہمیت اس باب سے واضح ہے کہ تمام دنیا نے اسلام میں ہر جمعہ کو ہر خطیب اللہ کے اس حکم کو یوں دہراتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ اَسْتَغْفِرُكَ وَاللّٰهُ طَيِّبٌ اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيهِ بِالْحَقِّ وَالْاِحْسَانِ
 اللہ کے بند! اللہ سے کو تاہیوں کی معافی مانگو۔ اللہ تمہیں عدل و احسان کا تاکید ہی حکم دیتا ہے۔

پاکستانی ہندو تو ہر لحاظ سے ہمارے بھائی ہیں۔ ہمیں تو اللہ نے ان اقوام

سے بھی انصاف کرنے کا حکم دیا ہے جو ہم سے برسرِ پیکار ہوں اور ہمیں مٹانے

کے لیے سازندہ نگار رہی ہوں۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ
 وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاةُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدُوا أُولَٰئِكَ هُوَ أَقْرَبُ
 لِلتَّقْوَىٰ - (المائدہ)

راے اہل ایمان اتم اللہ کی ماہوں پر نہایت قدامت رہو اور انصاف کی
 تبلیغ کرو۔ کسی قوم کی عداوت کی وجہ سے بے انصافی پر مت اترا اور
 ہر حال میں انصاف کرو کہ تمہارا بھاء (تقویٰ) انصاف ہی میں ہے،
 اور جو اقوام ہم سے برسرِ پیکار رہیں۔ ان کے ساتھ نہ صرف انصاف

کا حکم دیا ہے۔ بلکہ احسان کی بھی ہدایت کی ہے۔
 وَلَا يَسْأَلُكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَتَّبِعُواكُمْ فِي الدِّيَارِ وَلَا يُؤْخَذُ
 بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ عِتَابًا مِّنْكُمْ فَهُمْ لَا يُؤْتُونَ
 اَللَّهُ يَكْفِي عَنْكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

جو لوگ تم سے مذہب کی خاطر تمہیں آزما نہیں سوتے اور انہوں نے تمہیں
 تمہارے گوروں سے نہیں نکالا۔ ان کے ساتھ صلہ و احسان سے پیش آؤ۔ اس

لیے کہ پھر اہل انصاف کو بہت پسند کرتا ہے۔

اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات میں اسی ہزار مسلم خواتین سکوں نے دہریچ
 لیں۔ ان میں سے چند ایک کو بعد از استعمال لوٹا دیا۔ ایک بہت بڑی تعداد کو
 جی مہراجے پر موت کی نیند سلا دیا اور دس بار ہزار کو سکے بنا کر گولہ میں رکھ
 لیا۔ اتفاقاً مسلمانانِ پاکستان نے بھی آٹھ دس ہزار غیر مسلم خواتین رکھ لیں
 جن میں سے چھ سو ہزار لٹا دیں۔ کچھ مسلم بنالیں اور کچھ پولیس کے خوف

سے یا تو جاک کر دیں اور یا بیچ ڈالیں۔

اس صورت حال پر قرآن کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا تَسْبُغُوا بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنَ الْكُوفِرِ
وَأَسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ
مِمَّا أَنْفَقُوا أَذًا لِّكُمْ حِكْمُ اللَّهِ
يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
وَأَنَّ كَاتِبُكُمْ شَيْئٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ
إِلَى الْكُفْرَانِ فَعَابِلُكُمْ فَا تَسْأَلُوا
الَّذِينَ ذَلَعْتُمْ أَذًا مِنْهُمْ
فَيَسْأَلُ مَا أَنْفَقُوا وَاللَّهُ
الَّذِي أَنْزَلَ بِهِمُ الْمُؤْمِنُونَ
(الممتحنہ)

جگ میں گرفتار شدہ غیر مسلم خواتین
کو تم اپنے گھروں میں منت رکھو بلکہ
انہیں ان کے دشمن کے حوالے کر دو۔
اور اس عدلان میں جو کچھ ان پر خرچ
کیا ہے وہ ان کے دشمن سے مانگ لو
اور اگر کوئی غیر مسلم تمہاری کسی گرفتار
شدہ خاتون پر کچھ خرچ کر چکا ہو تو
اُسے ادا کر دو۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے
اور اللہ صاحبِ علم و حکمت ہے۔

اگر غیر مسلم تمہاری کسی خاتون کو داپس نہ کریں اور پھر تمہیں ان کی خاتون
گرفتار کرنے کا موقع مل جائے، تو تم معاوضہ میں وہ عدالت اپنے پاں صرف
اسی صورت میں رکھ سکتے ہو کہ اس کے شوہر اور دشمن کو اس کی پرورش
مہر وغیرہ) کا تمام خرچ ادا کر دو۔ تم اس اللہ سے ڈنو، جس پر تم ایمان لائے ہو،
سکھوں سے تو کوئی شکوہ ہی نہیں۔ اس لیے کہ وہ عموماً باپا نانا کے
بہت نڈھ جا چکے ہیں۔ اے مسلمانو! تم بتاؤ کہ ان فسادات میں تم ان ہدایت
پر کہاں تک عمل پیرا رہے۔

جگ و جدال کی مار دھاڑ میں انصاف کیسے یاد رہتا ہے۔ جب کوئی
فائدہ دینوں کے محاصرہ کے بعد کسی بستی میں داخل ہوتی ہے۔ تو اس پر کسی کو

سے گولیاں چلائی جاتی ہیں۔ کہیں سے انیشیں چھینکی جاتی ہیں اور کہیں سے گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ فوج میں عموماً ان چڑھ لوہماں ہوتے ہیں۔ وہ سبڑک اُٹھتے ہیں۔ بے مدیغ تلوار چلاتے ہیں۔ جی کھول کر ٹوٹتے ہیں۔ اور راست کو پیش کی خوب داد دیتے ہیں۔ لیکن اسلام کسی صورت میں بھی سہواً نہیں کا کھلونہ بننے کی اجازت نہیں دیتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هُمْ يُعْتَبِرُونَ
 يَتَّبِعُونَ الْأَمْرَ الْفَاسِقَ إِذَا وَقَعَهَا فَاتَّبَعُوا
 وَكَانُوا بِهَا يُكْفَرُونَ وَلَا تَكُونُوا
 كَالَّذِينَ هُمْ يُعْتَبِرُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
 هُمْ يُعْتَبِرُونَ اور کسی جہلے کا شکار
 ہو کر بے انصافی منہ کر دو

اسلام کا مقصد قیام امن ہے۔ جو انصاف کے بغیر حاصل نہیں

ہو سکتا اس لیے۔

وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ
 أَنْ تَكُونُوا بِالْعَدْلِ -
 جب تم معاملات کا فیصلہ کرنے
 لگو تو ہر حال میں انصاف کرو

صفائی؟ بدن اور کپڑوں کی صفائی سے ایک قوم باوقار اور حسین نظر آتی ہے ایک گناہ کو شاہی لباس پہننا وہ تو وہ شاہزادہ نظر آئے گا ایک جھکاؤ شگھائی کا سوت پہن لے۔ تو وہ بیگم ہی جائے گا۔ بدیگر الفاظ شاہہ و گناہ میں نظر ہاں کا فرق ہے۔ لباس بلند شخصیت کا ایک اہم جزو ہے۔ آج سے چار برس پہلے اس ضلع کا ایک اہم آدمی پوسٹا لباس میں ڈپٹی کمشنر سے ملے آگیا۔ جب ڈپٹی کمشنر نے اس کے نکلے سر پر کھدکی چاند اور پاؤں میں میلا جوتا اور تن پہ ایک بے ہنگم سا کرتہ دیکھا تو پوچھا کہ کیا آپ کے پاس شریفانہ لباس موجود نہیں تھا، موٹریں بیٹھ کر حکم ضلع سے ملے آنا اور ماشیوں کا لباس پہن لینا کوئی تہذیب ہے۔ جائے اور شریفوں کا لباس پہن کر آئیے۔

ہمارے کے لحاظ سے مسلمان ہر جگہ بے حد غیر محتاط واقع ہوئے ہیں۔ کہیں جاؤ
 چوڑے چوڑے پا جائے چہ چہ گز کے کھلے کڑے، ڈھیلے اور بد نما چٹے۔ سر پہ
 موٹے موٹے پگڑیاں سیاں نظر آئیں گی اور غلاظت کا یہ عالم کہ ساتھ لاکھ افزائی
 قبائل۔ چالیس لاکھ کشمیری۔ پانچ کروڑ روسی قازق اور آٹھ کروڑ چینی مسلمان
 صابن کے لفظ تک سے نا آشنا ہیں۔ مہینوں نہانے کا نام نہیں جانتے۔ بدن
 پر میل کی نصف اپنے موٹی تہ جی رہتی ہے اور جوڑوں کا تو یہ عالم ہے کہ کھجلا کھجلا
 کران کے اجسام پہ ناسود بن چکے ہیں کیا قرآن اس طرح کی تبریح قوم تیار کرنے
 کے لیے نازل ہوا تھا۔ کیا وہ نور کی دنیا ہی تھی۔ جس کی طرف رسولؐ نے
 رہنمائی کی تھی؟

لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

(رسول کا مقصد تمہیں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے جانا ہے)
 دیکھو یہ جاؤ، تو ہمیں سڑکوں، بازاروں، پلیٹ فارموں اور کھیل کے میدانوں
 پر کاغذ کا ایک ٹکڑا تک نظر نہیں آئے گا۔ کسی ہوسٹل میں کوئی میٹا میز گندا
 برتن یا غلیظ تولیہ نہیں ملے گا۔ کسی جسم پر غلیظ کپڑا دکھائی نہیں دے گا۔ وہ اس
 قدر نفاست پسند لوگ ہیں کہ سگرٹ کے ٹکڑے بھی مینوں میں پھینکیں گے۔
 جو اسی مقصد کے لیے جا بجا رکھے کہوئے ملیں گے۔ ان کے گھر صاف، بستر
 صاف، مگن صاف، گلیاں صاف اور گاڑی صاف اور دوسری طرف باقی شہر
 کو تو چھوڑیئے۔ صرف اپنے پایہ تحفہ (گراہمی) میں جاییئے۔ چھادنی اور
 خیر کے دھیان آپ کو غلیظ پالی کے بڑے بڑے جو سٹر۔ بد نما جموٹروں
 کے پورے شہر اور غلاظت کے وسیع انہار نظر آئیں گے۔ شہر بچ کر ذرا
 اشیش کے یارڈ (احاطہ) پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ آپ کو ریلوے سٹیشن

میں چیتروں، پٹے ہوتے کا فلفل اور سگریٹ کی خالی ڈبیلوں کی ایک دنیا
 ملے گی۔ پھر شہر میں آئیے چند بازاروں کو چھوڑ کر ذرا محلات میں تشریف
 لے جائیے۔ ہر مذہبی کی حالت دیکھئے۔ مکھیوں اور بچروں کی انواع ملاحظہ
 فرمائیے۔ جاہل متعین پانی اور گندگی کی وہ افراط ملے گی کہ ہر تپ سے مناج
 چکرا جائے گا۔ چند روز سوئے مجھے کراچی کے ایک عمدہ جناح آباد
 راجی مارکیٹ کے قریب، جہاں صرف سات دی رہنے کا اتفاق ہوا۔
 میں اس محلہ کی ملاحظت سے اس قدر گھبرا یا کہ کام ختم کئے بغیر کراچی
 سے مھاگ نکلا۔

قریب نورد و مسلمان ہونے جو وہ سو برس سے روحانیت کے
 باب میں اُبھاٹھا ہے۔ یہ جسم کی طرف توجہ دینا اپنے ذوق لطیف کی
 توہین سمجھتا ہے۔ نتیجتاً اس کی شخصیت گھسیاروں سے بھی پست ہو گئی
 اور دنیا کو اس سے گہمی آنے لگی۔ عصر حاضر کا بہترین لباس، لباس
 فرنگ ہے جو ہسپالیہ کے ایک مسلم فاضل زریا بسائے ایسا دیکھا تھا۔
 آئین بقائے اصلح کے ماتحت دنیا کے بال تمام لباس ٹٹے جا رہے ہیں۔
 اور کوٹ پتلون کو ہر ملک میں مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ ایران، مصر، شام
 عراق اور ترکی نے اس لباس کو قومی لباس قرار دے دیا ہے۔ اور عرب کے بغیر
 باقی مسلم ممالک میں بھی یہ مقبول ہو رہا ہے۔ خدا جانے ہمارے علماء کو اس
 لباس سے کیوں ضد ہے۔ وہ کیوں پسند نہیں کرتے کہ ہماری قوم کا مقام چڑھ جائے
 اور وہ صاف اُعلیٰ اور حسین نظر آئے۔

بہر حال کثافت و فلاحیت کے یہاں وہ ہولناک نتائج تھے جن سے
 اللہ نے ہمیں یوں خبردار کیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الْمَدَائِرُ قَسْمٌ
فَأَنْذِرْهُ وَرَبِّكَ فَلَكَتْرُهُ
وَتُسَيِّبُكَ فَكَيْفَ تَسْرُ وَالسُّجُنُ
فَأَجْعَلْهُ (المدر)

دا سے پاکیزہ عباس رسول! اٹھ
اور دنیا کو فلاطک کے نتائج سے
آگاہ کر اپنے رب کی عظمت بیان
کر۔ کپڑوں کو صاف رکھ اور ہر قسم
کی کٹافٹ (ارجن) سے بچ۔

محنت اہم مرحلہ کر چکے ہیں، کہ جو چیزیں کسی قوم کو عظیم بناتی ہیں۔ ان میں سے
ایک علم ہے۔ علم وہ روشی عنصر ہے جو بے پناہ محنت کے بغیر مسخر نہیں ہوتا۔
زمین قوم کا ایک بہت بڑا طبقہ علم کی نئی دیوالی کی تلاش میں ہمیشہ سرگرم
عمل رہتا ہے۔ ان کے علمی قافلے تو ودی ہیا ہانل، برناتی زمینوں، سمندر و
اور مہالوں میں سدا متحرک نظر آتے ہیں۔ ان کی تہذیب و معاشرہ آئے دن نئے نئے
انکشافات کا اعلان کرتی ہیں۔ ان کی مشاہدہ گاہیں نئے سستیادوں کی تلاش میں
رہتی ہیں۔ ان کے ارباب علم کا ثبات کے نئے اسرار اور قوت کے نئے خزان
ڈھونڈنے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ ہر قدم سے ہر قطرے اور سنگریزے کو اٹھ
ہٹ کر دیکھ رہے ہیں کہ شاید کوئی نیا مایا نہ ملے۔ محنت کرنے والوں
کی یہی وہ قسم ہے جس نے زمین فرنگ کو ہم پائیہ آسمان بنا دیا۔ اور سارے
عالم کو ان کی سیاسی و اقتصادی گرلت میں دے دیا۔

محنت ہم بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان میں اور ہم میں بڑا فرق ہے۔ وہ اسرار کائنات
تلاش کرتے ہیں اور ہم اسرار مہا یہ۔ وہ پہاڑوں کے سینوں میں آتر کر نئی
معدن نکال لاتے ہیں اور ہم بھائیوں کے حبیب۔ وہ حسین فطرت کے
شہنائی ہیں اور ہم حسن نسوانی کے دلدادہ۔ ان کے قافلے معالیٰ حیات کی
طرف روانہ ہیں اور ہم اوسے سینا کی طرف۔ وہ نقل و حمل کے پیرے آتش و بار

کو استعمال کر رہے ہیں۔ ادم ہم گدھوں کو۔ وہ قومی قوت کے مسائل ڈھونڈ رہے ہیں ادم ہم قوت باہ کے۔ وہ بقائے نظام کا انتظام کر رہے ہیں ادم ہم مرگب ہے نام کا۔

فلما کا طبقہ قوم میں زندگی اور شباب پیدا کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ یہ یونیورسٹیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن غیر مسلموں کی یونیورسٹیوں میں وہ پاکستانی طلبہ کا تو یہ حال ہے کہ محنت سے یوں مہاگتے ہیں۔

مَا تَكْفُرُ حَمْرًا مُسْتَكْفِرًا قَاتِلًا مِنْ قَسْوَسٍ

دجیسے خوف زدہ گدھے شیر کو دیکھ کر جھاگ نکلیں۔

تازہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت اٹنی کے ہر آٹھ ہزار طلبہ میں سے صرف ایک گریجویٹ بنتا ہے اور باقی ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اقبال زندگی سب قوم کو نقدی طلب اور سونے خرام کی طرف بلا تارا۔ ادم مدد کر اللہ سے دعا میں ماگتارا۔

تو سے آسمانوں کے تاروں کا غیر زینوں کے شب زندہ دلاں کی غیر

جہانوں کو سوزی جگر بخش دے مراشتن میری نظر بخش دے

مرے دیدہ ترک بے خواہیاں مرے دل کی پرتیبہ بے تہیاں

مرے نازنیم شب کا نیاز مری خلوت دا بطن کا گداز

مرے قافلے میں لٹا دے اسے

لٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے

ابراہیم کا قلم چل چل کر گیس گیا۔ بشرتی بیخ بیخ کر بیٹھ گیا۔ لیکن ہمارے نوجوانوں نے اس طرف کا رخ ہی نہ کیا۔ ان کا لا ابا یا نہ کردار حقائق زندگی سے بہل

پسندنازا جنتاب۔ معاہدہ حیات سے ۱۰ میرا دل بے اعتنائی اور بقائے ملی
 سے شام نہ بے نیازی پاکستان کو گمراہ کر رہی ہے۔ ابھی اس سلطنت کی
 عمر ہی کیا ہے۔ صرف پانچ سال۔ اگر یہ سلطنت ہمارے نوجوانوں کی سہل
 پسندی کا شکار ہو گئی، تو یاد رکھو کہ آئندہ آزادی تو رہی ایک طرف تمہیں
 کوئی اللہ کا نام بھی نہیں لینے دے گا۔ ابھی وقت ہے کہ تم منجمل جاؤ اور
 اتنی محنت کرو کہ تمہارا ملک علی جمیلوں سے طرد سینا ہی جائے۔ یہاں کے قہروں
 سے دجلہ ذرات چھوٹ نکلیں اور جزو ہیں تماشائے کل نظر آنے لگے۔

اور لَمَّا يَنْتَابِ بَعْدَ فِي مَحْفَبِ	دیکھا تمہیں معلوم نہیں کہ مولیٰ اور وفا کبیش
مُوسَىٰ ذَرَابَرَأ هَيْمَةَ الَّذِي ذَلِي	ابلا اہیم کے صحائف میں کیا لکھا ہے یہی
أَلَّا تَرِي مَا مَرَّةٌ وَرَسَا أُخْرَىٰ	کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں
وَأَنْ تَكُنَّ لِلْأَسْلَمِ إِلَّا مَا سَعَىٰ	اٹھائے گا۔ بہر شخص صرف اپنی محنت
وَأَنْ سَعِيهِ سَوْفَ يُورَىٰ لَمَّةٌ	سے کامیاب ہوگا۔ اس کی سہا
يُجْزَىٰ إِيَّاهُ الْجَنُّ إِذْ أَلَا ذِي ذَانِ	جلد پھل لائیں گی۔ اُسے کوشش کا پورا
إِلَىٰ سَرَابٍ الْمُنْتَهَىٰ (الانجم)	صلہ لے گا۔ اور اس کی آخری منزل

اللہ تک پہنچنا ہے۔)

میرمن لو۔ کہ تمہاری آخری منزل، تمہارت، دولت یا منصب نہیں۔
 بلکہ اللہ تک پہنچنا ہے۔ اور سوچو کہ اس وقت تم کہاں ہو؟
 فضا تری مہ و پردیں سے ہے ندا آگے!
 قدم اٹھا! یہ مقام آسماں سے فقد نہیں
 (راتبا)

صبر کسی گھاٹی پہ چڑھنے کے لیے جڑی بہت اور استقلول کی ضرورت
 سالہ یہ کتاب ۱۹۵۲ء میں کسی اور چھاپی گئی تھی (ادارہ)

کہتی ہے۔ سانس ٹھہر جاتی ہے اور ہر برہنسی سے پسینہ پھوٹ نکلتا ہے۔ ان دشواریوں کو برداشت کرنے کا نام صبر ہے۔ جس کو کسی طاقتور سے ڈنڈے کھانے اور کان تک نہ ہلانے کا نام نہیں۔ بلکہ ان مصائب کو برداشت کر لیا نام ہے جو حصولِ معالیٰ میں پیش آئیں۔ آزادی لینا آسان نہیں۔ اس کے لیے جہاں دینا پڑتی ہے بجز زبنا آسان نہیں اس کے لیے نفس پر قبضہ رکھنا پڑتا ہے۔ حصولِ علم آسان نہیں۔ ہزاروں راہیں بیماری میں کاٹا پڑتی ہیں۔ العزیز زندگی کی کوئی بلندی ہے، وہ آپ کو راہ میں سینکڑوں دشواریوں سے دوچار ہونا پڑے گی ان دشواریوں کو مردانہ اور بہادری سے برداشت کرنے کا نام صبر ہے۔ جسے اللہ نے عزم الامم سے تعبیر کیا ہے۔

وَإِن تَصَبِرُوا فإِنَّ عَلَيْنَا لَلْأَمْرَ أَكْبَرًا
 صبر کرنا اور ہر کامی سے بچنا
 فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ
 اولو العزم المسائل کا کام ہے۔
 زندگی شان و عزت کا نام ہے نہ کہ ڈھونڈنے کی طرح چرنے چکنے کا۔
 عزت کے لیے بڑے عزم و تمہت کی ضرورت ہے۔ اسی لیے بڑا دل عزت
 کی راہوں سے بھاگتے ہیں۔ اور پسو دل کی سی ذہین زندگی گزارنے کے بعد
 یوں مرتے ہیں کہ ان پر ایک آنسو تک بہانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن بہادر
 کی شان کچھ اور ہے۔

ہر کیش زندہ دلاں زندگی جہاں طبع است!
 رو مجاز نہ رفتم کہ راہ بے خطر است
 (اقبال)

راستی راستی سندھ ذیل اور اف کا نام ہے۔
 (۱) سچ بولنا (۲) عدول کو بردارنا (۳) حرام خودی سے بچنا (۴) اور شرم

صدر بن گئی اور وہہ ٹکنی سے با اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ تجبوتے اور ہر جہد سے ہر شخص لغت کر لے لگتا ہے۔ اگر ایسا شخص کسی منصب پر فائز ہو جائے تو ملک کے لیے لعنت بن جاتا ہے۔ اگر تجارت پیشہ ہو، تو کاروبار کی سلک بڑ جاتی ہے۔ اگر یہ خدا نخواستہ کسی حکومت کا صدر بن جائے تو کوئی قوم اس سے معاہدہ نہیں کرتی۔ اگر یہ عدالت میں شاہد بن کر آئے تو حاکم اسکی شہادت کو ساقط الاعتبار سمجھتا ہے۔ اگر مدعی یا مستغنیف بننے پہ مجبور ہو جائے تو اس کی کہانی کو کوئی نہیں مانتا۔ الغرض تجبوتے معاشرہ کے لیے بہت بڑی لعنت بن جاتا ہے۔

كُنْتُمْ لِلَّهِ غَالِبًا اِنْ كَادِبْتُمْ (قرآن)

(جھوٹوں پر اللہ کی لعنت برتی ہے)

حرام کھانے والا اگر افسر ہو، تو عوام اس کے مظالم سے بے چین ہو جاتے ہیں۔ اگر سیاسی لیڈر یا فیسٹر (غزیر) ہو، تو دشمنی اُسے باسانی خرید سکتا ہے۔ اگر تاجر ہو، تو چھدر بازاری، ڈھیرو اندھنی اور گراں فروش جیسے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگر دو عباد زبیر وار، ذیلدار ہیں، تو پولیس کے ساتھ مل کر فریبوں کے کپڑے اتارتا ہے۔ اگر نسبتاً کم وسائل ہو، تو لقب لگاتا اور ڈاکے ڈالتا ہے۔ اگر مشغول یا محرز ہو، تو انصاف کی راہ پر سنگ گراں بن جاتا ہے۔ اگر حوالدار یا قاضی عیار ہو تو تمام علاقہ مذاہب الہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ راشی، تجبوتے، ہر جہد اور منافع سکام سینکڑوں اقوام کی تباہی کا باعث بنے۔ ان کی ہر اعمالی سے عوام میں اضطراب پیدا ہوا اور یہ اضطراب یا تو داخلی انقلاب کا باعث بنا اور یا بیرونی حملہ آوروں

کے لیے ہمدردی سے مملو ہوا ثابت ہوا۔

میں یہاں تک کہ چکا تھا کہ ایک دوست نے پاکستان کی سب سے بڑی اسٹرو ساز فیکٹری کا جگر خراش واقعہ سُنا یا۔ وہ یوں کہ چند بڑے بڑے فوجی حکام نے شہید کی یاد میں سے مل کر لاکھوں روپے کا فن کیا، ایک روپے کی چیز خرید کر حکومت سے دو روپے وصول کیے۔ وہ پارٹی کی جگہ پڑتی اور سبیل بنادی۔ ایک سینیٹ کے عرصہ چارمن کی قیمت لے لی اور سب سے بڑا غضب یہ کہ کارخانہ کی نئی ہوتی بندھتیں بازاروں میں بیچنے لگی۔

پاکستان کو جانے والا صرف ایک انسان تھا۔ یعنی حضرت قائد اعظم حضرت علیہ اور تباہ کرنے والے مزاروں پیدا ہو چکے ہیں۔ حکومت کے کئی ٹکے ایسے ہیں جن کا پیشہ ہی لوٹ مار اور دہن ہے۔ ہمارے بڑے بڑے ہمدردی قسم کے لیڈر ناجائز طور پر رقم برآمد کر رہے ہیں۔ کوئی ہندوستان سے ساز باز نہیں صرف ہے، کوئی روس کے اشاروں پہ ناپ رہا ہے۔ کوئی برطانوی فلند کے ہاتھ میں بند بنا ہوا ہے اور کوئی داخلی انتشار کی آگ بھڑکار رہا ہے۔ اس صورت حال سے قوم میں ایک گہری بے چینی پیدا ہو چکی ہے۔ جو مرکزیت اور یکتہی قائد اعظم نے پیدا کی تھی۔ وہ آج ختم ہو چکی ہے۔ قوم کو لیڈروں پہ اعتماد نہیں رہا۔ اور آج مجھے کوئی ایسا انسان پاکستان میں نظر نہیں آتا۔ جس کی فکر پر ساری قوم متحد ہو کر مرنے مارنے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ ذہنی انتشار یہ بے دلی اور یہ سکتہ کی سی کیفیت ہمارے ائمۃ الیاست کی بدگواری کا نتیجہ ہے۔ ملک میں رشوت و ہد نظمی بڑھ رہی ہے اور جسے روکا جاتا ہے وہ فلاں لیڈر یہ کام کر رہا ہے جی کیوں نہ کہیں!

اللہ نے یہود کو باطل تباہ کیا تھا، کیوں؟ ان کے جرائم کی فہرست خود اللہ کی زبانی کیے۔

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسَارُتُونَ
فِي الْأَثْمَانِ وَالْعُدَّانِ وَأَكْلِهِمْ
السُّحْتِ لَيْسَ مَا كَانُوا يَمْلِكُونَ

(المائدہ)

لَوْ لَا يَشْهَهُمُ الرَّبُّ لَيَبِغُتْنَ
وَالْأَخْبَارُ مِنْ قَوْلِهِمْ الْإِثْمَ
وَأَكْلِهِمُ السُّحْتِ لَيْسَ مَا
كَانُوا يَصْنَعُونَ۔

كَمَا نَأَىٰ عَنْهُمْ مِيثَاقَهُمْ
لَعَنَّا هُمُودًا جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ
قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ
مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا
ذُكِّرُوا بِالْآيَةِ وَقَدْ تَنَالُوا تَطْلِيحَ
عَلَىٰ خَائِنَتِهِ مِّنْهُمْ وَلَا قِيلِيلًا
مِّنْهُمْ۔ (المائدہ)

میں دیانت دار بہت کم ہیں۔

تم ان یہودیوں کی بہت بڑی تعداد
کو تمہاری اظلم اور نامہال حرام کی طرف
بھاگتا سہوا دیکھو گے۔ یہ حقیقتاً بڑے
بدکار ہیں۔

(ان یہود کو ان کے علما اور پیر حرام
کھانے اور جھوٹ بولنے سے کیوں
نہیں روکتے یہ حقیقتاً بڑے بدکار
ہیں۔)

یہود بدعہد تھے۔ اس لیے تم نے
ان پر لعنت برسائی اور ان کے دلوں
کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلام اللہ کی قیلت
تفاسیر پیش کرتے۔ اور رضائی ہدایت
کو بڑی حد تک سمجھ چکے تھے۔ ان کے
غبن اور خیانت کی داستانیں تم تک
ہمیشہ پہنچتی رہیں گی۔ اس لیے کوئی

ان آیات کو دوبارہ پڑھیے اور دیکھئے کہ کہیں یہ آپ ہی کی تصویر تو نہیں
ہے۔ کئی قوم جو ہمارے حرام خوردوں، جھوٹوں، بدعہدوں اور فداؤں کی مثال
پیش کر سکے جسی اللہ نے یہود کو ان جرائم کی بنا پر بار بار تباہ کیا۔ وہ ہمارا
کیوں لگا کر نے گا۔ یہود تو صرف چھ سات مرتبہ تباہ ہوئے تھے اور ہم
پوری ایک سو انیس سلطنتیں کھو چکے ہیں اور پھر بھی نہیں شرما تے۔ دیگر اقوام

کی تاریخ میں گناہ اس کے آخری آلام میں ملتا ہے اور یہاں بسم اللہ ہی برکاتی سے ہوتی ہے۔ اگر تم بُرائی سے روکنے کے تو اللہ کو بھی تمہاری تباہی سے کوئی طاقت روکنے والی موجود نہیں۔

ذٰلِکَ عَذَابٌ مُّسْتَعْتَبٌ ۔
 اگر تم ہماری راہوں کو چھوڑ گئے، تو ہم تمہیں چھوڑ جائیں گے۔ (قرآن)

اے سرکاری افسرو! اسے پی ڈی پی ڈی اے ای ایس کے ملازموں سے صلاحتی اہلکار اور اے پولیس والوں، صرف وہ منصف کے لیے سوچو کہ جو امن و سکون، عزت، خوش حالی اور آزادی تمہیں اپنی سلطنت میں حاصل ہے۔ کیا وہ سکھوں اور مسلمانوں کے ماتحت مل سکتی ہے۔ اگر نہیں مل سکتی تو پھر تم آزادی کی حفاظت کیوں نہیں کرتے۔ کیوں اپنی جگہ سے اپنے گھر کی بنیادیں کھینچ رہے ہو۔ کیوں بھلیوں کو اپنے کاٹھنوں پر گرنے کی دعوت دے رہے ہو۔ کیوں تمہیں اپنی مسہریں محبوب نہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ سکھوں کے خوں تمہاری بسلیوں میں داخل ہو کر تمہاری بیٹیوں کی عصمت کوٹیں اور تمہارے بچوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ذبح کریں۔ اگر تمہارا مقصد یہی ہے تو شوق سے حرام کھانا، جھوٹے بلو، دھمکے توڑو۔ اور ظلم کرو۔ تمہارا مقصد پورا ہو کر رہے گا۔

اِنَّ سَآءَ مَا تَصَدَّقُوْنَ ۔ (تمہارا سب تمہاری گھاٹ میں ہے)
 اے قابیاعظم! غلہ کی بہاروں سے واپس آؤ اور اپنی قوم کی غلہ بھانڈیاں

میر سپاہ ناسزا، شکران ٹیکسٹریٹ
 تیرے عیڑ میں کہیں گوسہ زندگی نہیں
 آؤ تیرے نکاش جس کا نہ ہو کوئی دف
 ٹھوکر چپا میں دیکھو چکھو کا سرور

مثل کلیم ہو اگر مفسد کہ آرزو کوئی !
ابھی دستِ طور سے آتی ہے ہانگہ ^{تحفہ}

(اقبالؒ)

تالیفِ قلوب! ہمارے ملک کی عام رائے یہ ہے کہ کسی غیر مسلم پر صدقہ صرف کرنا سنا نہیں اور دوسری طرف بعض غیر مسلم اقوام کا چین یہ ہے کہ وہ کروڑوں پونڈ دیگر اقوام پر صرف کر رہی ہیں امریکہ اس وقت تک ترکی کے استحکام پر ایک ارب ڈالر سے زیادہ صرف کر چکا ہے۔ پچھلے دنوں چھ کروڑ ڈالر مہارت کو اور ایک کھڑے پاکستان کو بھی دیئے۔ پاکستان انٹرنیشنل بینک سے بھی کافی امداد لے چکا ہے۔ امریکہ کی اس سیاست کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کی بادلن اقوام اس کی ٹمٹھی میں ہیں۔ قرآن نے بھی اس عظیم سیاست کا درس دیا تھا۔ لیکن اب نہ اس سیاست کو سمجھنے والے باقی رہے اور نہ عمل کرنے والے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالنُّكُلِ
تَلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَجْرِ السَّيِّئِينَ
كِرِيْمَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبہ)

(تم اپنے صدقات فقراء و مساکین، اور صدقات جمع کرنے والوں کو دو۔

نیز تالیفِ قلوب، آزادی غلامان، ادائے تادان، اللہ کے راستوں اور مسالوں کی سہولت پر صرف کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے تم پر فرض کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ با علم و حکمت ہے۔

صلوة

قرآن نے صلوة کی تشریح یوں کی ہے
 اِنَّ الصَّلٰوةَ تَشْهِيْ حٰرِنَ
 الطَّحٰثٰتِ وَالْمُنٰكِرِ -
 رکھ صلوة عریاں اور قابل نفیست
 اعمال سے روکتی ہے۔

لیکن نہ جانے یہ بات کیا ہے کہ بیشتر نمازی ان امراض میں مبتلا ہیں۔ یہی
 دوسرا نظمی کی تکمیل کے لیے تیسرا برس تک مساجد و مکاتب میں رہا جہاں میسرانہ
 دیگر طلبہ بھی موجود ہوتے تھے۔ اس میں کلام نہیں کہہ لوگ جس سے منکسر المزاج
 صابرہ خانہ اور پابند صوم و صلوة تھے۔ لیکن ہندو جنسیت پران میں سے بہت
 کم لوگوں کو ضبط حاصل تھا۔ میں نے انہیں امام پرستی، نکاح بائید اور نسکین
 جنسیت کے بعض دیگر ناقابل ذکر اسالیب کا گریہ دیکھا۔ یہاں عدالت میں
 ہر روز سینکڑوں تشریح اور نمازی لوگ آکر وہ جلیہ جھوٹ "ہوئے جس میں ضلع کا ایک
 علاقہ اپنے سینکڑوں علما اور بے شمار نمازیوں کی وجہ سے شہر ہے۔ لیکن یہ عجیب بات
 ہے کہ وہاں پچ بولنا سب سے بڑی حماقت سمجھا جاتا ہے۔ یہ لوگ ہانڈل اور
 منڈیوں میں اس قدر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور گاہک کو منکر دینے کے لیے کہہ دے
 وسائل اختیار کرتے ہیں کہ ابلیس بھی ان کے سامنے کان پکڑتا ہے۔

یہاں ایسے سینکڑوں نمازیوں کو جانتا ہوں۔ جو میری گردنیا کو لوٹ رہے ہیں
 بعض رکیوں کی عصمت ہدی کرتے ہیں۔ اور حوام کی دنیا و آخرت ہر دو کا بیڑا
 ڈبو دیتے ہیں۔ میں ایک ایسے نمازی اور حاجی سے واقف ہوں جو جھوٹ بولنے

دھوکہ دینے اور ہلیک مارکیٹ میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔

یہ تمام لوگ نہایت باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن فحشا و منکر کے بھی انجام مانے جاتے ہیں۔ قدرتنا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی صلوٰۃ انہیں بکارتی سے کیسے نہیں بدلتی۔ کیا انکی صلوٰۃ صلوٰۃ نہیں۔ اگر نہیں تو صلوٰۃ کس چیز کا نام ہے؟

صلوٰۃ کی تحقیق قرآن حکیم نے ان الفاظ کو مندرجہ ذیل معانی میں استعمال کیا ہے:

اول: تعریف و حوصلہ افزا الفاظ۔

اگر ایک کارکن کی تعریف کی جائے تو اس کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے آقا سے کمزور نہ کرے اور الفاظ تعریف سننے کے لیے کام میں جان لگا دیتا ہے۔ آپ میں سے جو لوگ اس میں اپنے ماتحتوں پر اس نغمہ کو آزاد کیسے ہر روز دہن کرنا کام ہوگا۔ دوسری طرف قہر و سختی سے سارا عملہ باغی ہو جائے گا۔

انسان میں کئی فطری کج رویاں ہیں۔ جن میں سے ایک خود پسندی ہے۔ اس جذبہ کی تسکین کے لیے بعض لوگ اپنی تعریف خود کرتے رہتے ہیں کہ انفسرا اپنے ماتحتوں میں سے خوشامدیل کا ایک گروہ پیدا کر لیتے ہیں۔ جو تمام دن انہیں آتو بناتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ حاکم اعلیٰ سے ”دیرری گڈ“ کا جملہ سننے کے لیے بیشمار کام کرتے ہیں۔ اگر انفرصانہ پہ آجائے، تو جھنڈیاں لگا لے، سیرجے حلوان بچھالے استقبال کے لیے شرف کو بگلاتے۔ اس کے گلے میں طلائی ہار ڈالتے۔ دھرتوں کا انتظام کرنے اور ہات بات پہ جاں چھڑکتے ہیں۔ جب ”صاحب“ چلا جاتا ہے تو ہر ایک سے کہتے پھرتے ہیں۔

سَلِّ صَلَاةً - هَارِلَةً وَ أَحْسَنَ الشَّنَاءِ عَلَيْكَ وَ بَرَكْتَ ذَاتًا وَ رَمَدَ الْعَظْمِ
تعریف کرنا (انہما)

”صاحب بڑا خوش گیا ہے۔ یہ سب آپ دستوں کی دعا کا ثبوت ہے“
اس قسم کے ”حوصلہ افزا الفاظ“ کے لیے اللہ نے صلوة کا لفظ استعمال
کیا ہے۔

وَقِيلَ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكُمْ
وَأَسْأَلُكُمْ لِيُخَلِّقَ لَكُمْ مِنْكُمْ
صَاحِبًا كَمَا حَوَّلَ بَرِّحًا كَرِيمٍ تَعْلِيْفَ

سے اہمیں سرور و سکون (سکن) حاصل ہوتا ہے

ووم۔ ذکر، چرچا، تشہیر، پروپیگنڈا۔

آج کل جب کہیں کوئی تحریک شروع ہوتی ہے۔ کوئی نئی فرم کھلتی ہے۔

یا کسی طبیب کو کوئی نیا نسخہ مل جاتا ہے، تو اس کی تشہیر کے لیے پبلسٹیٹیڈ پمپٹ
کھول دیا جاتا ہے۔ جو اشتہاروں، مقالوں، تصویروں، کتابوں اور فلموں سے
اس تحریک، فرم یا نسخے کا چرچا کرتا ہے۔ تحریک اشتراکیت کے لٹریچر پر نگاہ
ڈالو۔ امریکہ کے ٹیکز تشہیر کی چابکدستیاں دیکھو۔ کس صاحب۔ اینوفونٹ ساٹ
اور گرائپ و اثر مالوں کا سلسلہ تشہیر ملاحظہ کرو۔ کس طرح یہ لوگ پروپیگنڈہ
پر لاکھوں روپے صرف کر رہے ہیں۔ عصر حاضر میں پروپیگنڈہ وہ حربے ہیں جس سے
بڑے بڑے ذہنی اور سیاسی انقلاب پیدا کئے جا رہے ہیں۔ ہٹلر، ماٹن کیف
میں کتنا ہے اگر جھوٹ کو بھی بار بار دہرایا جائے تو وہ لوگوں کو بچ معلوم ہونے
گتا ہے؟ قرآن نے پروپیگنڈہ کو بڑی اہمیت دی ہے۔ بار بار ذکر کرنا (تشہیر پبلسٹیٹیڈ)
پر زور دیا ہے۔

يَذْكُرُونَ لِلَّهِ مَا كَانُوا
رَسُولًا لَكُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

سوئے اللہ کا بھد پروپیگنڈا اور کفر کرنا ہے

تعمیر و ادخال جنتوں بہم

اُس پر مفاہت کھنا ہے۔ اس کے عہد باسند تالیق کو بار بار بیان کرنا ہے اس

کے شاہکار ہائے مکتوبین کو کھول کھول کر سنانا ہے تاکہ دنیا کا کائنات کی اس صوب
 سے بڑی حقیقت کو تسلیم کرنے اور لاکھوں بیکار غلاموں سے بچھا چھڑالے۔

حدیث میں مدعا ہے (خالد بن عمار) شریف میں اگر جب اللہ کسی انسان پر مہربان
 ہوگا ہے، تو وہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ ہاؤ اللہ کا کائنات میں اس شخص کا بول بالا کر۔
 چنانچہ اس کے ذکر سے ارض و سماؤں گونج اٹھتے ہیں اور ہر دل اس کی طرف متوجہ
 ہو جاتا ہے۔ مرزا غالب نے اس کیفیت کی تصویر یوں کینیچی ہے۔ سب
 سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
 مجھ پہ گویا ایک زمانہ ہسراں ہو جانے کا

انعام ایک عظیم الشان تحریک ہے۔ جس کے حصول دنیوی کامرانی اور
 آخری نجات کے کہیں ہیں۔ نوع انسانی کو سرچشمہ حیات و بقا سے محروم ہو کر کھانا
 نظم ہے جو لوگ اپن جانے، ڈنٹپ، ٹائرو، ہاٹ شو کپنیوں کے پراپیگنڈہ سے متاثر
 ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کا اثر بھی قبول کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ پستی کا فن سجاتے
 ہوں۔ اللہ نے ایک مقام پر اس پستی کو صلوة کہا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَكْتُمُونَ
 عَلَيَّ الْاَلْحٰبِيَّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
 صَلُّوْا عَلَيَّ وَ سَلِّمُوْا وَسَلِّمًا
 اللہ اور اس کے فرشتے ارض و سما
 میرا راز چھپائے گا چرچا کر رہے ہیں
 اے وہاں والو! تم بھی اس کے پیغام
 کا چرچا کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ۔

صلوة کا یہ مفہوم رتھبیر، اعلائے ذکر، چرچا، ایجاب بندہ نہیں۔ بلکہ سرزنش
 میں دیا ہوا ہے۔

• صلوة: تسلیم و دنیا بہ اعلائے ذکر و اظہار دعوت (مختصری لفظ)
 اس آیت کی مشہور تفسیر یہ ہے۔

خدا اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اسے مسلمانوں اور تم بھی اس
 بلکہ دود پڑھا کرو۔

کس قدر بے جان اور بے مغز تفسیر ہے۔ اس تفسیر نے مسلمانوں کو فہم تشہیر
 سے محروم کر دیا۔ اسووم کے متعلق مصنفین شرق و غرب بے حد غلط فہمیاں
 پیدا کرتے رہے۔ کوئی اسے ڈاکوؤں کا مذہب بتاتا رہا۔ اور کوئی وحشی تیغ
 رانوں کا۔ لیکن ہمارا اٹلا اپنے مقتدیوں سے قصد شریف پڑھنے والے میں گن رہا۔
 ہر قصد پر وہی دس ٹیکیاں ہانتا رہا۔ قولی کی مجلسیں جگا کر حال ناچنے کے مزے
 لوتا رہا۔ اور اب ابی ایسیس سے دما دم یہ ہدایات نافذ ہوتی رہیں۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے

پختہ کر کر دو سوانح خانقاہی میں اسے

اس وقت دنیا میں کم و بیش چار ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جن میں سے
 انگریزی، چینی، فرانسیسی، جرمنی اور روسی اہم ترین نقطہ نگاہ سے بہت اہم ہیں
 جب تک ہم ان زبانوں میں جہالت پیدا نہ کریں۔ اللہ کے پیغام کا ترجمہ ان لوگوں
 میں نہیں کر سکتے۔ آئیہ بالا کے رد سے پیام رسول کی پیشی فرض ہے۔ اور اس
 فرض سے ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہمارے پیشی ترجمہ سازوں نے
 کے کارکن ان زبانوں سے آشنا نہ ہوں۔ ہدیگر الفاظ ان زبانوں کا سیکھنا ہم
 مہلکین پر فرض ہے۔ لیکن حضرت مولانا کالتوٹی یہ ہے کہ انگریزی پڑھنا حرام
 ہے۔ بہت اچھا حرام ہے۔ لیکن یہ بھی تو فرمائیے کہ آپ اللہ کے اس ارشاد کی
 تعمیل کیسے کریں گے

ذم خیر الامم ہو اللہ تمام دنیا کے
 انسانی کو فیض پہنچانے کے لیے آٹھے

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
 مِنَ النَّاسِ تَامُّوْنَ بِالْمَعْرُوفِ

دَکْتَهُمْ مَوْنٌ مِّنَ الْمُتَكَبِّرِينَ
 ہو۔ تمہارا کام نیکی کی تبلیغ اور بدی سے روکنا ہے۔

اگر آپ مدعی زبان سے نا آشنا ہیں، تو اہل اُردس کو آپ کس زبان میں دیا
 کھیاں دیا ہے اور عربوں کو کس زبان میں مخاطب فرمائیں گے؟
 فتویٰ دینا آسان ہے، لیکن قرآن اور اس کی سیاست کو سمجھنا بڑا مشکل ہے۔
 مذہب کے سربراہ شدت پسند ہی ناند

صوم، مذہب، ضابطہ حیات، آئین بقا

اللہ نے کائنات میں ہر چیز کو ایک مذہب یا ضابطہ حیات دے رکھا ہے۔
 جس پر وہ عمل پیرا ہے۔ نمل کا کام (مذہب) شہد بنانا ہے۔ اور وہ اس فرض کو
 زندگی ممبرنماتی رہتی ہے۔ سوسکا کا کام تخلیق میل و نہار نکویں سماں۔ تجزیہ آب
 اور تصریف ریح وغیرہ ہے۔ پانی کا مذہب اِحیائے زمین، بہاروں کا تزئین
 زمین اور انجم کا تنویر گردن ہے۔ یہ فضاؤں میں اُڑتے ہوئے پرندے اور
 باغوں میں بھنبھناتے ہوئے مھوڑے سب کے سب اپنے آئین سے آگاہ
 اور اس کی پیروی میں سرگرم ہیں۔

وکیا تم دیکھتے نہیں کہ ارض و سما کی ہر
 چیز، اللہ سے اُڑتے ہوئے پرندے اللہ
 کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں
 اور ان میں سے ہر ایک اپنے ضابطہ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ
 مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنَ
 الطَّيْرِ مُطَعِّقًا كُلًّا تَدْعُوهُ صَلَوةً
 وَتَسْبِيحًا ۗ لَّسْنَا

حیات و صلوة و تسبیح سے آگاہ ہے۔
 قرآن میں صلوة کو تسبیح بھی کہا گیا ہے اور تسبیح کے ایک معنی ہیں ستر کا
 دینا۔ تسلیم و اطاعت۔ مستقر ہو جانا۔ مثلاً۔

إِنَّا أَمْرٌ سَلْمًا وَ شَاحِدًا وَ مَبْتَسِلًا وَ كَلْبًا يُرَادُ بِعُقُوبَتِهِ مَسْئُورًا بِاللهِ وَ كَرُّهُ سُلُوبًا
 وَ تَعَرُّبًا نَفَاً وَ كَوْنُ قَبْرِهِ وَ كَوْنُ حُجْرَتِهِ مَبْتَسِرًا وَ كَوْنُ أَمْرِهِ سَلْمًا (راوی)

رسول نے رسول کو شام، بختراہ، زبیر بن عوف، جبریل، اے الہی ایمان تم خدا
 رسول پر ایمان لاؤ۔ صبح و شام نبی کی مدد کرو۔ اس کی عزت جبرائیل اور اس کے
 احکام کے سامنے سر جھکا دو (مستحضر)

قرآن میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے پہاڑوں اور پرندوں کو
 مستر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو یوں آدا فرماتا ہے۔

وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ
 يُسَبِّحُونَ وَ الطَّيْرُ رَائِيًا
 (ہم نے داؤد کے سامنے پہاڑوں اور
 پرندوں کو یوں مستر کر دیا تھا کہ وہ
 اُس کے احکام کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ (کیسب حق))

تذکرہ یا صلوة کا ایک مفہوم مذہب، ضابطہ حیات اور آئین بقا بھی ہے
 جس کا دوسرا نام قرآن ہے۔ اللہ نے اس ضابطہ حیات کو قائم کرنے کا حکم دیا
 ہے۔ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ۔ اَلْاَمْرُ بِالصَّلَاةِ۔

اَنَامَ: اَدَامَ وَ عَدَلَ: یعنی کسی فرض کو باقاعدگی سے ادا کرنا اور کسی چیز کے
 بیچ و خم نکالنا۔

مست مہوئیے کہ اللہ نے ہر جگہ صلوة کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ پڑھنے
 کا نہیں۔ وہ بقیوں کی جگہ یقر ڈن الصلوة ہوتا اور قائم کرنے کے معنی
 ہیں۔ "تعمیل کرنا"

وَ كَوْنُ اَمْرِهِ سَلْمًا اَقَامُوا الصَّلَاةَ
 كَسَبْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا
 الصَّلَاةَ وَ اَلَّذِي نَجْمِلُ
 اگر یہود توہمات پہ عمل کرتے (اقامل)
 (اے الہی کتاب! جب تک تم توہمات د
 انجیل پہ عمل (تقمیوا) نہیں کرو گے

لم کامیاب نہیں ہو گئے)

تو یقیناً الصلوٰۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس ضابطہ حیات یعنی سارے قرآن کی تعمیل کر رہے ہوں۔ نہ کہ وہ جو مسجد میں چند منٹ مانتھاٹینکنے کے بعد ہر چار سو تجوٹ، فریب اور ہر دینتی کی غلطت، بکھیر رہے ہیں۔

صلوٰۃ پڑھنے سے قرآن اور پڑھنے سے دستور العمل کا نام ہے اور نمازی وہ ہیں جو اس صلوٰۃ کو بقدر امکان باہر سے پھل۔ یہی وہ صلوٰۃ ہے جو خشک و ٹنکڑے سے لازماً روکتی ہے یہی وہ ضابطہ ہے جس کے نفاذ کا حکم ہر وہاں اسلام کو دیا گیا تھا۔

وَالَّذِينَ إِذَا تَمَكَّنَّا لَهُمُ فِي الْأَرْضِ
آتَاؤا الصَّلَاةَ
راگرم نے مسلمانوں کو تمکن فی الارض
کی نعمت سے نوازا، تو یہ خدائی آئین

اور اسوی ضابطہ یعنی قرآن (الصلوٰۃ) کو نافذ کریں گے،

یہی وہ سرچشمہ ہدایت ہے جسے چھوڑ کر ہمارے بعض نمازی اور حاجی پور ہزاری، امر دہرستی اور دیگر فلولو جنس کے امام بنے ٹھوٹے ہیں۔ یہی وہ نماز ہے جو ہر کاری کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

فَخَلَفَ مِنْ بَدْرِهِمْ خَلْفٌ
وَأَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَتَوْا النَّبِيَّ
راچھے لوگوں کے بعد ایسے ناخلف آگئے
جنہوں نے صلوٰۃ کو چھوڑ کر شہوات
کو اپنا مذہب بنا لیا۔

یہی وہ صلوٰۃ ہے جس کی تفسیر آیات ذیل میں دی ہوئی ہے۔
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَلْبٌ خَلْقًا ۖ إِذْ أَمْسَرَهُ الشَّرِّ جُرُومًا ۖ لَوْلَا إِذَا
مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۚ إِنَّ الصَّالِينَ لَنَاوِلُونَ لَهَا وَالَّذِينَ لَمْ يَخْلُصُوا
صَلَاتِهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مِمَّا لَمَسُوا ۚ

بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُضْعِفُونَ يَسْمِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ
 هُمْ مِنَ عَذَابٍ فِيهِمْ يُشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ
 كَلِيمٌ ۝ مَا تُؤْتُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ يُقَرُّونَ فِيهَا يَفْتَحُونَ ۝ وَالَّذِينَ
 عَلَى أَرْزَاقِهِمْ ۝ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ ۝ فَإِنَّهُمْ خَبِيرٌ
 كَلِيمٌ ۝ كَلِمَاتٍ كُنِيَ ابْتِغَىٰ وَرَسُولًا ذَلِكُمْ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ يُعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ
 هُمْ ۝ وَمَا تَسْأَلُهُمْ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ يُسْأَلُونَ
 فِيهَا ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝

(المعارج)

انسان بڑا جلد باز اور بے صبر واقع ہوا ہے۔ اگر اس پر تکلیف آجائے تو شور
 مچاتا ہے اور غوشی حال ہو جائے تو بکلی سے روکنے لگ جاتا ہے۔ البتہ وہ نمازی
 مستثنیٰ ہیں جو اپنی صلوٰۃ پر قائم رہتے ہیں یعنی جن کی دوسری طرف ہر دو سائیں
 کا بھی حق ہے۔ جو مکانات محل کے قائل ہیں جو بدکاری کے شرک یعنی خدائی عذاب
 سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے کہ عذاب کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ جو یہودیوں اور
 منکوحہ لوٹروں کے بغیر باقی ہر جگہ شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ کہ
 بے محل شہوت راں مجرم ہیں۔ اور دوسروں کی امانت اور اپنے قول کی حفاظت
 کرتے ہیں جو سب شہادت پر قائم رہتے ہیں اور جو اپنی صلوٰۃ درست اور عمل مضابطہ
 کا خیال رکھتے ہیں۔

تو یہ ہے قرآن میں نمازی کی تعریف۔ ان آیات کی زبردست صلوٰۃ سے پہنچی
 اور صلوٰۃ ہی پر ختم ہوئی۔ دیگر الفاظ یہ آیات صلوٰۃ کی تفسیر ہیں۔
 یوں تو ہمارے علماء کی تحریف و تلخیص سے سارا قرآن نالوں ہے۔ لیکن سب
 سے بڑی مظلوم صلوٰۃ ہے۔ ان حضرات نے اس کے مفہوم کا وہ پلستر بگاڑا کہ یہ

اپنی دستوں کو کھوکھلا کر غصہ دم دہ دہی کرنا گئی اور وہ سرا ظلم ہے کیا اس بے بدوح
 رسم رکوع و سجود کو مصالح مؤمن، عین اسلام بلکہ مقصد اسلام بنا دیا۔ کجاہ قرآنی
 صلوة جس کے پہلے سہائی کی قوت، کردار عظیم کی سبب اور جاہِ برہانی سبیل اللہ
 کی عظمت بھارتی تھی اور کہا ہے رسمی رکوع و سجود جس کے جلو میں بلیک مارکیٹ
 جھوٹی شہادتوں - فریب دہی اور فحش گوئی کے بغیر کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ ان
 نمازیوں کی سلطوت سے طوائف اور سیلابوں کے دل کانپ اٹھتے تھے اور ان
 سے امام مسجد کے بغیر اور قطعاً کوئی نہیں ڈرتا۔

سنی مد مصر و فلسطین میں وہ اذان میں نے

دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعبہ سیماب
 وہ سجدہ رُوح زمیں جس سے کانپ اٹھتی تھی
 اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب !
 (اقبال)

چہارم - دعا - الصلوة ، الدعاء من العبد (منشی الارب و المنجب)

جس طرح قرآن الحمد للہ سے و الناس یک پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح الصلوة
 کا دائرہ دعا سے جہاد تک وسیع ہے جس طرح صرف سورہ فاتحہ کو تمام قرآن
 کہنا صحیح نہیں۔ اسی طرح صرف دعا کو پوری صلوة سمجھنا درست نہیں جس طرح سورہ فاتحہ
 قرآن کا ناقابلِ زوال جزو ہے اسی طرح دعا بھی صلوة کا ایک اہم حصہ ہے۔

دعا کی ضرورت اقل اجتہاد بت کر چکے ہیں کہ اللہ کائنات کی ایک بہت بڑی
 حقیقت ہے۔ اسی حقیقت کو ماننا اور اس کے سامنے

نظارہ ادا بلنا تمک جانا عہدیت کا شدید ترین تقاضا ہے۔

دعا! ہر انسان کی جبین میں تمنائے سجود بے تاب بھارتی ہے، اگر اس تمنائے

کو معبودِ اعظم کا سنگ آستانِ نصیبِ رسو، تو کیسی اور محراب کی لاشوں میں نکل پڑتی ہے یہ

یہ سہدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے !

ہزار سہدوں سے دیتا ہے کھلی کو کھانا (اقبال)

صوم، تصورِ جاناں میں بڑی لذت ہوتی ہے مرزا غالب کی تمنا تھی

دل ڈھونڈ تلے پھر وہی فرصت کے لٹن

پیشے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

ہندوستان میں ایسے جوگیوں کی کمی نہیں جو سالہا سال تک ایشور کے دھیان

میں کھونے رہتے ہیں اور انہیں اس استغراق میں وہ سو رہتا ہے کہ خواب خود

تک سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ ہماری دعا دماغ بھی ایک روحانی وقفہ ہے جس

میں اپنی کبریاویہوت کا تصور دل و دماغ میں ایک کیف بھر دیتا ہے انسان ہے

ساتھ لپھانے تمیز و تقدیس الہی ہے اور جب نماز سے فائدہ ہوتا ہے تو یوں

صوم کرتا ہے گویا وہ عرشِ بلند ہیں سے ابھی ابھی لوٹا ہے۔

چچا کرم، مصیبت میں اللہ بہت یاد آتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّهُ آتْسَافٌ فَذُرُّهُ

دعاؤِ عمرِ نضیب

ماگتا ہے

وہ کسی اتمہ جزو تھا ہے، کسی روحِ تازہ گڑ گڑاتا ہے اور کسی ماٹھا گڑتا ہے۔

ایسی دعاؤں کے لیے نماز نہایت موزوں عبادت ہے۔

ہنجم، اسلام صراطِ مستقیم کا نام ہے یعنی ایسا راستہ جو تلوار کی دعا سے

جی زیادہ تیز اور باہک ہو۔ اس میں سہ وقت نغزش کا خطرہ دانستگیر رہتا ہے

ان نغزشوں سے بچنے کے لیے دعا کے بغیر اور کوئی راستہ موجود نہیں۔

ششتم، بعض مقاصد کا حصول ہمارے بس سے باہر ہوتا ہے۔ اس نے

اپنی مدد کے لئے اللہ کو بلانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ہفتم: ایک مرتبہ جوانی میں مجھ سے ایک ایسا گناہ سرزد ہوا کہ مجھے خواب میں
 بھی پولیس۔ جیل اور دستکڑیاں نظر آنے لگیں۔ میں دوچار ہفتے اللہ سے رو رو کر
 کہتا رہا۔ کہ اے اللہ آئندہ میری توبہ۔ اس مرتبہ معاف کر اور میرے گناہ پر
 پردہ ڈال۔ چنانچہ دنیا کا عذاب تو ٹل گیا۔ لیکن، ۲
 آخرت کی شہر خداجانے

ایسے گناہ ہر انسان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں اور ان کے دینوی نتائج سے
 بچنے کے لیے دعا کے بغیر کوئی ادھار موجود نہیں۔

ہشتم: ایک آدمی کا دل یا بدکار بن کر پہلے صحت کو نقصان پہنچاتا ہے پھر
 تائب ہو کر اصول صحت پر عمل کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عموماً ایسے انسان کو پھر
 صحت کی دولت عطا کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ عدل کا تقاضا یہی ہے۔ جس طرح
 کہ ایک عادی چور کو چھوڑ دینا ظلم ہے۔ اسی طرح ایک تائب گنہگار کی مدد نہ کرنا
 بھی خلاف انصاف ہے۔ ایسے تائبین دعا ہی سے مغفرت طلب کر سکتے ہیں۔
 نہم: کائنات کی عظیم ترین طاقت سے تعلق رکھنے والا عظمت و امارت
 کے بتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

دھم: جب انسان عجائباتِ تخلیق پر ایک چھتقی سی نظر ڈالتا ہے۔ تو اس
 پر الہی صنائی و حکمت کی ہیبت چھا جاتی ہے جسے کم کرنے کا بہترین لہجہ عبادت
 ہے۔ انسان سب سے میں گر کر کہے اس خلوص سے الہی علم و حکمت اور اس کی برتری و
 عظمت کا اعتراف کرتا ہے کہ طبیعت سکون سے مبر جاتی ہے۔

آقیم الصلوة لئلا کبرخی
 و جب میں یاد آؤں تو سکون خاطر کے لیے نماز پڑھوں

۱۰ اس آیت کی مختلف تفسیر ہو سکتی ہیں۔

زکوٰۃ

دنیا نے حاضری میں زمانہ مذہبی کو بہت بری نعمت کہا۔ جاگسے۔ اور ترکان میں بھی اس موضوع پر کئی کتابت موجود ہیں۔ جن میں سے ایک آگہ پر صحت سے گزشتہ میں بہت ہو چکی ہے۔ اہرام عالم اس مرض میں اس لیے بہتک نہیں کہ ان میں میراٹ اور زکوٰۃ کے اصول موجود تھے۔ اگر ایک آدمی کے پاس ایک ذرہ کنال زمین موجود ہو اور میراٹ کا سلسلہ اس کے ہاں رائج ہو تو صرف سو روپے میں اس زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ میراٹ غیر منقولہ جائیداد کے نام سے اور زکوٰۃ جائیداد منقولہ کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ یورپ میں یہ دونوں اصول موجود نہ تھے۔ اس لیے وہاں دولت سمٹ کر چند گھرانوں میں پہنچ گئی اور دنیا بھر کے مرنے لگی۔ چنانچہ جرمنی کے ایک مفکر کارل مارکس نے اس صورت حال کے خلاف اس زور سے آواز بلند کی کہ دس کی اتنی لاکھ مربع میل سلطنت میں ایک مسجد بنال سا آگیا۔ غریبوں نے آٹھ کراڑھے میں کھڑا رہا، دھل کو ذبح کر ڈالا اور ان کی جائیداد آپس میں بانٹ لی۔

اسلام صدیوں تک زمانہ مذہبی کے مرض سے پاک رہا۔ بعد میں مسلمانوں نے میراٹ و زکوٰۃ دونوں کو ترک کر دیا اور ان کے ہاں بڑے بڑے زمیندار اور ظالم دار اور سرمایہ دار پیدا ہو گئے۔ اس میں "اس میں" کا اجماع کیا ہو گا؟ ۶

بہدہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

حج و صوم کے فوائد اس قدر واضح ہیں کہ میں ان پر کچھ کہنے کی ضرورت حج و صوم! محسوس نہیں کرتا۔

شخصی اعمال

اس میں کلام نہیں کر شخصی عمل سے حیات اجتماعی متاثر ہوتی ہے اور اس لحاظ سے شخصی اعمال کا ذکر بھی اجتماعی اعمال کے ذیل میں ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن بعض اعمال کا تعلق انفرادی تکمیل سے نسبتاً زیادہ ہے اس لیے ان کی تفصیل کے لیے ملحدہ عنوان کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اعمال کی تقسیم یوں بھی کی جاسکتی ہے۔ اول وہ جن کے لیے صرف ایک عرصہ کا ہونا کافی ہے مثلاً علم، ایثار، جاں بازی، تبلیغ، صناعتی، عدل، تسخیر کائنات، تہذیب و تمدن کی ترقی وغیرہ۔ دوم جن کا ہر فرد میں پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً راست گوئی، فواحش سے اجتناب، حفظ عقود، والدین سے حسن سلوک، احرام خودی سے احتراز وغیرہ۔ اول اجتماعی ہیں اور دوم شخصی۔ بعض شخصی اعمال کی زوہیات تہی پر زیادہ پڑتی ہے مثلاً بیع بولنا، حرام کھانا، حکام کی نافرمانی اور بعض کی نسبتاً کم۔ مثلاً والدین سے حسن سلوک، بھینٹ سے بچنا، علم، رحم و دلس علی ملاء تسہیل کار کے بیٹے ہم نے و خیر الذکر اعمال کو شخصی قرار دیا ہے۔ و در اسلام جماعتی نظام کا قائل ہے اور ہمارے تمام اعمال اجتماعی ہیں۔

دینی کامیابی دس لاکھ روپیہ جمع کر لینے اور پانچ ہزار ایکڑ زمین کا مالک بن جانے کا نام نہیں۔ بلکہ دوسروں کے دل میں گھر کر لینے کا نام ہے۔ ہم نے ایسے بڑے بڑے دولت مند دیکھے ہیں۔ جن پر ساری دنیا لعنت برساتی ہے اور ایسے فقیر بھی دیکھے ہیں جن کے پاؤں پر ساری کائنات سجدہ کرتی ہے۔ ہمارے انبیاء، اولیاء اور حکما میں

سے شاید ہی کوئی آسودہ حال رہا ہو۔ لیکن اُن کی کامیابی پر ارضِ دسما شہادت دے رہے ہیں اور دوسری طرف بڑے بڑے کرد تپتی ٹیڈ پیو بیو زمین ہونے کو اُن پر ایک آنسو تک بہانے والا دستیاب نہ ہو سکا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان زندہ جاوید ہستیوں میں وہ کون سے اوصاف تھے جن کی بدولت وہ انسانیت کے بہرہ یں گئے اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اسلام (مذہب کا نفاذ) کے بعض یا اکثر اصولوں کو اپنایا تھا۔

حاتم نے صرف سخاوت، نوشیرواں نے عدل، فائد بن اعظم نے قدر مسعہ مطلق، اسکندر اعظم نے جاں بازی، امام چلبدی نے اطاعت والدین، اربلیس نے جلاکشی ماموں نے علم نمازی، البراکہ نے فیاضی، سطرط، جالینوس، افلاطون، ابن سینا، ابن رشد، دیاس اور الیک۔ آئن سٹائن اور سی ڈی رامین نے علم نیوٹن اور ڈوین نے تحقیق و تیسیر۔ کماں۔ گاندھی اور تانہ اعظم نے جدوجہد کی بدولت کھڑوں دلوں میں گھر بنایا تھا۔ کامیاب زندگی ایک بلند عہد کی چٹان ہے جس پر چڑھنا بڑے جان جو کھوں کا کام ہے۔ مصائب سے بھاگنے اور محنت سے بچ جانے والے کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ محبوب خلائق بننے کے لیے تمام تر فیاضت کو چھوڑنا اور اہوا و اغراض سے دامن جھٹکنا پڑتا ہے۔ صرف راستی کو لے لیجئے اور اپنی طویل زندگی کے تمام واقعات کو سامنے رکھ کر دیکھتی کیجئے کہ کیا آپ ایک دن بھی جھوٹ کے فیغہار رکے۔ نیبیت نہایت ذلیل اور پست قسم کی بدکاری ہے۔ کیا آپ اس سے کبھی بھی بچ سکے؟ کیا آپ نے حرام خوردی کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے دیا؟ کیا آپ نے بار بار اپنے مواہبہ کو خود نہیں لٹھا۔ کیا آپ اپنے ظریب اقا رب سے دور نہیں بھاگتے رہے۔ کیا آپ نے فیاض و جہان لاز بننے کی کبھی بھی کوشش کی؟ بیشک آپ وزراء و حکام اعلیٰ کے اعزاز میں بڑی بڑی دعوتوں کا انتظام کرتے رہے۔ لیکن کیا کبھی شہر کے تانی کا بھی حال پوچھا؟ غبار آلود

مساکین کی بھی خبر لی؟ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو یقین کیجئے کہ آپ کے زندگی کی موردی چٹان پر چڑھنے کا ایسی ارادہ ہی نہیں کیا۔

لَقَدْ أَفْخَمَ الْعُقَبَاءُ دِمَاءَ أَذْوَاقِهِ
مَا الْعُقَبَاءُ وَفَلَاكَ سِرَّ قَبْتِهِ
أَذْوَاقُهُمْ لِي يُؤْمِنُوا بِمُسْتَقْبَلِهِ
تَيْبًا ذَا مَقَرٍّ بَعْدَهُ أَوْ مُسَكِّنًا
ذَا مَثْرَبَةٍ ۗ لَقَدْ كَانَتْ مَعَهُ
الَّذِينَ آمَنُوا أَذْوَاقًا الْعُقَبَاءِ
وَلَقَدْ أَصَابُوا لَمْرَجًا ۗ أَوَّلِيكَ
أَصْحَابُ الْيَمِينِ نَتَوَه

یہ لوگ زمین کی چٹان پر نہیں چڑھ سکے
جاتے ہو یہ چٹان کیا ہے؟ غلاموں کو
آزاد کرنا، یا مشکل اوقات میں اپنے
خاندان کے رینا علی اور غباراً کو مساکین ملے
کو کھانا کھانا یعنی ان کے لیے مستقل
گندہ اوقات کا انتظام کرنا جو لوگ
اس گھاٹی پر چڑھتے ہیں وہ ہی ایماندار
ہیں۔ یہی لوگ مددروں کو صبر و رحم کی
تلقین کر سکتے ہیں اور انہی کی دائیں

(الہدایہ)

مشتی میں دنیا کے دل ہوتے ہیں۔

شخصی مدافعت کسی مدھے ہوئے عزیز کو ماضی کرنا بڑا مشکل فرض ہے اس
ذہبی لوگ سرانجام دے سکتے ہیں۔ جو اس مشتعل عزیز کی

تاریخ باتیں سننے کی ہمت رکھتے ہوں اور جنہیں اپنے آپ پر مکمل ضبط حاصل ہو۔

ہدی کا جواب نیکی کی صورت میں ذہبی لوگ دے سکتے ہیں جو بائیں گال پر تھپڑ

کھانے کے بعد دائیں بھی پیش کر سکتے ہوں۔ بڑگئی اور زہریت سے ذہبی رنگ سکتے

لہ قرآن نے فریو مسکین کے الفاظ بار بار استعمال کئے ہیں۔ ان سے مراد آوارہ گرد، تنو مند بیکار اور

غلیظ ہکاری نہیں ہر اذہ پاؤں کا استعمال گناہ سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کو سفیر کہا گیا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي كَسَبُوا بِالْحَقِّ مِمَّا رَزَقْتُمْ وَأَنْتُمْ سَوِيحُونَ

یا صلح ہے میں کہ مکمل کم ہر اذہ مسکین سے مراد وہ ضعیف اندھے، ناتواں، نادان اور دست و پا

(رانی لکھی جملہ پر)

ہیں جو اپنے سرکش نفس یا ایگو کو رام کرنے کے بجائے شیطان کو مسلمان بنا چکے ہیں۔ ہماری سب سے بڑی رکاوٹ۔ بلکہ تلامہ ہستی کی سب سے بڑی لہر اور آتش کوہ خیمات کا سب سے بڑا شرارہ شیطان ہے۔ یہ نفس یا شیطان ہی ہے جو دنیا کے تمام مفاسد۔ تمام ہر اعمالیوں۔ تسابلی کاروں۔ ذلتوں اور غولریوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی کو کچلنے کے لیے لاکھوں انہما مبعوض ہونے اور اسلام کی روشن ہدایت اسی کے شر سے بچنے کے لیے ہیں۔

ایک گالی کے جواب میں دس گالیاں سناؤ اور منہ پر تھپڑ کھینچ مارنا نہایت آسان ہے۔ لیکن دشنام کے جواب میں معاذ اللہ اور سبھا ایضاً کھانی غالباً لفظ لا یفعلون لہ اور اے زہری قوم کو میری راہ دکھا۔ کہ یہ بچا سے لاطمی کی وجہ سے درپے آزار میں) کہنا بے حد مشکل ہے۔ جہاں تک قومی دفاع کا تعلق ہے اللہ نے انتقام و قصاص کو زندگی کہا ہے۔

وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ الْمَخْلُوقِ الْفَعَالِ
وَعَقَلْتُمْ! تَهَابِي (وَلَا تَكْفُرْ) كَمْ يَه
يَأْأُدِي الْاَلْاَلْبَابِ (پَرَاك)

پلنے میں ہے)

لیکن شخص ملامت کچلنے اللہ نے صرف نتیجہ عمل کو کافی نہیں سمجھا بلکہ ایذا رسد کے ساتھ ہر احوال کی تعلیم بھی دیتی ہے۔ ایک شخص سر ہزار آپ کو گستاخ کرتا ہے۔ آپ کے خلاف عہدہ مقدمہ بنا دیتا ہے۔ یا ذلیل قسم کی سازشیں کرتا ہے۔ ایسے آدمی کے لیے آپ کا رویہ کیا ہونا چاہیے، قرآن کے الفاظ میں لکھتے۔

(جہ صلوہ ۲۰۲) لوگ مجھ میں کسب رزق کی استعداد ہی نہ ہو۔

مسکینوں، بلکہ اذوقہ اشتیاقی اذوقہ و حرکت اور اشتهاء شد۔ خیریت (خوشی اور ب)

فقیر، مال انسانی فقر، پیشہ و ان کہ پیشہ ایشان بجا آمد آراہندہ اور بجا آمد ان کے پیشہ (خوشی اور ب) کھیتوں، مزرعوں ان کا اول طریقہ میں کام کرنے والا خبا کہ اور مندرجہ مسکین ہیں۔

اَوْ كَيْفَ يَأْتِي عَنِ اَخْسَنِ فَاذَا
 اَلَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ عَزَاوَةً
 كَانَتْ دُونِي حَسْبِي ۝ فَمَا يُلْقِيهَا
 اِلَّا الَّذِي يَنْهَى اَوْ مَا يُلْقِيهَا اِلَّا
 ذُو حُظٍّ عَظِيمٍ ۝

(المنه)

رہم اپنی مدافعت میں اس قدر بلند رہے
 اختیار کرو کہ تمہارا جانی دشمن تمہارا
 ولی دوست بن جائے
 لیکن مدافعت کا یہ طریقہ وہی شخص اختیار
 کر سکتا ہے جس میں بڑا حوصلہ سہارا جو
 عظیم عزم کا مالک ہو۔

آیت کو پھر پڑھیے اور سوچئے کہ زندگی میں یہ رویہ آپ نے کتنی مرتبہ اختیار کیا۔
 اور کتنے دشمنوں کو دوست بنایا! یہ تو مجھے معلوم ہے کہ آئے دن آپ کوئی نہ کوئی
 دوست کھو بیٹھتے ہیں۔ نہ کہ آپ کے دشمنوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ کہ آپ
 ایک گھلی کے جواب میں سر پہ تھپڑ کھینچ مارتے ہیں۔ اور کہ آپ فدا سی ناگوار
 بات پر اپنے ماتحت کی جان نکال لیتے ہیں لیکن جو بات میں معلوم کرنا چاہتا ہوں
 وہ یہ ہے کہ کیا آپ مسلمان ہیں؟ پیر و قرآن ہیں؟ اگر میں تو ان دشمنوں کی تعداد بتاؤں
 جو آپ کے حسن سلوک کی بدولت آپ کے جانی دوست بن گئے۔ اگر نہیں بتا
 سکے، تو پھر جاؤ زندگی میرا اپنی بدعملی کی سزا جگتو۔ اعدائی سازشوں کا بدف بنو۔
 اپنی نصلیں جلوؤ۔ اپنے گروں میں لقب گواؤ۔ عدالتوں میں پیشیاں جگتو
 پولیس کے سامنے ماتا رگڑو۔ جھڑپوں کے سامنے بڑھو اڈو۔ ایرے غیرے سے سفارشی
 چشمیوں کی بیگ مانگو اور اپنے دماغ کو خوف و اضطراب کا بھرتا ہوا جہنم
 بنا لو۔

کیا تم جانتے ہو کہ جہنم کیا ہے۔ وہ رہتی جنتی
 کی بھرتی ہوئی آگ ہے جو دلوں
 کو گھیر رہی ہے۔

فَمَا اَدْرَاكَ مَا لِحَطْمَةٍ ۝
 فَاسْتَغْوِ السُّوْقَدَةَ ۝ اَلَيْحَ تَطْلُعُ
 عَلٰى اَلْقُبْرِ ۝ (مجموعہ)

اگر آپ اس خبروں کو گھیر لینے والی آگ سے بچنا چاہتے ہیں تو ممانعت کا اسلامی طریقہ اختیار فرمائیے۔

سعدی بوستان میں لکھا ہے کہ کسی وجہ سے شاہدین حاتم سے ناراض ہو گیا اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ جاؤ اور حاتم کا سر کاٹ لادو جب یہ آدمی قبیلہ کے بستیوں کے قریب پہنچا تو شام کے وقت ایک گاؤں کے باہر اُسے ایک آدمی ملا، جو اُسے اپنے گھر لے گیا۔ بڑی خاطر و مدارعت کی اور جب گھر کے وقت وہ بیٹی روانہ ہونے لگا، تو میزبان نے مقصد سفر دریافت کیا۔ کہنے لگا، آپ ایسے شریف النفس انسان سے کیا چھپاؤں، شاہدین نے مجھے حاتم کا سر کاٹنے کے لیے بھیجا ہے۔ ازراہ کرم بتائیے کہ حاتم مجھے کہاں ملے گا؟ یہ گھستے ہی میزبان نے سر جھکا دیا اور

بختہ بدو گفتا کہ حاتم منعم
سرایک جہاکن بہترین از حکم
مہادا کہ چون صبح گردد پدید
گواہت رسد یا شوی تا امید

دشکر اگر کہنے لگا، کہ حاتم میں ہی ہوں اور یہ سر حاضر ہے۔ اسے جلدی کاٹ لیجئے مہادا کہ طلحے صبح کے بعد آپ کو مایوس ہونا پڑے۔ یا میری قوم کا کوئی آدمی آپ کو تکلیف دے۔

چو حاتم بہ آزادگی سر مہادا
جہاں ماہر آمد غرض از مہادا
جب حاتم نے اپنا سر یوں بے تکلفی سے جھکا دیا، تو حاتم کے دل سے
ایک صبح نکل گئی۔

اور واپس چلا گیا۔ جب شاہ یمن نے خالی لوٹنے کی وجہ پوچھی، تو جواباً نے
ساری کہانی سنائی اور کہا کہ ارادہ قتل سے تو میں روانہ نہ ہوا تھا۔ لیکن بات
اٹھی ہو گئی، یعنی حاتم نے ع

بہ شمشیر احسان و فضل کبشت

واحسان و کرم کی تلوار سے مجھے ذبح کر ڈالا

آپ نے حضرت علیؑ کی یہ داستان بھی سنی ہوگی کہ کسی لڑائی میں ایک پہلوان نما
دشمن اور حضرت علیؑ کا آمناسا منسا ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے اُسے گرایا۔ اُسکی چھاتی
پر چڑھ کر خنجر اُس کی پسلیوں میں بھونکنا ہی چاہتے تھے کہ اُس نے حضرت علیؑ کے
مُند پر تھوک دیا۔ آپ نے غصہ نیا م میں ڈال لیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ پہلوان نے
وجہ پوچھی تو فرمایا: یہ میں تم سے صرف اللہ کی خاطر رو رہا تھا۔ لیکن تم نے علیؑ کے
مُند پر تھوک کر ملی کو مشامل کر دیا۔ اب اس کی بقیہیت میں اس کے بھڑکے ہوئے
جذبات بھی شامل ہو گئے تھے اور چونکہ علیؑ اپنی خاطر کسی کو دکھ نہیں دینا چاہتا
اس لیے اس نے تمہیں چھوڑ دیا۔

علیؑ کا یہ بلند کردار دیکھ کر وہ پہلوان فوراً مسلمان ہو گیا اور وہی شخص جو ایک
لمحہ پہلے اسلام کا جانی دشمن تھا۔ اب جانی دوست بن گیا۔

کردار عظیم کی یہی وہ شمشیر آہوار ہے جو اسے انسانوں، اللہ تمہاری مافقت
کے لیے تمہیں عنایت کرنا چاہتا ہے۔ اسی سے تم اطمینان حاصل کر سکتے ہو اور
اسی سے تمہارا دماغ بے چیلیوں کے شعلہ ہائے ملتہب سے محفوظ رہ سکتا ہے۔
اقارب و اعزہ میں بغض اوقات کسی بات پر ٹھوٹ پڑ جاتی ہے اور یہ ٹھوٹ
دو صورتیں اختیار کرتی ہے یا تو معاملہ بغض و عناد تک پہنچ جاتا ہے اور یا ایک
طرف کا تیرہ کچھ ایسا قابلِ تعریف ہوتا ہے کہ دوسری طرف پھر ملنے کے لیے بے

تاب ہو جاتی ہے۔

ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ مفارقت کے بعد ظہیرؑ ایک دوسرے کی تباہی میں مصروف ہو جاتی ہیں، خوب سازشیں کرتی اور ماڈ کھیلتی ہیں۔ حرام تو ہے ایک طرف تم نے برابر طمانہ کرام کے ایسے ایسے رنگ دیکھے جہاں تکفیر و تفسیق کے وہ طوفان اٹھے۔ بعض ایک دن ذلیل کہ وہ آندھیاں چلیں گراں رہنا یا ان تلس کی رنگ پشانیوں کو دو فبا سے اٹ گئیں۔

اعمش تیسری صدی ہجری کے امام الحدیث تھے۔ کسی باع پر امام ابو حنیفہؒ سے ناراض ہو گئے۔ جب آخری مرتبہ بیمار ہوئے، تو امام ابو حنیفہؒ عیادت کے لیے گئے اور کہا کہ اگر آپ کو میرا یہاں آنا جاگوار نہ گرتا، تو میں عیادت کے لیے بارہا آپکا ہوتا۔ اعمش نے جواب میں فرمایا۔

”مجھے تو میرا اپنے گھر میں رہنا ناگوار ہے“

یہ ہے بھگت

میرے ایک دوست حکومت کے ایک بلند منصب پر فائز ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ان سے ان کے ایک دوست ناراض ہو کر کھلے گئے۔ جب کبھی اس طرف کا کوئی آدمی انہیں ملنے آتا۔ تو یہ اسی ناراض دوست کی طرف پیغام سلام بھیجتے آتے۔ ماہ کے بعد عید الفطر آئی۔ عید سے ایک دن پہلے آپ نے اسے ایک خط لکھا جو مٹرن پر عید کے دن پہنچا۔ اس میں صرف یہ شعر درج تھا۔

یاد مئی کئی روز یاد مئی ہی ہدی

عمرت دلاز ہاد، فرما شو شاکر

اس شعر نے کل کا سا اثر کیا اور وہ تھا تھا دوست اڑ کر اپنے دوست کے ہاں پہنچا اور ایک دوسرے سے گلے لگے۔

اور یہ تھا پھر جیل۔

قرآن ایسی صورتوں میں پھر جیل کا حکم دیتا ہے۔
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يُلْقُواكَ
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يُلْقُواكَ
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يُلْقُواكَ
 سے برداشت کرو۔ اور ان سے قدر رہو۔
 (قرآن) • لیکن تمہارے گہر میں جمال ہو۔

اصلاح اہل گناہوں میں ایک بزرگ ایسے تھے کہ جب کبھی دو رشتہ داروں
 میں کوئی غلطی پیدا ہوتی تو وہ طرفین سے دل میں آئندہ دس مرتبہ لٹے اور آتش
 اختلاف کو اس قدر ٹھنڈا دیتے کہ معمولی ٹکڑی عینہ کی شکل اختیار کر لیتی۔ کچھ اہلین
 وفات پائے برسوں گند چکے ہیں۔ لیکن ان کی سبکدوشی ہوتی آگ کو میں اب تک
 فرو نہیں کر سکا۔ چونکہ ہم سب اہلین کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہیں اس لیے دو
 آدمیوں کی رنجش پر بے حد خوش ہوتے ہیں۔ اور ان کے تعلقات کو مزید نگارنے
 کے لیے پھرانے لگا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس صورت حال کو پسند نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے۔

إِنَّمَا السُّوءُ بِكُونِ الْخَوْفِ
 وَإِذَا بَلَغَ الْإِنْسَانُ الْإِيمَانَ أَطَىٰ
 جب دو سہاٹیوں میں رنجش پیدا ہوتی ہے

قرآن سے دور کرو۔

خلیبت اظن، جس شخص رنجشیں خافیہ نشینوں اور کاسہ لیسوں کی غلط
 رہنمائی سے پیدا ہوتی ہے۔ سرکاری مفاد اور
 دیگر اداروں میں ہا کر دیکھو۔ کارکن درہیں مخالف پارٹیوں میں بٹے ہوں گے
 اور حضرات اس صاحب انگریز کی اس ایسی سیاست سے پھوٹ ڈالو اور دین سے
 حکومت کرو۔ کے مطابق اختلاف کے دائرے کے وسیع تر کر رہے ہوں گے۔

بچے گذشتہ بتیس برس میں پورے میں بیٹے، بیٹیاں اور پڑوسیوں سے پالائے۔
 ان میں سے بعض شرانگہ و ہلنا مغلای کا شاملا نامور تھے۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے
 جو ایک طرف تو بڑے پابند صوم و صلوة تھے۔ لیکن دوسری طرف ان کا کفار بڑا
 گنناؤ تھا۔ ایک صاحب کو رسالہ میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ جب
 کسی ناخوش کو تباہ کرنے لگتے تھے تو اس سے سبھا جی کی طرح ہنس ہنس کر ہنس
 کرتے تھے اور اس کی تبدیلی پر اپنی اولادھی پارٹی بھی خود دیتے تھے۔ ایک اور
 صاحب بڑے خوشامد پسند اور غماز نواز نافع ہوتے تھے۔ وہ چند ہی حضور پر
 سے لقا پر مدحیہ اور گوسروں کے محبوب سن سن کر یہ خوش ہوتے تھے۔ ایک
 اور صاحب اس قدر مغلوب الغضب تھے کہ نہ کسی ناگوار بات دیکھ کر
 جانے سے باہر ہو جاتے تھے۔ ان تمام حضرات کے تعلقات اپنے رفقاء سے
 ناخوشگوار تھے اور ان کا خیر اسلامی کردار خوران کے لیے اور پوری لہر لگا
 کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔

اللہ نے ہمیں ہمیں ہاتھوں سے رکھا ہے۔

اول اے دوم بدگمانی سے

إِنَّ بَعْضَ الْبُغْثِ وَالْإِثْمِ (قرآن) بس ہنگامیں حضرت عائشہ پیدا کرتی ہیں۔

دوم، تجسس یعنی دوسروں کے عیوب یا کمزوریوں کو گریہ گریہ کر

تلاش کرنے سے

دوسروں کے عیوب گریہ گریہ کرنا

وَوَجَسَسُوا

تلاش کرنا

سوم، غیبت سے: اللہ تعالیٰ بڑی لعنت ہے کہ انسان کو انسان کا دشمن
 بنا دیتی ہے۔ ہر مقام پر تمہاریاں، سازشیں اور عداوتیں اسی کی وجہ سے ہیں۔

اندروں میں ہمکنی چھینے والے اند افسروں کو ناکام بنانے والے ہیں غماز
ہیں۔ اللہ نے ایک مقام پر ترمذی سی ہاٹ سمجھائی ہے۔

وَاللَّهُ يَبْغُضُكُمْ بَعْضًا (غمازی اور طیب سے باز آؤ)

لیکن آپ مقام پر غماز کو آدم خود کہا ہے۔

أَيُّكُمْ أَحَدٌ كَرِهَ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمًا
رکھا تم اپنے مہائی کا گوشت کھانا
اِخْتِيَارًا۔ (پسند کر کے)

ایک جگہ اس مرد پر لعنت بھیجی ہے۔

وَبِئْسَ مَا يَكُونُ هُنَا لَكَ شَرٌّ (سر پر گرد اور غماز پر میری لعنت)

قرآن کی آخری سورت میں اس ذات شریف سے پناہ مانگنے کی دعا کی گئی

گئی ہے۔

مَنْ كَسَرَ الْوَسْوَاسَ الْخَنَّاسَ (اے رہت میں اس خناس سے پناہ

الَّذِي يُوسِسُ لِي صُدُورِ النَّاسِ (مانگتا ہوں۔ جو دوسروں کے دل میں

مَنْ الْخَنَّاسِ وَالنَّاسِ هُوَ (فاسد خیالات ڈالتا ہے خواہ وہ شیطان

ہو یا انسان۔)

ایک جگہ اسے فاسق اور ہد معاش کے نام سے یاد کیا ہے۔

إِنَّ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ بِآيَاتِنَا (جب ایک فاسق غماز تمہارے

بِآيَاتِنَا فَتُبَيِّنُوا۔ (پاس کوئی خبر لے کر آئے تو فدا اس کی

تحقیق کرو)

قومی زندگی کی بقا کے لیے محکوم خبر رسائی کا قیام نہایت ضروری ہے تاکہ دشمنوں

کے ایجنٹ کوئی سازش نہ کر سکیں۔ لیکن انفرادی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی

سمت ممانعت کر دی ہے۔ اللہ قطعاً پسند نہیں کرتا کہ ہم دوسروں کے

عیب ڈھونڈیں۔ اور گدہ کی طرح مردار کا شکار کیلیں۔ اگر کوئی شخص ہمیں
بڑا بھلا کہتا ہو، تو اللہ نہیں چاہتا کہ ہمیں اس کی حرکات سے آگاہ کیا جائے
اس سے دو بار ملنے کے تمام مواقع ختم ہو جائیں گے۔

جس طرح ایک بیماری سے دوسری بیماری پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً تبص سے
بخار۔ بخار سے حمقہ۔ حمقہ سے نمونیا یا دق اور دق سے موت۔ اسی طرح خماری
کئی دیگر قبائح کا باعث بنتی ہے۔ ایک نماز ادا دے کے کامنائی بن جاتا ہے
وہ اپنا اعتماد قائم رکھنے کے لیے اس لوگوں کی دوستی کا دم بھرتا ہے جن کی جڑیں
کاٹ رہا ہوتا ہے اور شبہ ہونے پر وہ جھوٹی تمیسیں کھاتا ہے۔ دوسری طرف وہ
السرکی نا جائز خوشامد کرتا ہے۔ تاکہ راز افشاء نہ ہو جائے۔ وہ طرفین کی نظر
میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ یہ ملعون جس ادارے میں موجود ہو وہاں بہتری
کی تمام صورتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ سنگدل دوسروں کے مستقبل پر بلا و ہر حملہ آفر
ہوتا ہے اور وقت پڑنے پر اس کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہوتا۔

نماز کے ان تمام اوصاف کو اللہ نے اس ایک آیت میں جمع کر دیا ہے
وَلَا تَطْعَمُ مَعَهُ حَلَّالٌ مِّنْهُنَّ وَهُمَا يَمْشِيانَ مَشْيًا وَّيَمِينًا فَتَنَّا فِي الْغُلَبِ مَعْشَرًا
آئینہ محفل اکتذ ذلک کرینے جا
(العلم)

یہ ہیں پھرے نو اوصاف جن سے چنانچہ ذکی ذات گرامی کمزور ہوا کرتی ہے
پہلے ان اوصاف کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

- (۱) حَلَّالٌ: کشمیر الحلف۔ یعنی بے شمار قسمیں کھانے والا (منجہد)
- (۲) مَشْيًا: شیز زبان یعنی ذلیل خوشامدی (غشی الارب)
- (۳) مَشْرًا: ماخذ فہرست پنجوں سے زخمی کر دینا۔ پیشناواتوں سے کاٹ کھانا
اور توڑنا۔ گھنہ و عیب جو سخن چین۔ نماز دوسروں کو گھسنے۔

توڑنے، پیٹنے، مارنے اور پنجوں سے زخمی کرنے والا (منتهی الالب) (۳۷) مشابہہ، دوڑنے والا۔ یعنی چغلیوں کا پٹا اس پر اٹھا کر اس کی طرف بھاگنے والا۔

(۵) نینیم، نم نماء، اے اظہار الحدیث ورافعہ علی وجہ الاشاعت والفساد۔ یعنی نینہ انگیزی کے لیے کسی بات کی تشہیر کرنا۔

(۶) صناع لطموس، متاع صنوع سے ماخوذ ہے اور مہالہ کا صیغہ ہے یعنی پوری طاقت کے ساتھ خیر سے روکنے والا۔

(۷) مُفْتَد، تمام حدود سے باہر نکل جانے والا یعنی ناصق۔ دشمن معاشرہ اور ننگ انسانیت۔

(۸) آئینم = ماخذ ائم، ضرر، گناہ، بدکاری۔ آئینم، مضر، بدکار۔

(۹) کھٹل = الجانی۔ الغلیظ۔ الشدید یعنی جذا کار غبیث اور سنگدل (منہ) کھٹل، مردِ شستا بندہ بہ ہدی۔

مقیلہ، تیشہ، برہ، ہتھوڑا اور ایسی اونٹنی جو کبھی حاملہ نہ

ہو سکے۔ (منتهی الالب)

مطلب یہ کہ پھل خور ایک تیشہ یا ہتھوڑا ہے جس کا کام دو سروں کا سر توڑنا، اُن کا پلستر بگاڑنا اور برہے کی طرح اُن کے مستقبل میں سُوراج کرنا ہے۔

(۱۰) قرانیم = النقم اکان کثا دنٹ۔

قرانیم: حقیر، کینہ۔ وہ شخص جو دوسری قوم میں شامل ہو کر اپنا نسب بدل جانے سے بخلہ۔ اتہا دہجے کا ذیل جس کی ذلت کا ہر طرف چرچا ہو۔ (منجد منتهی الالب) مولانا اشرف علی تھانوی نے اس کا

ترجمہ "عمر مزادہ" کیا ہے۔ گو چٹانور کے لیے یہ نہایت موزوں لقب ہے۔ لیکن انیسویں کے لغات سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی۔

ترجمہ آیت !

"اے رسول! تو ان ذلیل اور خوشامدی چٹل خوردوں کی بات نہ من۔ جو تھوٹی قسمیں کھاتے، افسانوں کو ناگ بن کر ڈھتے، عیوب کا پتارا اٹھا کر فتنہ انگیزی کے لیے ادھر ادھر بھاگتے، پوری قوت کے ساتھ بھلائی گوروں کے تمام حدود اخلاق کو توڑتے، تھوڑے کی طرح دوسروں کا سر پھوڑتے اور بے بسب لوگوں کی طرح ہر سو سامٹی میں جا گھستے ہیں۔"

سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے لاکھوں ملازمین محمد سے اٹقان فرمائیں گے کہ چٹانور ایک نہایت خبیث رُوح کا نام ہے جو کالے ناگ سے زیادہ زہریلا ابلیس اور بدعاش سے زیادہ پست اخلاق ہوا کرتا ہے۔ میں پاکستان کے تمام حکام سے درخواست میری یہ تاچیز تم کو پہنچ جائے گا، پیل کرنا ہوں کہ وہ اپنے اپنے اداروں کو اس نجاست سے پاک کریں تاکہ کام کی رفتار تیز کر سکیں اور ہم سب مل کر ملک کو حکم اور تہمند بنا سکیں۔

یاد رکھئے کہ نماز کو پڑھنا بہت مشکل ہے۔ اسی لیے کہ یہ ہر آن نیا روپ بدل لیتا ہے۔ یہ سب سے پہلے افسر کی ذاتی خدمت سے اس کے مزاج میں راہ پا جاتا ہے۔ پھر خوشامدی سے اس کی سائیکولوجی کو بدلتا ہے اور پھر جب دیکھتا ہے کہ اب یہ اچھا افسر اس کے بس میں آچکا ہے تو پھر اپنے نئے نئے کی طرح اپنے وقت کا کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔

اگر زمانہ کی گردشوں نے کسی غلطی سے مجھے وزیر اعظم بنا دیا، تو میں سب سے پہلے ان مارے آستین کا سر پھوڑوں گا، جنہوں نے ہر ادارے میں بے گناہ

کارکنوں کا نام تاک میں کر رکھا ہے اور پھر ان افسروں کی فہرستوں کا جنہوں نے یہ سانپ اور ہاڈے لگتے پال رکھے ہیں۔

نہ سگ داسن کاروانی دریدہ کہ دہقان نادان کر سگ پرورہ
(سعدیؒ)

مسافر کا داسن کتے نے نہیں پھاڑا۔ بلکہ اس احمق دہقان نے جس نے کتا پال رکھا ہے)

ہمارے دکاندار، کسی قوم کا نوالہ دراصل زوال اخلاق کا نام ہے جب اخلاق بگڑ جائیں، تو کہیں اس نہیں رہتا۔ حدتیں بے انصافی سے ادھ بازار کذب و زہب سے بھر جاتے ہیں۔ دنیا میں اور بھی قومیں موجود ہیں۔ لیکن جس پست اخلاق کا مظاہرہ مسلمانان عالم کر رہے ہیں۔ اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ بازار میں کسی کان پر جاؤ۔ دکاندار پہلے فلائیپکس پیش کر کے کہے کہ دو کراہے گا۔ پھر دس سال کا گلاسٹرا کپڑا بھاڑ کر آپ کے حوالے کر دے گا۔ یہ مرض کراچی میں بہت زیادہ ہے۔ بند روڈ کی کسی دکان پر جائیے۔ چیز کا فروغ پوچھنے پہلے وہ دگنے دام بتائے گا اور آدھ گنے کی طرح پرچکے کے بعد نصف پہ فیصلہ ہوگا۔ گل کے اطہارات میں یہ خبر نظر سے گزری کہ حکومت پنجاب کے حکام نے لاہور کے بہتر دکانداروں کو اس جرم میں گرفتار کیا ہے۔ کہ ان پر وہاں رسولؐ نے دو قسم کے اوزان رکھے تھے۔ پلنے کے اور نیپنے کے اور چند روز ٹھونٹے میں نے گھر کے لیے ایک کلمہ گو سے گندم خریدی۔ اس نے چند یوریاں میوے ہاں بھجوا دیں اور رقم وصول کر لی۔ بعد میں ہر یوری کی تہ سے پھیس پھیس میر مٹی اور ریت برآمد ہوئی۔ یہ کوئی حالت ہمارے دکانداروں کی اب ذرا ایک نگاہ دیگر اقوام پر ڈالئے۔

امریکہ میں ایک دو نہیں لاکھوں ایسی دکانیں موجود ہیں۔ جن میں دکاندار خود
 نہیں جو تازہ لاکھ آتا ہے۔ چیز کی قیمت کمش کس میں مثال کر اور ہتی پیسے
 اُٹا کر پلا جاتا ہے۔ آج تک کسی دکاندار کو کسی نے دھوکہ نہیں دیا۔ تھکن کے
 بڑے بڑے چور ماہل میں ناز انہا نرات کے انہا گے ہوئے ہوتے ہیں اور ایجٹ
 ٹامب۔ اخبار اٹھائے۔ پیسے صندوق میں ڈالے اندھ پتے پھینے۔ دہاں سروی کی
 داتوں میں ہر شخص دو چیزیں دروازے کے باہر رکھ دیتا ہے۔ ہتلی اور
 جوتے۔ سریزے فڈہ حال ہتلی کو بھر جاتا ہے اور پالش والا جو کسے صاف
 کر جاتا ہے۔

میرے ایک شناسا سا پاہی میں سفر کر رہے تھے۔ ایک اسٹیشن پر اچھولنے اخبار پڑھا
 اخبار فرشی کو دس روپے پر جاپانی سکے (کانوٹ دیا۔ وہ کر یا د لینے گیا اور گاڑی چل دی
 اگلے اسٹیشن پر ایک آدمی اُس ڈبے کے پاس آ کر پوچھنے لگا۔ پچھلے اسٹیشن پر کوا
 صاحب پیسے جمعہ آئے تھے۔ اور ہتی رقم اُن کے حوالے کی۔
 باقی اقوام کا شخص کر یا د عموماً انگریز (امریکہ میں شامل) کا خصوصاً منہایت
 بلند ہے۔ یہ لوگ کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ ان کا قول پتھر پر گیر ہوتا ہے۔ اگر ان کے
 اوزان کا وزن رکھتے استعمال کی وجہ سے کم ہو جاتے تو وہ انہیں خود اٹھا
 کر باہر نکال دیتے ہیں۔ ماں کا لہجہ ایک، لہجہ ایک، کولن ایک۔ یہاں انگریز ڈیڑھ
 سو برس رہے۔ اس عرصہ میں ہم نے ان سے ہزاروں مفید باتیں سیکھی ہیں۔ لیکن
 انہیں ایک بھی نہ سکھایا سکا۔ مجھے یاد ہے کہ جب کسی انگریز ایئر کو کسی تقریب
 میں جانا ہوتا تھا تو وہ پانڈی وکٹ کا بول خیال رکھتا کہ ایک منٹ آگے پیچھے
 نہ ہو تاہم فڈہ سری طرف آج سے دو برس پہلے ہم لوگ ایک وزیر کے
 استقبال کے لیے ایک مقام پر جمع ہوئے۔ آہد کا وقت پونے نو بجے (صبح)

دیا ہوا تھا اور وزیر صاحب ہماہ شام کے سائرسے پانچ بجے تشریف لائے۔ ہمارے اخلاق کی حالت اس قدر تباہ شدہ ہے کہ ۱۹ جولائی ۱۹۵۲ء کو میں کراچی کی ٹورنار کیٹ سے گزر رہا تھا کہ ایک مسلم لوجوان نے پک کر ایک راہ دکھا کر نکال دیا اور ایک گلی میں سر ہٹ بھاگ نکلا۔ سینکڑوں لوگوں نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن اُس کے فریٹ بھر لیے چاقو کے خوف سے اُسے کوئی نہ پکڑ سکا۔ لطف یہ کہ چوک والا سپاہی ایک قدم اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہاجرین کا ایک پورا گروہ اس کام میں لگا ہوا ہے۔ جیسی توجہ دے لیتے فرشتے جیسے ہم انصاف دے لیں ہمارے ہاجرین۔ اللہ نے ملائی حمد تری ایک گنا اور ایک کوڑھو۔

پاکستان والو! تم جس تیزی سے ہر کاری کی طرف بھاگ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں پاکستان کی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ وہ دن نہ لائے کہ وحشی سکھوں کے غول ہماری بستیوں میں داخل ہو کر ہماری خواتین کی عصمت لوٹیں۔ ہمیں زندہ اٹھا اٹھا کر آگ میں پھینکیں۔ اور جو بچے جائیں انہیں ہاٹوں اور صمراؤں کی طرف دھکیل دیں۔ لیکن معلوم بھی ہوتا ہے کہ آپ کو آزادی کاٹ رہی ہے اور امن ڈھنگ لگا رہا ہے۔ درہ صرف پانچ برس کی تھیل مدت میں یہ شرمناک اخلاقی زوال، شہوت کی یہ بہتات، بد عہدی کا یہ عالم کذب و فریب کا یہ سیلاب، چور بازار، گراں فروشی اور کم سلی کا یہ طوفان، میں دیکھتا ہوں تو تمہارے انہماج کے خوف سے کانپ اٹھتا ہوں۔

میں سینکڑوں ایسے افراد سے آگاہ ہوں جنہوں نے ظہور پاکستان کے بعد تمہارت شروع کی۔ عجب پھلے پھولے لیکن جلد ہی منافع اندوزی، گراں فروشی، کذب بیانی، بد عہدی اور کم سلی پہ اتر آئے۔ اللہ نے ان

کی تھارتین تہاہ کر دیں۔ اور انہیں خاصہ بدوش بنا کر غربت میں دھکیل دیا۔ ہم صلوات گذشتہ میں عرض کر چکے ہیں اور آپ کو پھر یاد دلانے ہیں کہ اعمال و نتائج کے درمیان اسباب و علل کا ایک عقلی سلسلہ کار فرما ہے۔ ہر زمانے میں صداقت و دیانت کا تقیہ ایک آئینہ زندگی تھی اور ہر نسل میں کذب و فریب پر لعنت برسا کی گئی۔ اللہ نے ہدیانت لوگوں کے چٹھے خطاب کر دیے۔ ان کی کہتیاں آجاڑ دیں اور ان کی تمہارتیں برباد کر دیں۔

وَبَلَّغْنَاكَ اللَّهُمَّ الَّذِينَ
 وَإِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَتَوَكَّفُونَ
 وَإِذَا كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْوَدْعِ
 يُخَيَّرُونَ ۝ (التطيف)

ان فریب کار تاجروں پر لعنت
 رہتا ہی طسارہ) جو دوسروں سے
 تو جس پوری تول کر لیتے ہیں۔
 لیکن دیتے وقت کم تولتے ان

ناپتے ہیں۔

چند مسخ شدہ فطرتیں انسانوں کی ایک قسم تو وہ ہے جس کے تعاقب
 فریب مزاج، عمیدہ سر، خادم مطلق، صادق الکحل، راسخ الوعد، مخلص
 تاریخ الی الیر اور راستہ باز سموتے ہیں۔ اور ایک وہ جو شیطاں کی پیٹ
 میں آجاتے ہیں۔ ابلیس ان کی سیرتوں کو مسخ کر دیتا ہے۔ ان میں سے بعض
 کو چور، کسی کو مجھوٹا اور کسی کو زالی بنا دیتا ہے کہم لوگ ایسے بھی
 لیتے ہیں جو ہٹا ہر شر کا نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی سیرت میں کئی طرح
 کی گھیاں ہوتی ہیں۔

گذشتہ جنگ عظیم میں اس ضلع سے لقمہ باہ کا س ہزار نوجوان نوجوان
 میں بھرتی ہوئے۔ اس بھرتی کی ٹھیک صرف مہوگ تھی۔ لیکن بہا سے

امرا نے ابن زنگرڈوں کی فہرستیں بنا کر حکومت کے سامنے پیش کر دیں۔ کسی نے چار ہزار اور کسی نے آٹھ ہزار زنگرڈ لکھ پیسے اور صلے میں ایک ایک مربع لے لیا۔ کچھ ایسے بھی تھے جو حکام کے ہمراہ دو چار میل کا چکر لگاتے۔ اپنی کتاب میں اپنی تعریف لکھوا لیتے۔ اور بعد میں حکومت سے اسنادِ خوش حاصل کرتے رہے اس قسم کے بیکار طفیلی آج بھی ہر جگہ موجود ہیں جو

يَعْبَتُونَ أَنْ يُعْطُوا بِسَاءٍ
 دچاہتے ہیں کہ کام کیے بغیر ان کی
 تَمَّ يَفْعَلُوا .
 تعریف کی جائے

ہمارے امرا میں کچھ ایسے بزرگ بھی ملتے ہیں۔ جنہیں دولت کے فرور نے اندھا بنا رکھا ہے۔ وہ حکام کی دعوتوں پر توبے و دہلیہ روپیہ لٹا دیتے ہیں لیکن بسف ساز اداروں کو ایک کھونا پیسہ تک نہیں دیتے۔ وہ سزا کی سلیبس کی عیادت کے لیے چار سو مل بے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کر لیں گے۔ لیکن غریب ہمسایہ کے جنازہ تک میں شامل نہیں ہوں گے۔ وہ صاحب ہمار کو خوش کرنے کے لیے تجویروں کے منہ کھول دیں گے۔ لیکن اپنے کسان اپنے حملہ کے غریب کی بہبودی کے لیے ذکوۃ تک نہیں ادا کریں گے۔ وہ بتانیدار کے استقبال کے لیے گھنٹوں دھوپ میں کھڑے رہیں گے۔ لیکن محنت سے چور مزدور کو اپنی دیوار کے سایہ میں سستانے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔ دولت کا نشہ۔ حکام سے روابط کا فرور اور وزارت سے تعلقات کا گھنٹاں لوگوں کو انسانی فرائض سے غافل بنا دیتا ہے۔ یہ کسی کی تکلیف سے متاثر نہیں ہوتے اور نہ دکھ میں کسی کے کام آتے ہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہیں اور ان میں جذباتِ رحم و محبت کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی

كَذٰلِكَ يُطَيِّئُ اللّٰهُ عَسٰوِي
 (اللہ ہر مغرور و سرکش کے دل پر

سَبَّی تَلْبِی مُتَكَلِّفًا جَسْرًا ط (لوہی) مہر ہی لگا دیا کرتا ہے۔
 شخصی اعمال کی فہرست کافی طویل ہے۔ اسی کئی ایسی چیزیں باقی ہیں مثلاً
 اطاعت والدین۔ تواضع، خدمت خلق وغیرہ جن پر ہم نے بحث نہیں کی۔
 لیکن ان اعمال کی افادیت اس قدر واضح ہے کہ مزید تفصیل معنی تالیف
 اوقات ہوگی اس لیے ہم اس بحث کو ہمیں ختم کرتے ہیں۔

نعمت و لعنت کی تشریح

ہم صفات و گدشتہ میں عرض کر چکے ہیں کہ اللہ بلند اعمال کو پسند اور
 بد کاریوں کو ناپسند کرتا ہے۔

وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ
 دُونَ تَشْكُرُوا وَإِنْ فَعَلْتُمْ لَا تَرْضَى
 اللہ بندوں کے نیک اعمال کو پسند
 اور بد کاری کو ناپسند کرتا ہے۔

صرف بلند اعمال انسان کو بلند بناتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلْيَلْهُ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِنَّهُ يَضَعُ الْكَلِمَةَ
 الطَّيِّبَةَ وَالْقَوْلَ الصَّالِحَ يَرْفَعُهُ (فاطر)

طلبگار عزت و رفعت کو معلوم ہونا چاہیے کہ عزت کے تمام لوازم

اللہ کے پاس ہیں۔ اللہ تک صرف پاکیزہ کلمات و صحراہ اقوال و مقالات، مسک
 کی ولادت صحراہ تھی اس لیے اللہ نے اسے کلمہ کہا، پہنچتے ہیں اور بلند
 اعمال طلبگار عزت کو بلند کر دیتے ہیں۔

اور مہار اذاتی تجربہ اور مشاہدہ صحتی ہے کہ نیک اعمال سے افراد
 و اقوام کی عزت بڑھتی ہے۔ اقوام مغرب اسواہم کی طرف چند آیات
 و علم عنایت تنظیم اور صفائی وغیرہ پر کار بند ہو کر فلک تہذیب کی آفتاب بنی

بھولی ہیں۔ سلطنت، دولت، آسودہ حالی، علم، طاقت اور ہیبت کی مالک
ہیں۔ اور دوسری طرف حاطیہ قرآن ہر جگہ ضعیف، خلیفہ، مفلس، جاہل، غیر
منظم کامل اور دوسروں کے دست نگر ہیں۔ اللہ کی رحمتیں، اغیار کے کاشانوں
پر اور اس کی بہلیاں ہم پر برس رہی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا وہ
وعدہ کہاں گیا۔

واللہ بلند اعمال ابانداروں سے	وَقَدْ أَهَلْنَا الَّذِينَ آمَنُوا
وعدہ کرتا ہے کہ انہیں زمین کافرانوں	عَمِلُوا الْعَمَلِ الْيَمِينِ مِنْكُمْ
جائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں	لَيَسْتَخْلِفَنَّكُمْ فِي الْأَرْضِ
کو بنایا۔ ان کے پسندیدہ دستور	كَمَا أَسْكَنْتُكَ الَّذِينَ مِنْ
کو سختی سے نافذ کرے گا۔ اور	تَبَاهِيكُمْ وَيُكِنِّي لَهُمْ
اُن کے خوف کو امن سے	وَيُثَبِّتُ لَهُمُ الرِّسَالَةَ
بدل ڈالے گا۔	وَيُثَبِّتُ لَهُمُ الرِّسَالَةَ
	(النور)

آج مسلمانوں میں اپنا دستور نافذ کرنے کی کیوں سکت ہوتی نہیں رہی؟
وہ ہر جگہ کیوں جتلائے خوف ہیں؟ اور ان کی حکومتیں ہر روز کیوں سمٹ کر
تنگ ہو رہی ہیں؟ یا تو کہیں کہ ظالم بدین اللہ کا وعدہ غلط تھا اور یا تسلیم کیجئے
کہ ہمارے اعمال میں صلاحیت و صلاحیت باقی نہیں رہی۔ مجھے یقین
ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ دہیں ہیں، جہاں اس کی رحمتیں برس رہی ہیں
اور کفر و شرک بھی وہیں ہے۔ جہاں ذلت، جہالت، فلاکت اور غلامت
سنے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

فَأَنْتُمْ مِمَّنْ آخِرْتُمْ

ذم نے جرموں سے انتقام لیا اور

قَدْ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ
 الْمُسْلِمِينَ ط (الرؤم)

ایمان داروں کی مددگی کہ تقاضائے
 عدل بھی تھا)

حق کے ہاں نصرت کا تصور عجیب ہے جوہ و نیروی جنات و حیوان و تصور
 وزروع، ثیاب و امتداد اور مال و ملک کو متاع الطرود سمجھتا ہے اور جبرائیل
 کے حلوے کو نعمت مغربی اور خورجنت کو نعمت کبریٰ قرار دیتا ہے مسلمان
 غلام رہے یا آزاد۔ فارغ البال ہو یا تگدست، غلیظ ہو یا صاف پسند جاہل
 رہے یا عالم۔ جائے جہنم میں۔ اس کا مقہائے نظر تو اپنا چودھرا ہے
 قائم رکھنا ہے اور وہ اسی سعادت میں قائم رہ سکتا ہے کہ سارا حلقہ پانچ وقت
 اس کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے اور ہر شخص نے ڈیڑھ ہالفت ڈاڑھی
 چھوڑ رکھی ہو۔ مگر آج کی بلند سیاست اور اس کے عظیم سلسلے سے بالکل
 بے خبر ہے۔ اس کی بلا جائے کہ تو میں کس طرح بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اللہ کے انعام
 کیے تقسیم ہوتے ہیں اور تباہیاں کیوں آتی ہیں؟

آئیے! نعمت و لعنت کا مفہوم خود اللہ سے دریافت کریں۔

نعمت ان نعمت کے لیے دوسرا لفظ رحمت ہے۔ اللہ نے تمام طیبات،
 اذواج و نسین، اموال و امتداد، وراثت ارضی، جنات و حیوان و تفسیر کتابت
 علم، انبیاء، اتحاد امن و غیرہ کو نعمت قرار دیا ہے۔

وِوَارِثَاتٍ اَرْضِيٍّ وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ
 نِعْمَتٌ هِيَ اَلَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ اِذْ جَعَلْنَا بَيْنَكُمْ وَاَنْهٰىكُمْ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ لُحُوْمًا
 وَ اٰمٰنًا مَّا كُنْتُمْ بِيٰدِيْكُمْ اَعْدٰءٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی اس نعمت
 کو مت بھولو کہ اس نے تمہاری طرف انبیاء بھیجے۔ تمہیں جہان نیکان بنایا

اور تمہیں وہ کچھ دیا۔ جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا تھا۔

سایہ دار درخت مورچے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا
 زریں اور نیچے نعمت ہیں وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا
 وَجَعَلَ لَكُمْ سُرَابِیْمًا تَقِيْكُمْ الْحَرَّ وَسُرَابِیْمًا لِّعِيْكُمْ بِأَسْكُنُمْ
 كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ لَكُمْ نِعْمَتَهُ عَلَیْكُمْ۔ (الاعل)

اللہ نے تمہارے لیے سایہ دار درخت اگائے اور تمہاری حفاظت
 کے لیے پہاڑوں میں اوٹ (مورچے) بنائے۔ تمہیں نیچے عطا کئے کہ تم تیش
 سے بچ سکو۔ اور زریں دیں کہ جنگ میں نقصان نہ اٹھاؤ اور اس کا ارادہ
 ہے کہ وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دے۔

تسخیر کائنات اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
 نِعْمَتُہٗ فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعْمَةً ظٰلِمَاتًا وَّ بَاطِنَاتًا
 دیکھو تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے زمین و سما کو تمہارے لیے مسخر کیا اور اس
 طرح اُس نے عیاں و نہاں تم پر نعمتوں کی بارشیں برسائیں۔

اولاد، بیویاں اور وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا
 طیبات نعمت ہیں وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَیِّنًا
 وَخَفِيًّا وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ اَنْبَا بَاطِلٍ يُؤْمِنُوْنَ
 وَبِیْمَانٍ اللّٰهُ هُوَ يَكْتُمُ رُوحَہٗ

اللہ نے تمہاری ہی نسل سے تمہیں بیویاں عطا کیں جن سے بیٹے اور پوتے پیدا
 ہوئے۔ پھر تمہیں جہاں مہر کی نفیس چیزیں بطور رزق دیں کیا یہ لوگ اب بھی باطل
 پر ڈٹے رہیں گے اور خدائی نعمتوں کا شکر یہ ادا نہیں کریں گے؟
 پناہ چھٹے، کھیتیاں اور خوبصورت محلات نعمت ہیں: آل فرعون

کو دیکھو کہ وہ لوگ کہہ کر تو لوگوں میں جنتوں و جہنموں کو لڑتے ہوئے مہکے
کبر لے جاتے ہیں۔ اے اللہ! انہیں ہمارا کیا سزا ہے۔

دیکھنے ہی باغ، چشمتے، کیتیلیاں خوب صورت مل اور دیگر مقامات میں
جہاں وہ زندگی کے مزے ٹوٹا کرتے تھے۔ چھوڑ کر چل دیئے۔

ایسی قوت جو دشمن کے چھلکے یا آگ سے لڑنے والوں کو اذیت دے
چھوڑا دے نعمت ہے۔ اے اللہ! انہیں سزا دے کہ انہیں توڑ
اَنْ يَّبْسُطُوا اِلَيْكَ اَيْدِيَهُمْ فَكُلْتَ اَيْدِيَهُمْ حَلٰلًا۔

اے اللہ! ایمان ہماری اس نعمت کو یاد کرو کہ تو م نے تم پر چھائی کا
ارادہ کیا، لیکن تم نے ان کے ہاتھوں کو چھینا کر دیا۔ یہ تمہارے احکامات
اور قوت کی وجہ سے وہ ٹوٹ گئی۔

اتحاد نعمت ہے۔ گنتی اعداؤں کا کٹ بیٹھ کر انہیں
بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا۔

اے ابی عرب! تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ نے تمہارے
دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی نعمت (فضل) سے بھائی بھائی ہو گئے۔
بدکاری سے بچنا۔ لکھو یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يُطٰقِرُوْنَ كُفْرًا بِمِثْقٰلِ ذَرٰۤاتِ
نعمت ہے۔ اے اللہ! ارادہ ہے کہ وہ ہمیں تمام بدکاریوں سے
بچا کر انہی نعمتوں کی تکمیل کرے۔

قرآن و اسلام حضور علیہ السلام پر آخری آیت ہے نازل ہوئی تھی۔
نعمت ہیں۔ اے اللہ! انہیں سزا دے کہ انہیں توڑ
بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا۔ اے اللہ! انہیں سزا دے کہ انہیں توڑ

آج میں نے تمہارا آمین (قرآن) مکمل کر دیا ہے تمہاری اپنی پوری نعمت نازل

کر دی ہے اور اسلام کو تمہارا مذہب بنا دیا ہے۔
 نبوت، صداقت، شہادت، وَمَنْ تَطِيعَ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ
 اور صلاحیتِ نعمت ہیں۔ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
 مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْقِدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ
 أُولَئِكَ صَفًى مَقَامًا

وہو اور رسول کے پیروؤں کو انبیاءِ صدقہ، شہداء و صلحا کی رفاقت نصیب
 ہوگی جنہیں اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا اور یہ بہترین رفاقت ہے،
 فرشتوں کی امداد و نعمت ہے: اِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ
 نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آٰلَتِكَ اِذْ اٰتٰىكَ مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ۔

اللہ نے فرمایا، اے عیسیٰ بن مریم میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں
 اور تمہاری والدہ کو دی تھیں، مثلاً یہ کہ میں نے روح القدس سے تمہاری امداد کی
 تھی.....

اس دنیا کی آسائشیں رحمت ہیں؛ وَالْعُبُّ نَنَّا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا
 حَسَنَةً (اے اللہ ہمارے لیے اس دنیا کو رحمت بنا دے)۔
 توفیر جہاں اور اسلحہ سازیِ نعمت ہے؛ وَصَنَعْنَا مَعَهُ دَاوُدَ
 الْفِجَالَةَ يُسَيِّدُ فِي الظُّلُمَاتِ مَا يَٰلِينُ ۝ وَصَنَعْنَا صَنْعَةً لِّكُلِّ
 لَكُمْ لِيُظْهِرَكُمْ مِنْ بَآئِسِكُمْ۔

دہم نے پہاڑوں اور پہنوں کو حضرت داؤد کے سامنے مستقر کر دیا، اور
 اسے زبردہ سازی کی صنعت سکھائی تاکہ تم جنگ میں اپنی حفاظت کر سکو۔
 اگر اس زمانے میں نہ اس لیے نعمت تھی کہ وہ خطراتِ جنگ سے بچاؤ تھی۔ تو
 پھر اسی زمانے میں ٹیکاک اور بکتر بدگاڑیوں کو کیوں نعمت نہ سمجھا جائے۔

ہواؤں کی تسخیر نعمت ہے اور تسلیمان التوریم عظیم شہر کی بامداد۔
 رہم نے تند ہواؤں کو سلیمان کے قبضے میں لے دیا اور یہ اُسکے حکم سے چلتی تھیں۔
 آج کئی مقامات پر حکومت نے ایسے انجن نگار رکھے ہیں جو ہوا کو کینج کر
 ایک مضبوط ٹینکی میں بھر دیتے ہیں اور پھر اس کے دباؤ سے تیز رفتاری سے
 بڑے گار میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ یہ سب تند ہواؤں کی تسخیر
 علم نعمت ہے اَوْ مَن يَدْرُ الْهَيْكَلَةَ فَقَدْ اَوْفَى خَيْرًا كَثِيرًا
 (جسے علم حاصل ہو جائے وہ بڑی دولت کا مالک بن جاتا ہے۔)

حکم سلطنت، حکمت اور وَشَدَّ دَنَا مَلِكَةً وَ اَتَيْنَاهُ الْهَيْكَلَةَ
 ملكه تقریر بھی نعمت ہیں اَوْ فَضْلَ الْخَطَابِ

(ہم نے سلیمان کو حکم سلطنت، علم و حکمت اور مؤثر تقریر کا ملکہ عطا کیا تھا)
 بھوک اور خوف سے فَلْيُعْبُدْ مَا سَرَبْتَ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِي اَطَعْتَهُمْ
 آزادی نعمت سے اَوْ مَن يَخْجَعُ فِي اَمْنِهِمْ مَعَهُمْ خَوْفِ

راہی عرب ربوب کہہ گی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک اور خوف سے نجات دلائی
 آج خوف سے صرف وہی تو میں بچ سکتی ہیں جن کی بھری، بری اور فضالی قوت
 نے ایک عالم لرزہ براندام ہو۔ اور کسی بد نصیب کو ان پر حملہ کرنے کا حوصلہ ہی نہ
 پڑے۔ ایک اور مقام پر اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ تَرَاثُطِ الْغَيْلِ تَرْتَابًا
 بِمِ عَدُوِّ اللّٰهِ وَ عَدُوِّكُمْ

تم اس قدر قوت مہیا کرو اور تمہارے تمناؤں پہ گھوڑے اس ٹھاٹھ سے بند
 ہوئے ہیں کہ تمہارے دشمنوں اور اللہ کے دشمنوں پر تمہاری ہیبت چھا جائے۔
 یہ نہیں کن لوگوں کو دی جاتی ہیں؟ اُن کو جو الہامی ہدایت پہ عمل پیرا ہوں۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ النَّارِ لَكَفَرُوا بِمَا فِيهِمْ لَفَقَدْنَا مَا نَحْنُ فِيهِ بِرَبِّكَ
 وَمِنَ السَّمَاءِ دُجَانٌ مُّطْرِبٌ (اعراب)

(اگر یہ بستیوں والے اللہ کی برکت سے ڈرنے لگ جاتے تو ہم
 ان پر زمین و آسمان کی برکات کے معائنے کھول دیتے۔)

ایسے لوگوں کو مشکل کے وقت بھایا جاتا ہے
 ثُمَّ لَقِيَ الْمُرْسَلِينَ قَالُوا كَذَّبُوا بِالْحَقِّ فَمَالِ كَيْفِ
 الْكُفْرَانِ ۝

رہنما کے دشمن ہم اپنے انبیاء اور نیک بندوں کو بھایتے ہیں اور نیکوں کی
 مدد کرتا ہماری مشیت کے عین مطابق ہے۔)

یہاں اور وہاں ہر جگہ ان کی مدد کی جاتی ہے۔
 إِنَّا لَنَنْصُرُ الْمُسْلِمِينَ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَاللَّذِينَ كَفَرُوا
 لَيُفْعَلُ بِهِمْ الْعَذَابُ ۝

ہم اپنے رسولوں اور نیک بندوں کی مدد کو دنیا و آخرت دونوں میں کرتے ہیں۔
 وہ اس دنیا میں نفس اور شاندار زندگی گناتے ہیں۔
 مَنْ هُمْ صَالِحًا وَمَنْ كَفَرًا وَهُوَ كَذِبٌ ۝ فَنُصِرْهُمْ
 حَيْثُ كُنَّا ۝

(اگر کوئی ایمان دار (مسلم یا عورت) اپنے اعمال کو صالح (کردار کو بلند) بنالے
 تو ہم اُسے ایک نفس اور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔)

اللہ انہیں ہر آفت سے بچاتا ہے۔
 إِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقِ النَّارِ وَمَا فِيهَا
 لَبُؤٌ عَظِيمٌ ۝

اللہ اہل ایمان کی مدد سے کیا کرتا ہے۔

اور انہیں اپنا دست بچتا ہے۔
 ذَلَّلْتُ بَانَ اللَّهِ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا.
 (مہم اہل ایمان کو اس لیے کامران بنا یا کرتے ہیں کہ ہم ان کے دست میں)
 مہم نعمت اور مستحقین نعمت پر بھٹ کرنے کے بدباب ہم لشکر کی
 تفصیل پیش کرتے ہیں۔

لَعْنَةُ

لعنت کا مفہوم الجہد میں یوں درج ہے۔
 لَعْنَةُ لَعْنَةٍ أَيْ سُبَّةٌ وَأَخْرَجُ ذَا بَعْدِ تَابِئِ الْخَيْبِ
 یعنی گالیاں دینا، ذلیل کرنا، اور تمام بہترین اور آسودہ حالی، پیر، انعام
 وغیرہ سے کٹ کر پیچھا کرنا۔

الْمَلْعُونُ: الْمَطْرُودُ (مٹا دینا) الْمَشُومُ (مٹوس) الْقَابِلُ لِقَوْلِ
 الْمَسُوخِ (بگڑی ہوئی شکل والا) الْخَنْزِي (ذیل۔ بھکاری۔
 بدنام۔ مجرم۔ بدعاش) الشَّيْطَانُ.
 الْمَلْعُونَةُ: بَيْتُ اللَّهِ.

اللہ نے قرآن میں لعنت کے لیے چند الفاظ ہی استعمال کیے ہیں۔
 مثلاً ذَلَّلْتُ - خَسِرْتُ - ذَلَّلْتُ۔

تو گویا لعنت نام ہے۔ ذلت، بھوک، گدگری، خودست، بد صورتی،
 بدنامی اور ایک ایسی زندگی کا جس میں کوئی آسودگی اور کمی تک تلب و عزت
 اختیار، علم، عقل وغیرہ موجود نہ ہو۔ قرآن کی رو سے تمام بھکاری، مجرم، بے علم،
 وحشی، غلیظ، بدنام، جھگڑا، مغلوب الغضب، کابل اور بدعاش مطہر ہیں۔

ملائے نعمت کی طرح لعنت کو بھی ایک سوائی چیز سمجھ رکھا ہے جس کا تعلق اس زندگی سے قطعاً کوئی نہیں۔ وہ عزت و ذلت کے مفہوم سے اس قدر جاہل ہے کہ اُس کے مقتدی جس قدر مفاسد، غلیظہ، بدصورت اور کاہل بنتے جاتے ہیں۔ وہ انہیں رحمت و جنت کی اتنی ہی بشارتیں سناتا ہے۔ ان میں ایک ایک دُعا کے بدلے لاکھ لاکھ شہیدوں کا اجر تقسیم کرتا ہے۔ ایک ایک نفل کے عوض ان کے لیے جنت میں ہزاروں زمردی عمل کھڑے کر دیتا ہے۔ اور قطعاً نہیں سوچتا اور نہ سوچ سکتا ہے کہ ذبیحی تکبیر و فلاکت ہی لعنت کا دوسرا نام ہے۔

دوسری اقوام کو ملعون و مردود کہنے والے مسلمانوں! صرف ایک نظر اٹھا کر اپنی قوم کو دیکھو اور بتاؤ کہ جاہل، چور، نااہل، حرام خور، وحشی، بدعاش، بھکاری، غلیظ اور مجبور کے تم میں زیادہ ہیں یا دوسری اقوام میں۔ مجھے طبع و جھٹ کے ایک افسر نے بتایا کہ تقسیم جہد کے وقت وہ ہندو پاک سرحد پر ایک ہفتہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اس دوران میں جو مہاجر پاکستان میں داخل ہوئے ان میں کم و بیش پچاس ہزار بھکاری، بداری، ناٹ، چرسی، جھنگلی، قلندر، ریکھ اور بندر بچانے والے تھے۔ مشرقی پنجاب میں آپ کو ایک سکھ بھکاری نظر نہیں آئے گا۔ اور یہ جنس دیگر ملک میں ملے گا۔ لیکن کسی اسلامی سلطنت میں قدم رکھتے ہی یہ لوگ آپ کی بوئیاں نوبج میں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ "لعنت" کے متعلق جہاں تعین اس قدر مسخ شدہ ہے کہ ہم دنیا کے ٹھیک جہاں باتوں کو ملعون اور غلیظ بھکاریوں کو جنت کا ناک سمجھتے ہیں اور اس لیے کاہلی اور کاجوری بھاری فطرت بن چکی ہے۔ ہم لعنت سے نفرت کرتے ہیں اور دوسروں کی لعنت (روپیہ) کو بھیجک۔ رشوت اور چوری سے مضم کرنے کے عادی

ہو چکے ہیں۔

لنت، ذلت، رسوائی یا عذاب کا ملبوم اللہ کے ان کیا ہے سہائے

خود اللہ سے نپٹنے۔

جابر اقوام کی حکومت عذاب ہے، فَبَعَثْنَا عَلَيْهِمْ حَبَادًا

لَنَا أَدْنَىٰ بِأَسْنِ شَدِيدِيهَا فَمَا سَبَّوْا شَيْئًا لِّدِي يَا سِرِّ

ہم نے ان کی بدکاریوں کی وجہ سے الہا پر پڑھت حکمران مسلط
کریئے جو ان کی بستیوں پہ چھا گئے۔

اس موضوع پر سیکڑوں آیات موجود ہیں۔

مرعوب ہو جانا عذاب ہے۔ سَنَلِقِي فِي مَلُوبِ الدِّينِ كَفَرُوا

الرَّغْبِ ۝

(ہم کافروں کے دلوں میں دوسروں کا رعب ڈال دیں گے)

ذرا سوچو کہ آج دیگر اقوام تم سے مرعوب ہیں یا تم دوسروں کے ڈر

سے تھر تھر کانپ رہے ہو؟

تَفَرَّقَ لَعْنَتٌ هِيَ اِيْلَيْكُمْ شَيْعًا وَدِيْنِي كَعَضَّكُمْ بِأَسْنِ

بَعْضِي

اللہ تم میں پھوٹ ڈال دے گا اور تم ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے

میں ابجو کر رہ جاؤ گے۔

ضعف لعنت ہے وَمَنْ يَمُكِنْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ

جس پر میرا غضب نازل ہو وہ کمزور ہو جاتا ہے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگب مفاجات۔ (اقبال)

مفلسی اور مرض لعنت ہیں وَمَا أَسْرَسْنَا فِي كُرْبَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا

أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ

رکھی بستی میں نبی بھیجنے کے بعد ہم نے وہاں کے نافرمانوں کو جھوک اور بیماریوں میں مبتلا کر دیا)

حضرت موسیٰ نے آل فرعون کے مشفق صحابہ کی انتہائی تضحیٰ میں جھوک بھیجا تھا۔
مَنْ بَنَى الْبَيْتَ عَلَىٰ أُمَّةٍ بَعْدَ أَشَدِّ عَلَىٰ قَلْبِهِ بِهَيْبَةٍ

اے رب! آل فرعون سے مال و دولت جمعین لے اور انہیں کچھ ہم سنگدل بنا (کھٹ اور قلت غذا) وَ لَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَ نَقَعِينَ مِنَ الْعَذَابِ

وہم نے آل فرعون پر قحط مسلط کر دیا اور ان کے چل پڑھ اور میوہ اگھا دیئے

اس سال (۱۹۵۲ء) ملتان کے باغوں میں کچھ اس طرح کے حشرات داخل

ہوئے کہ سو آم کے درختوں میں سے مشکل دس کے ساتھ چمیل لگا۔ اس سال معمول سے بہت زیادہ بارشیں ہوئیں اور خیال تھا کہ گندم کی فصل روگنی ہوگی۔ لیکن اللہ نے فوری کے آخر میں ایک ایسی صرچ پائی جس سے دانہ یا تو خشک ہو گیا اور یا بجم میں نصف رہ گیا۔

یہ ہیں نقعین من الثمرات کے مظاہرے پاکستان میں۔ کیا اہل پاکستان

اس تشبیہ سے فائدہ اٹھائیں گے۔

سِيْلَابٌ، بَدِيٌّ، قُلٌّ، جُوَيْبِيٌّ نَامٌ سُنَّتْ عَلَيْهِمُ الطُّوْنَانُ وَ الْجِرَادُ
يَنْتَدِكُ اَوْ رُبُّوْ لَعْنَتٍ هِيَ وَ الْقَسِيٌّ وَ الْقَفَاوِعُ وَ الدَّمَ

رہم نے ان بدکاروں پر سیلاب، بڈی، قُل، جوئی، اسیلنڈک بھیجے۔ نیز

انہیں خون کی بیماریوں (نأسور، سرطان، طاعون، چیچک، پائیدہ یا چمبل اور

آنکھ وغیرہ میں مبتلا کر دیا۔)

عمارات کی تباہی فصاحت من ترتیباً اهلکنا و احیی لنا بسنة
عذاب ہے . ذی خاویۃ علی عرس ذی شہادہ پتر معطلۃ
ذکھرا مشینید .

دسم گنتی ہی بدکار بستیوں کو تباہ کر چکے ہیں۔ آج ان کی چھتیں گر چکی ہیں۔
ان کے کنوئیں اُجاڑ ہو گئے ہیں اور ان کے پنختے محل برباد۔

پاکستان کے چتے چتے میں آج آپ یہ منظر دیکھ سکتے ہیں۔ ایک قوم ہزار
برس تک یہاں رہی۔ لیکن چرخ نیلوفری کی ایک گردش نے انہیں یوں تباہ
کیا کہ وہ بڑے بڑے محل کارخانے، بازار، نہریں اور کنوئیں چھوڑ کر پتے بنے
اور آج میں ان کا مرثیہ کہہ رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ مستقبل کا مترشح ان لوگوں
کا مرثیہ کہنے پر مجبور ہو جائے جو آج ان مملکت میں آباد ہیں۔ آثار کچھ ایسے ہی ہیں۔
زلزلہ آسمان سے سنگباری اللہ نے قوم ثمود کو دلزلہ سے تباہ کیا۔

اور ذو بنی عذاب ہے نکلنہم الذخیر لا نہیں زلزلے نے آیا
قوم لوط پر سنگباری کی داد آج کل بمباری بجا کرتی ہے،
فامطرتنا علیہم مطراً

(ہم نے ان پر پتھروں کا پینہ برسایا)

آل فسرون کو سمندر میں ڈوبیا

فاحرقناہم فی الیمین ہم لیس سمندر میں غرق کر دیا۔

اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا۔

و منہم منی حسفنا بہ الارضین اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا

ناکامی لعنت ہے . حال بینہم و بین ما یشتمون ط

(ہم نے ان کی آرزوں اور کامیابی کے درمیان دیوار کھڑی کر دی)

کج فہمی لعنت ہے۔ کج فہمی کی وجہ سے ذلت عزت اور بد کاری نیک
عمل نظر آتی ہے۔ ہندو ہندو، مسلمانوں اور یونانیوں کی پرستش کرتے ہیں عرب
بیشیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے ہم میں سے بیشتر خالق ہی وکانندوں کے دام
قریب میں پنسنایا سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ یہ سب فطرت انسانی
کج نظری کا کرشمہ ہیں۔

اِنَّكَ كَانَ عَلَىٰ نِيْتَةٍ قَوْمٍ سَرِيْحًا كَقَوْمٍ لَّكَ سُوْرٌ مَّحِيْبٌ۔ ایک حقیقت پرست
اور کج نظر ہے بد کاری بھی حسین نظر آئے۔ برابر نہیں ہو سکتے۔
ہٹا دھڑکی لعنت ہے: سعید رومی ہر اچھی بات کو سنتی اور ہر جگہ
سے اچھائی لے لیتی ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ایسے ہٹا دھڑکی اور خود پسندوں کی
بھی کمی نہیں جو اپنے خیالات کو صحیح ترین اور اپنے فیصلوں کو حرف آخر سمجھتے ہیں
میرے ایک شاعر دوست دن محمد حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے کلام
میں سے عیوب نکالتے اور اپنا تفوق ثابت کرتے رہتے تھے۔ ایک اور صاحب
مخاطب کی ہر بات کو بلا لیلے دلائل مسترد کر دینا اپنا فرض سمجھتے۔ ایک دن آپ
نے فردوسی کا قصیدوں پر لمبی چوڑی بحث کی۔ ہفتہ عشرہ بعد جب میں نے کسی سلسلے میں
فردوسی کو اچھا شاعر کہا دیا تو وہ میری زبرد کے لیے ننگوٹ کس کر میدان میں اتر آئے۔
بیسوں ایسے بزرگ بھی دیکھے ہیں جو ہر جگہ اپنا لفظی رنگا پیش کرتے ہیں اور دوسرے
کی بات سنتے ہی نہیں۔ ایک فرقے کے چند ایسے مبلغین سے بھی واسطہ پڑا،
جو قدم قدم پر اپنی ترویج آپ کرتے، سخت شور مچاتے اور معقولیت کے
قریب تک نہیں چسکتے تھے۔ میں دو قسم کے لوگوں سے بے حد گھبراتا ہوں۔ پہلی قسم
کے ایجنٹوں اور اس فرقے کے مبلغین سے یہ تمام لوگ عرف عام میں کج بحث اور ہٹ
دھڑکی کہلاتے ہیں۔ اور اللہ انہیں مطبوع القلب و مہرزوہ دل قرار دیتا ہے۔

لَوْ شَاءَ حَبِئْنَاكُمْ بِذُنُوبِهِمْ لَنُغْفِرَنَّ لَكُمْ عَلَىٰ ذُنُوبِهِمْ فَهُمْ
لَا يَسْمَعُونَ

اگر ہم چاہیں، تو ان بدکاروں کو اپنی گرفت میں لے کر ان کے دلوں پر پھینک دیتے۔ لیکن وہ نہیں سنا دیتے کہ یہ دوسروں کی بات ہی سننا چھوڑ دیں۔

ہمارے علماء کی ایک کافی تعداد بھی اس مرض میں مبتلا ہے۔

ذلیل اور کالے چہرے لعنت ہیں؛ میرا یہ مشاہدہ ہے اور ہر صاحب نظر میری تائید کرے گا۔ کہ وہ چیزوں سے چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ یعنی جہالت اور بدظنی سے اور وہ چیزیں خدخال میں دل کشی پیدا کرتی ہیں۔ یعنی علم اور شکیلی میں نے بلند اعمال کے چہرے پر جگہ حسین دیکھے۔ اور جہلا و نفاق کو ہر جگہ قبیح صورت پایا۔ کچھ ایسے ارباب علم بھی دیکھے جن کے رنگ یلغ و سیاہ تھے۔ لیکن نکو کاری کی سزا ان کے چہروں پر چھائی ہوئی تھی اور وہ انکھٹوں کو پیارے نظر آتے تھے کچھ ایسے غنڈوں سے بھی واسطہ پڑا جن کے رنگ سفید تھے۔ لیکن بدچلنی کی وجہ سے ان کے خدخال میں نفرت اگیزہ نگاہ راہ پاچکا تھا۔

پہلی نگاہ میں بعض چہرے کیلپتے ہیں اور بعض ایک لہو کا جھٹکا دیتے ہیں اول الذکر بڑے رحم بول، فیاض، وسیع الخوصلہ اور بلند کردار ہوتے ہیں۔ اور دوسرے پرلے دہبے کے ٹکڑے۔

امام شافعی علم قیادہ کے بڑے ماہر تھے اور ہر صورت لوگوں سے دور جھانکتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں تھے کہ جنگل میں شام ہو گئی۔ ایک دہقان کے جھونپڑے میں جا گئے تاکہ آپ نے دہقان کی مکروہ صورت دیکھی، تو بڑے منقبض ہوئے چونکہ کوئی اور چارہ کار موجود تھا اسلئے خاموش ہو گئے۔ دہقان نے غلاب تو قے آپ کی بے حد خاطر و مدارت کی۔ امام صاحب رات بھر سوچتے رہے کہ حج کیا ہو گیا

ہے۔ اس آدمی کو بڑا خبیث اور شریر ہونا چاہیے تھا نہ کہ اتنا متواضع اور
 مہمان نواز۔ جب صبح کے وقت رخصت ہونے لگے تو وہ تھان مشایعت کے لیے
 شاہراہ تک گیا اور روتے سے پہلے کہنے لگا کہ حضرت! آپ کا طرف ایک سوکھ دم
 بنتے ہیں۔ امام شافعی نے استعجاباً پوچھا، کیسے؟ کہنے لگا

یعنی : ۵۰ دم

پانی : ۱۰ دم

چارپائی : ۱۰ دم

بستر : ۱۰ دم

مٹھے : ۱۰ دم

باتہ پاؤں و اسنے کی اجرت : ۲۰ دم

میزان : ۱۱۰ دم

امام صاحب نے یہ رقم فوراً ادا کر دی اور فرماتے لگے شکر ہے کہ میرا علم

علم تیانہ (تباہی سے بچ گیا)۔

حضرت فاروق اعظم ہر صورت کو کسی کوئی کام نہ کہتے۔ بلکہ برے نام والوں سے
 بھی بچتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک راہ گیر کو آواز دی کہ آؤ اور یہ بڑی میری کشتی پر بکھرو۔
 جب وہ قریب آیا، تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا "ظالم"۔ فرمایا اور باپ کا
 نام؟ کہا "سارق" (چور) فرمایا جاؤ۔ تم ظلم کرو اور تمہارا باپ چوری کرے۔ مجھے
 تمہاری املاک ضرورت نہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

أَطْلَبُوا الْحَوَاثِمَ وَنَدَّ جَسَدَانِ الْحَكِيمَةَ

لاپنی حاجت حسین چہرے والوں سے مانگا کرو۔

ہماری نگاہوں سے ہر رذیلہ جو صوفی کئی نمونے گنتے ہیں۔ ایک وہ جو ظالم

جابر ہونے کی وجہ سے قریش نے نظر آتے ہیں۔ انگریز کے عہد میں اس قسم کے تھانیدار عام بچھا کرتے تھے۔ کچھ وہ جن کی صورت تمام بازی نے بگاڑ دی ہے بعض وہ جنہیں افراطِ منشیات (جینگ، چرس، ایفولی، شراب وغیرہ) نے مسخ کر دیا ہے۔

بعض بد چلنی کی وجہ سے جسمانی کشش کمو بیٹھے ہیں۔ کچھ منافقت، غمخیزی، رشوت، فتن اور فحش گوئی کی وجہ سے بد صورت ہو گئے ہیں اور بعض کا پستروہت غلاظت اور فلاکت نے بگاڑ رکھا ہے۔ کشمیری حوام کی صورتیں دیکھئے۔ پچھتر برس کی غلامی نے ان کی شخصیت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ یہی حال حبشی اور ندوئی لہالوں کا ہے۔ اللہ نے اس ذلت و رو سیاہی کو لعنت کہا ہے۔

لَا تَكُن مِّنَ الْمُسْتَغْنَىٰ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الَّذِي كَفَرَ عَنِ آلِهِ مُخْلِئًا
أَذْلَلَهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (رولس)

(بلند اعمال لوگوں کو ہندی نصیب ہوگا اور اس سے کچھ سماجی۔ ان کے چہروں پر رو سیاہی آنے پائے گی نہ ذلت اور ان کی آخری منزل جنت ہوگی)۔
وَالَّذِينَ كَسَبُوا الشَّرَّاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ وَكَرِهْتُمُ ۚ وَالَّذِينَ
مَنَعْتُمْ مِنَ اللَّهِ مِمَّا رَزَقَهُم مِّنْ دُونِهَا فَذَلِيلٌ ۚ وَالَّذِينَ كَسَبُوا
مُنَافَاةً أَوْ كَلِمَةً أَصْحَابُ النَّارِ (رولس)

(بد چلنی لوگوں کو ہر بد کاری کی سزا تم گناہ سے گی۔ ان کے چہرے پر ذلت چھا جائے گی۔ اللہ کے بغیر ان کا کوئی مددگار نہیں رہے گا اور ان کے منہ اس طرح سیاہ ہو جائیں گے گویا شب تاریک کا ایک ٹکڑا ٹکڑا کر ان کے منہ پر چھاپا کر دیا گیا ہو۔ یہ لوگ جہنم کا ایندھن نہیں گے)۔
دنیا و عقبیٰ میں ہر جگہ چہرے در ہی قسم کے ہوں گے!

دُجُوۃٌ یَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۖ هَاكِنَةٌ مُّسْتَبِشِرَةٌ ۚ وَوُجُوۡهٌُ یُّوۡصَفُونَ
عَلَيْهَا فَبَرۡقَہَا فَتَرۡوُہَا فَاۡتَرۡوُہَا ۗ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۗ اَلۡحٰجۡنَ ۙ اَآءُ (رس)

وہاں کچھ چہرے تو روشن، مستبسم اور بے شاش ہوں گے اور کچھ گرد آلود سیاہ
اور یہ ہوں گے قالون شکن اور بدخلین۔

آیات بالا کا حاصل یہ کہ قالون شکنی (کلمہ چہرے کو بگاڑ دیتی ہے
اور تسلیم و تعیل (سجود) سے چمک اور جا ذہبیت پیدا ہوتی ہے۔

یَسۡیۡمُہُمۡ فِیۡ دُجُوۡۃٍ ۙ ہِیَۡمۡ مِّنۡ اٰتۡرِ الشُّجُوۡۃِ ۙ

(تسلیم و تعیل کی وجہ سے ان کے چہروں میں کشش پیدا ہو گئی ہے)
یہ تھی عذاب، لعنت اور ذلت کی تفسیر اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ
عذاب کس پر نازل ہوا کرتا ہے اور خدائی لعنت کہاں برتی ہے۔ چونکہ اس
موضوع پر ہم تفصیلاً روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس لیے یہاں صرف چند آیات پر
اکتفا کریں گے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا بِاٰیٰتِنَا وَاَسۡتَكْبَرُوۡۤا عَنْہَا وَاَتَقَمُوۡۤا اٰیٰتِنَا وَاَسۡتَاۡرُوۡۤا

ذہب و حرم قالون شکن مجرموں پر آسمان کے دروازے (جو شمالی رزق
وغیرہ) کسی نہیں کھولے جائیں گے)

وَلَا یَظۡہَرُ اَکۡثَرُہُمۡ یَدۡہِۡمَ اِذَا اَتَعَدَّ الْقُرۡۡنٰی وَہِیَ ظٰلِمَۃٌ ۗ اِنَّ اَکۡثَرَ

اٰیۡمۡہِۡمۡ شَدِیۡدُوۡۤا (سجود)

(مجموع بدکار اور ظالم بستیوں کو اسی طرح پکڑا کرتے ہیں اور ہماری عزت
برسی شدید اور المناک ہوا کرتی ہے۔)

فَاَنۡقَضۡنَا مِجۡنَ الَّذِیۡنَ اٰخَرُوۡۤا وَاَدۡکَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرَ الْمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ

ابکاروں سے انعام لینا اور ایمان داروں کی مدد کرنا ہماری مشیت ہے۔

فَهَلْ يُنْتَظَرُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ .

اس دنیا میں صرف بدکار اقوام تباہ ہوا کرتی ہیں)

اور اس کی وجہ صاف ہے کہ

أَنْتَ أَكْفَرُنَا لَمْ نَكُنْ لَكَ كَافِرًا كَوْنِي وَدَسْتِمْ نَبِيًّا (کہ کافر کا کوئی درست نہیں ہوتا)

قِيلَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اسْتَفْتَيْتُمْ

(کافروں کو کہہ دو کہ تم مقلوب ہو کر رہو گے)

وَيُنْصَرُونَ .

و میدان جنگ میں قانون شکن پیٹھ پھیر کر جھاگ نکلیں گے اور ان کی املا

کے لیے کوئی نہیں آئے گا)

پچھلے چھ سو برس میں مسلمان ہر میدان سے جھاگ رہے ہیں اور ہر مقام

پر شکست کھا رہے ہیں۔ فرانس اور ہسپانیہ کے بعد آسٹریا۔ اٹلی۔ بلغاریہ۔

البانیا۔ یونان۔ ہنگری، پولینڈ، رومانیہ، مغربی روس، مشرقی ارض اترکستان۔

بحرالرم کے جزائر، ہندوستان اور فلسطین سے نکالے گئے اور ابھی یہ سلسلہ

جاری ہے۔ کیا مسلمان کی آنکھیں اب بھی داہنیں ہونیں اور اُسے اللہ کا اس

مادت کا علم نہیں ہوا۔ کہ وہ صرف بلند اعمال اقوام کو دنیا میں باقی رکھتا ہے۔

نہ کافر کا مفہوم ہے قانون شکن۔ جب حضرت مولانا کے چہرے ایک قبیلے کے لوگوں کو ہلاک

ہو گیا۔ اور کئی مدت کے بعد مولانا نے اس قوم قبیلے کے بار بار فرعون میں تشریف لائے تو

فرعون نے چند احسانت جتلائے ہوئے کہا: ۱۰

قَالَ اَكْفَرُنَا لَمْ نَكُنْ لَكَ كَافِرًا كَوْنِي وَدَسْتِمْ نَبِيًّا

وَقِيلَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اسْتَفْتَيْتُمْ وَيُنْصَرُونَ . (الشعراء)

میں نے پچھیں مید تمہے بلا ہمارے ہاں تو برسوں سے۔ اب میں ہونے لے ایک قبیلے کو ہلاک

کر کے کفر کیا۔ یعنی ہمارے قانون کو توڑا۔ اس مفہوم کی مدد سے صرف ہندوستان اور گریز کافر

نہیں بلکہ ہم سب قانون شکن کافر ہیں۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ہر جگہ ملا کی نیت نیک ہے اور وہ نہایت
 نیک نیتی سے تمام ذخیرہ احادیث پر ایمان رکھتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے
 کہ کئی جگہ، کوئی نظری اور جامد تقلید کی وجہ سے وہ نہ تو پورے اسلام کو دیکھ سکتا
 ہے نہ مشیت ایزدی کو سمجھ سکتا ہے اور نہ آئین جزا و عمل سے آگاہ ہے۔
 ساری قوم بد عملی کی وجہ سے پٹ رہی ہے اور وہ یہی کہے جا رہا ہے۔ ڈاڑھی
 پر تھاؤ اور فٹال درد کرو، وہ دیکھ رہا ہے کہ پیٹنے والے سب سے نماز اور اچھی
 منڈے ہیں۔ اور پھر بھی نہیں سوچتا کہ اللہ کے پیارے دم اٹھا کر "گفار" کے
 آگے آگے کیوں مہیا کر رہے ہیں۔ حبیبِ خانا کی لاڈلی اُمت پر زمین کی دستیں
 کیوں تنگ ہو رہی ہیں۔ اسے ہر مقام پر خوف و ہراس نے کیوں گھیر رکھا ہے
 اور اللہ کا وہ وعدہ کیا تھا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَكُنُفًا يَلْبُسُونَ إِلَيْنَا نَهْمُ بَطْلَانِ أَوْلَانِكَ لَهُمُ الْوَسْنُ
 وہ ایمان دار جن کے ایمان میں ظلم (شرک، جہالت، غلاظت، تفرقہ و غیر)
 کا عنصر شامل نہیں۔ انہیں ہر جگہ امن حاصل ہوگا۔

کیوں امن حاصل ہوگا؟ اس لیے کہ تعمیلِ الہام کا لازمی نتیجہ امن و سلام ہے
 وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ .

اللہ تمہیں دارالسلام (بیت الامن) کی طرف بلا تا ہے
 نَهْمُ دَارِ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَيَسْمَعُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
 اللہ کے بندوں کے لیے یہ زمین دارالامن بن جائے گی اور اللہ ہر قدم
 پر ان کی امداد کرے گا۔

صحائفِ اولیٰ کی شہادت

قرآنِ حکیم کی بیسیوں آیات سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ سلطنت، علم، خوب عورت، شخصیت، خوشحالی، اثناد، قوت، امن وغیرہ اللہ کے انعامات میں جو صرف صالح الاعمال اقوام کو ملاکتے ہیں اور محکومی، روسیاسی، مجبورک، پھوٹ شکست، احتیاج، بیماریاں، خوف اور تباہی بدکاروں کے لیے مقدر ہو چکی ہیں۔ اللہ کی وہ سنت جاری ہے جو آغازِ تخلیق سے کائنات میں سرگرم عمل ہے اور کسی قسم کی خاطر اس میں ذرہ بھر تبدیلی نہ ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔

مُسْتَهٰۗلَۃٌۙ اَللّٰہُ اَتٰی قَدْ خَلَقْتَ
 مِنْ قَبْلُ وَ کُنْتَ تَجْعَلُ لِمَنْ تَشَآءُ
 اللہ تَبْدِیْلًا ط

(اللہ کی یہ عادت (سنت) ابتداء سے آفرینش سے جاری ہے اور اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔)

”خدا نے نوح اور اس کے بیٹوں کو برکت دی اور کہہ دیا
 ”پیارے بڑھو اور زمین کو آباد کرو۔ تمہارا رب زمین کے چرندوں
 آسمان کے پرندوں، زمین پہ چلنے والوں اور پھیلوں پر چھا جائے گا۔ اور یہ
 سب تمہارے بس میں کر دیئے ہیں“ (پیدائش ۱۰۶)

اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔
 ”میں خداوند ہوں، جو تجھے کُشدیوں کے اور سے نکال لایا۔ کہ تجھے
 یہ ملک میراث میں دے دوں“ (پیدائش ۱۵)

حضرت اسحاق سے وعدہ کیا۔
 ”میں، تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دے دوں گا..... اور زمین

کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائیں گی“ (پیدائش ۳۰-۲۴)
 اس کے گزرنے کے زمانے میں بھی بنی اسرائیل کے دو مفکرین یعنی آئی مشائخ
 اور کارل مارکس نے دنیا کے افکار میں ایک زلزلہ ڈال رکھا ہے اور آج کئی ایسا
 خطہ زمین موجود ہی نہیں۔ جہاں کارل مارکس کے لاکھوں پیرو موجود نہ ہوں۔
 یہ ہے ”..... سب قومیں تیری نسل سے برکت پائیں گی“
 حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا۔

تیری کمر سے بادشاہ نکلیں گے اور یہ زمین جو میں نے ابراہیم واسحاق
 کو دی تھی۔ تجھے اور تیرے بعد تیری نسل کو دے گا۔ (پیدائش ۳۰-۲۴)
 حضرت موسیٰ سے کہا:

”تم میری شریعت پر عمل کرو..... تم زمین پر صلح و سلام رہو گے۔
 زمین تم کو پہل دے گی اور تم ٹیپ جھر کر کھاؤ گے“ (اسفار ۱۸-۲۵)
 ”۱- اسرائیل..... خدا تجھے وہ شہر دے گا جنہیں تو نے نہیں بنایا وہ
 بھرے ہوئے گھر دے گا جنہیں تو نے نہیں بھرا۔ ایسے کنوئیں دے گا جو تو
 نے نہیں کھودے۔ اور ایسے انگور کے باغ اور زیتون کے درخت دیگا۔ جو
 تو نے نہیں لگائے۔“ (استثنا ۱۰-۱۱)

۲ اور ایسا ہوگا کہ اگر تو کوشش کر کے خدا کی آواز نہ سنے گا اور میرے احکام
 پر عمل کرے گا۔ تو تیرا خداوند تجھے زمین کی قوموں میں سرفراز کرے گا.....
 تو شہر میں بھی مبارک ہوگا، اور کھیت میں بھی۔ تیرے بدن، تیری زمین اور
 تیرے مویشیوں کے چھل مبارک ہوں گے۔ تیرے ریوڑ مبارک ہوں گے۔ تیرا لوگرا
 اور تیرا گٹھرا مبارک ہوگا۔ تو گھر میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت مبارک ہوگا۔
 تیرے دشمن ہلاک ہوں گے۔ وہ اگر ایک سواہ سے تجھ پر حملہ کریں گے تو سات

راہوں سے تیرے آگے آگے سجاگیں گے۔ خداوند تیرے انباروں اور سارے
 کاؤں میں برکت ڈالے گا..... سارے فرقے تجھ سے ڈریں گے.....
 آسمان بروقت تیری زمین پر میز برسانے گا..... تو بہت سے گروہوں
 کو قرض دے گا۔ لیکن خود قرض نہ لے گا..... تو فقط بلند ہوتا رہے گا
 اور پست نہ ہوگا؛ (استثنا ۱۳-۱)

حضرت سلیمان کو ارشاد ہوا:
 ”اگر تو میری شریعتوں اور عدالتوں کو حفظ کرے گا تو میں تیرا تخت
 اسرائیل میں ہمیشہ قائم رکھوں گا“ (۱- سلاطین ۳۰:۵)
 حضرت داؤد سے وعدہ کیا:

”صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اب تک اس پر بیس گے“
 (زبور ۲۶)

یسعیاہ نبی سے کہا:

”اٹھ..... خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا.... تو میں تیری
 روشنی میں اور بادشاہ تیرے جلال میں چلیں گے..... سمندر کی فراوانی تیری
 طرف پھرے گی۔ قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ تیرے ہاں ادنیوں
 کی قطاریں، بدائی اور حیفہ کی سانڈنیاں آئیں گی..... تیرے چہانگ
 ات دن کھلے رہیں گے..... جو قوم تیری خدمت نہیں کرے گی، برباد
 بنائے گی۔ لبنان کا جلال تیرے پاس آئے گا..... اور جنہوں نے تیری تحقیر کی
 تیرے پاؤں پڑیں گے“ (یسعیاہ ۱۰: ۱۱)

حضرت مسیح نے فرمایا:

”ابن آدم فرشتوں کو بھیجے گا..... اور وہ سب بدکاروں کو.....

آگ کی بجلی میں ڈال دیں گے..... اس وقت راستہ باز اپنے باپ کی
بادشاہت میں آفتاب کی مانند چمکیں گے جس کے کان بہوں وہ سن لے
(انجیل متی ۲۳: ۳۴)

کرشن علیہ السلام سے کہا:
"مبارک ہیں وہ مجاہد، جو جہاد کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیت
کہ جہاد ہی جنت کا سوا ذرا ہے"
(گیتا ۲۲)

(آبِ حَتَّارِ تَحْتِ ظِلِّ الشَّيْخِ الْكَلْبِ) (بخاری)
"اے گنتی کے فرزند (ارجن)، اگر تم جہاد میں شہید ہو گئے، تو جنت
میں حاصل کر دو گے اور اگر زندہ رہے تو سلطنت" (گیتا ۲۲)

"اے ارجن! تمہارے اعزاز حاصل کر دو دشمنوں کو شکست دے دو اور ایک
دولت سے لبریز سلطنت کا مالک بنو۔ میں تمہارے دشمنوں کی شکست کا فیصلہ
چاہتا ہوں کہ چکاہن تو صرف ایک ظالم ہی وسیلہ ہے" (گیتا ۲۲)

"خدا کی صفات یعنی بلند اعمال کا نتیجہ سلطنت ہے اور ایسی صفات
کا ظالمی۔ اے ارجن۔ گہرا دوست کر تم خدا کی صفات کے مالک بنو" (گیتا ۲۲)
- جبروید میں درج ہے -

"اسے پر ملاحظہ! مجھے زمین میں بادشاہ بنائے، اور میری سلطنت دوسروں
کو شکست پہنچانے کے لیے ہو" (گیتا ۲۲)

"اے راجہ میں نے تمہیں اس لیے حکومت دی ہے کہ تو میری رحمت کی
حفاظت کرے۔ اُن کی دولت اور طاقت بڑھانے اور میرے حکم کو پہلے پہل
۱۷۱ انسانوں پر لگتی ہوئی، سبیلوں اور چمکتے مہنے شونہ (جو نباتات کیلئے
مادہ حیات ہے) کی طرح تم بھی آب و تاب اور شان و شوکت حاصل کر دو" (گیتا ۲۲)

بدکاری کی سزا: اگر تم نے میری سنتوں کو اختیار جانا..... تو میں تم پر خوف، سزا اور تپ سوزاں مسلط کروں گا..... تمہاری فصلیں تمہارے دشمن کھائیں گے..... تم اپنے دشمنوں کے سامنے قتل کے جاؤ گے وہ جو تم کے ہاتھ رکھتے ہیں تم پر حکومت کریں گے۔ اور تم بغیر اس کے کہ تمہیں کوئی رگیدے۔ جھلگتے جاؤ گے“

(کتاب موسیٰ، احبارہ ۱۰-۱۱)

• میں تمہیں غیر قوموں میں تتر بتر کر دوں گا، تم پر مجھے سے تلوار چلاؤں گا۔ تمہارے شہر اُچار دوں گا۔ اور تمہاری زمین ویران کر دوں گا، (احبارہ ۱۷)

• تب خداوند نے یثوع کو فرمایا: اٹھ!..... کہ اسوئیل نے گناہ کیا..... تمہوں نے حرام کھایا۔ چوری کی اور دیا کاری بھی..... اس لیے یہ اپنے دشمنوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ پیٹھ پھیر کر بھاگ لکے امدان پر میری لعنت۔

(یثوع ۶-۱۶)

• پھر بنی اسرائیل نے ہدی کی اور خداوند نے موآب کے بادشاہ کو کما اسرائیل پر مسلط کر دیا۔

(قاضیوں ۱۱)

• پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نظر میں بدکاری کی اور خداوند نے انہیں چالیس برس تک فلسطینیوں کا غلام بنا دیا، (قاضیوں ۱۳)

• اگر کوئی خطا کرے گا، تو میں اُسے آدمیوں کے کورے اور بنی آدم کے

(۲۔ سموئیل ۱۲)

تازیانوں سے پتو اٹاؤں گا۔

• انہوں نے اپنے گناہوں سے مجھے غصہ دلایا۔ تو دیکھ۔ میں بعتنا کی نسل اور اُس کے گھرانے کو نابود کروں گا۔

(۱۔ سلاطین ۱۶)

• اگر تم مجھ سے برگشتہ ہو گے، تو میں تمہیں اس سرزمین سے جواب تمہارے قبضے میں ہے۔ اکھاڑ کر باہر پھینک دوں گا۔

(۲۔ تواریخ ۱۹-۲۰)

بہیں لوں گا۔

(یرمیاہ ۱۶)

”خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ تمہ سے تھپتھرا مارا اور پاؤں سے ٹھوکر لگا۔ (نبی اسرائیل کو)..... کہ یہ لوگ تلوار، قحط اور مری سے مرے گئے“

(حزقی ایل ۱۱-۱۲)

”اے نبی اسرائیل! ارادے ایل پاکستان! برق..... ملک میں نہ ماستی ہے نہ شفقت نہ خدا شناسی۔ یہاں گالیوں، جھوٹ، خون، چوری اور حرمانکاری کے بغیر کچھ نہیں ہوتا..... اس لئے یہ زمین ماتم کرے گی۔ رپاکستان یو اکان کھول کر سنو! برق، یہاں کے رہنے والے نیز مویشی اور پرندے فنا ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دریاؤں میں پھلیاں بھی فنا ہو جائیں گی۔“

(ہوسیع ۱۰-۱۱)

پاکستان میں شکار ناپید ہو چکا ہے۔ میتر، چکور اور مرفابی تو رہی آ۔ طرف ناختم تک نظر نہیں آتی۔

”میں اُن (ہدکاروں) کو سزاؤں گا۔ ان کا مال و اسباب لٹ جائیگا اُن کے گھر اُجر جائیں گے (اپنے اسی لاکھ مہاجرین سے تصدیق کراؤ۔ برق) وہ گھر بنا لیں گے۔ لیکن اُن میں رہ نہیں سکیں گے۔ وہ تانستان لگائیں گے۔ لیکن ان کی سے نہیں بیٹیں گے (ہندوؤں کے لگائے ہوئے لاکھوں ایکڑ باغات کی رس آج تم پی رہے ہو۔ برق) خداوند کا دن بہت قریب ہے۔“

(وصفناہ ۱۳)

”رب الافواج فرماتا ہے کہ میں ان کی تعمیر و بحال کروں گا۔“

(ملاکی ۱)

حضرت مسیح فرماتے ہیں۔

”ہاں شہریر کا چراغ ضرور بجھایا جائے گا..... اسکے گھر میں تاریکی ہوگی..... اس کی زور آوری کے قدم چھوٹنے کر دینے جائیں گے۔ اس کا منصوبہ خود اُسے ہی گرائے گا۔ وہ اپنے ہی جاں میں چھینے گا..... بہ طرب سے دہشتیں اُسے گھبراتیں گی..... اس کا زور مہجوک کی وجہ سے جاتا رہے گا..... وہ اس کے بدن کے اعضاء کو کھا جائے گی۔ موت کا پلوٹھا اُسے نگل جائے گا۔ اس کے خیمے سے مہجور سے لامیں) کا جڑ اکھاڑ دی جائے گی۔ اور وہ ملک الہول کے سامنے حاضر کیا جائیگا..... اس کی جڑ ٹوکھ جائے گی۔ اس کی ڈال کٹ جائے گی اور اُس کی یادگار زمین پر سے مٹ جائے گی۔“

(ایتوب ۱۸-۱۶)

”خداوند کے دشمن بکرے کی چربی کی طرح پگھل جائیں گے اور دُھوئیں کی مانند فنا ہو جائیں گے“

(زبور ۲۲)

”شہریر کی بدکاریاں اُسے پکڑ لیں گی۔ وہ اپنے ہی گناہ کی رستیوں میں جکڑا جائے گا۔ وہ بے تربیت (بے تعلیم، بے ہدایت) پائے مرے گا۔ اور جہالت کی شدت میں بھٹکنا چھوڑے گا۔“

(امثال ۲۳-۲۲)

”صادق کا چراغ روشن رہے گا۔ پر شہریوں کا دیا بجھا دیا جائے گا۔“

(امثال ۱۳)

”تیرے فرزندوں نے مجھے چھوڑا۔ اُن کی قسم کھائی جو خدا نہیں ہیں۔ میں نے انہیں بیٹ مہر کرکھا ناکھلایا۔ لیکن ان لوگوں نے زنا کاری کی۔ اور پرے باندھ کر قبہ خانوں میں کٹھے ہوئے۔ اور اکتانیو اسوچو اکھیں یہ تمہاری ہی تصویر نہ ہو۔ (برق) یہ پیٹ مہرے گھوڑوں کی ہیں۔ جو صبح سویرے پڑوسی کے ساتھ رہنے والے ہیں..... کیا میں ان گناہوں کا بدلہ

”جو شخص میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اُس پر قوف کی طرح ہے جس نے اپنا گھریٹ پر بنایا۔ مینہ برسایا۔ پانی چڑھا۔ آندھیں چلیں۔ اُس گھر کو صدمہ پہنچا وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔ (متی ۲۴-۲۶)۔
حضرت کرشن کا ارشاد ہے ۱

”جو لوگ میری تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ یہ احمق اور فریب خوردہ لوگ تباہ ہو کر رہیں گے“
(گیتا ۳۳)

”بدکار لوگ انسانیت کے دشمن ہیں۔ یہ دنیا کی تباہی کا باعث بنتے ہیں“
(گیتا ۱۷)۔

”جو بادشاہ جھوٹ بولتا ہے۔ وہ اپنی جاہ و حشمت کھو کر تباہی و بربادی کا منہ دیکھتا ہے“
(بجرودید ۲۳)

میں نے صفحہات گذشتہ میں دو اور دو چار کی طرح واضح کر دیا ہے۔
ماحصلِ ادل: کہ اسلام آغاز تخلیق سے ایک تھا۔

دوم: کہ تسلیم کا صلہ ہرزمانے میں عروج و اقبال تھا اور کفر کا نتیجہ ادبار و زوال۔

سوم: کہ اللہ اسما و انساب کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ صرف اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ چہارم: کہ اعمال صالحہ نہ نہیں جن کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ بلکہ وہ ہیں جن کی تفسیر انبیاء کے ستر صحائف میں ملتی ہے۔

پنجم: کہ اسلام کامیاب زندگی کا مکمل دستور العمل ہے۔ کامیابی صرف دلوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے لیے بے پناہ محنت اور مسلسل جدوجہد کرنا پڑتی ہے محنت کس مقصد کے لیے؟ حصول علم کے لیے۔ تنظیم محنت کے لیے۔ تسخیر عناصر کے لیے۔ استیصال امراض کے لیے۔ انڈاس کیلئے

تظہیر کردادہ لباس کے لیے۔ استکام ملک کے لیے رقیام امن سے لیے۔
 اتحاد آدم کے لیے اور ایک ایسی دنیا کی تعمیر کے لیے جہاں انسانیتِ عظمیٰ
 اپنی تمام تر تہلیات کے ساتھ بے حجاب ہو جائے۔

آبِ روانِ اہک! تیرے کنارے کوئی
 دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
 عالمِ فوسے ابھی پردہ تقدیر میں
 میری نکابوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب

(اقبال برترسیم)

برق

یکم ستمبر ۱۹۵۲ء
 ۱۰ روزی الجور ۱۳۶۰ھ